





عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ طِبْطِيبًا  
اللَّهُمَّ مُحَمَّدًا اللَّهُمَّ يَفْقَهُ رَبِّي وَعِيْدُهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
وَبِطَنَةِ الْبَيْتِ  
وَبِطَنَةِ الْبَيْتِ  
وَبِطَنَةِ الْبَيْتِ



مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَيُخْرِجْهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ  
وَيُخْرِجْهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ  
وَيُخْرِجْهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ

مَطْبَعُ الْعُلَمَاءِ  
دَارُ الْعِلْمِ  
دَارُ الْعِلْمِ  
دَارُ الْعِلْمِ





# فہرست مطالبہ کتاب تاریخ بیر صوبہ بہ بنیاد اور نگار آباد

## دیباچہ کتاب

پہلا مقالہ - بیر اور ادسکی ابتدائی حالت روز افزون ترقی - اور ادسکا مختلف سلطنتی خاندانوں میں انتقال

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۱۲	۷	۱۲	تعلقہ اول قصبہ بیر
۱۳	۷	۱۳	میرزا ابراہیم مولف ریاض الابرار
۱۴	۷	۱۴	تعلقہ دوم قصبہ موسن آباد انبہ جوگانی
۱۵	۸	۱۵	سید راجی و امغانی قدس سرہ العزیز
۱۶	۱۰	۱۶	شیخ مسعود کرمانی قدس سرہ العزیز
۱۷	۱۱	۱۷	بوٹی ناتہ کی کھوری
۱۸	۱۱	۱۸	تعلقہ سوم قصبہ پاتردڑ
۱۹	۱۱	۱۹	تعلقہ ششم قصبہ استی
۲۰	۱۱	۲۰	خواجه محمد دوم محمود شاہ صدیق انصاری قدس سرہ
۲۱	۱۱	۲۱	تعلقہ چہارم قصبہ کیچ
۲۲	۱۱	۲۲	قاضی مہذب الدین قدس سرہ العزیز

## دوسرا مقالہ - بیر - اور یہاں کے حکام - ان کے اجمالی حالات

۲۳	۲۳	۲۳	دریودہن
۲۴	۲۳	۲۴	راجہ بکراجیت - ادسکی بہن چنپاوتی
۲۵	۲۳	۲۵	رام دیو -
۲۶	۲۳	۲۶	قلعہ دیوگرٹ

ردیف	صفحه	ردیف	صفحه
۹	۲۹	۲۹	شاه طاهر شیعی
۱۰	۳۴	۳۰	مرتضی نظام شاه بگری
۱۱	۳۶	۳۱	جانبی بی - صلابت جاز
۱۲	۳۷	۳۲	سلطان جلال الدین اکبر پادشاه غازی
۱۳	۳۸	۳۳	امیر تیمور - برهان نظام الملک بگری
۱۴	۳۹	۳۴	شیر خواجه
۱۵	۴۰	۳۵	مرتضی نظام شاه بگری
۱۶	۴۱	۳۶	مرزا حسین بیگ
۱۷	۴۲	۳۷	ملک غنبر حبشی
۱۸	۴۳	۳۸	ابوالفضل بن شیخ مبارک
۱۹	۴۴	۳۹	شاگرد
۲۰	۴۵	۴۰	سلطان جهانگیر پادشاه غازی
۲۱	۴۶	۴۱	نور جهان بیگم - جان سپار خان
۲۲	۴۷	۴۲	شاه جهان پادشاه غازی
۲۳	۴۸	۴۳	صف شکن خان
۲۴	۴۹	۴۴	اوزنگ زیب عالمگیر
۲۵	۵۰	۴۵	اوزنگ آباد
۲۶	۵۱	۴۶	سردار خان ترین
۲۷	۵۲	۴۷	سمور خان
۲۸	۵۳	۴۸	
۲۹	۵۴	۴۹	
۳۰	۵۵	۵۰	
۳۱	۵۶	۵۱	
۳۲	۵۷	۵۲	
۳۳	۵۸	۵۳	
۳۴	۵۹	۵۴	
۳۵	۶۰	۵۵	
۳۶	۶۱	۵۶	
۳۷	۶۲	۵۷	
۳۸	۶۳	۵۸	
۳۹	۶۴	۵۹	
۴۰	۶۵	۶۰	
۴۱	۶۶	۶۱	
۴۲	۶۷	۶۲	
۴۳	۶۸	۶۳	
۴۴	۶۹	۶۴	
۴۵	۷۰	۶۵	
۴۶	۷۱	۶۶	
۴۷	۷۲	۶۷	
۴۸	۷۳	۶۸	
۴۹	۷۴	۶۹	
۵۰	۷۵	۷۰	

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۷۶	۶۸	۴۹	معمور پورہ
۷۷	۶۹	۵۰	حاجی صدر شاہ
۷۸	۶۶	۵۱	محمد شاہ پادشاہ دہلی
۷۷	۶۷	۵۲	نواب آصف جاہ بہادر پادشاہ دکن
۷۹	۶۸	۵۳	نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ
۸۰	۶۹	۵۴	قلچ خان
۷۷	۷۰	۵۵	سلطان بنیالکر
۷۷	۷۱	۵۶	آصف جاہ بہادر کی اولاد ذکور
۸۱	۷۲	۵۷	میر محمد پناہ
۷۷	۷۳	۵۸	عاد الملک
۸۲	۷۴	۵۹	ناصر جنگ شہید
۷۷	۷۵	۶۰	ہنونت راؤ بناکر
۸۳	۷۶	۶۱	صلاہت جنگ
۸۴	۷۷	۶۲	راجہ دھیراج بناکر
۸۵	۷۸	۶۳	نواب میر نظام علی خان بہادر
تیسرا مقالہ - بیر - اور اوس کے عمارات - و آثار قدیم - و شاداب باغات			
۹۰	۸۶	۱	خانقاہ
۷۷	۸۹	۲	گنبد دندان سلطان محمد تغلق پادشاہ دہلی
۹۱	۷۷	۳	موضع کرجی
۷۷	۸۸	۴	قلعہ بیر
	۸۹		باب الطفر

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۱۱	۹۳	۲۹	باب النصر
۱۰۴	۳۰	۳۰	باب الفرج
۱۰۵	۳۱	۳۱	باب الفتح
۱۱	۹۴	۳۲	کھڑکی
۱۶	۳۳	۳۳	بروج قلعہ
۱۰۶	۳۳	۳۳	فتح برج
۱۰۷	۳۵	۳۵	دروازہ ڈھونڈاپورہ
۱۱	۳۶	۳۶	ڈھونڈاجی دیسپانڈیہ
۱۰۸	۹۵	۳۷	پیمانہ رودنیسرا
۱۱	۹۶	۳۸	دارالضرب بہمنی
۱۰۹	۳۹	۳۹	شفاخانہ قلعہ بیر
۱۱	۹۷	۴۰	مدفن افواج بہمنی
۱۱۰	۴۱	۴۱	قبر تولا نے کاشری مسئلہ
۱۱	۹۸	۴۲	مدفن افواج نظام شاہی
۱۱	۹۹	۴۳	زنگم
۱۱۲	۴۴	۴۴	مرقد رومی خان
۱۱	۴۵	۴۵	ساٹھ ہیلون کی بہادری اور اذکار
۱۱۳	۴۶	۴۶	خزانہ باؤلی
۱۱۴	۴۷	۴۷	کاریز
۱۱	۴۸	۴۸	پیر معاملہ
۱۱	۴۹	۴۹	رواق صفت شکن خان
۱۰۴	۳۰	۳۰	سرا
۱۰۵	۳۱	۳۱	مرقد حمیدہ بانو
۱۱	۹۴	۳۲	غازی الدین نگر
۱۶	۳۳	۳۳	مقبرہ خان عالیشان محمد موسیٰ خان
۱۰۶	۳۳	۳۳	بارہ دری
۱۰۷	۳۵	۳۵	مقبرہ مہر النساء بیگم
۱۱	۳۶	۳۶	مرقد میرا باہیم ماثر ندرانی
۱۰۸	۳۷	۳۷	مرقد بھالت جاہ
۱۱	۹۵	۳۷	مقبرہ شیخ رمضان علی قدوائی
۱۰۹	۹۶	۳۸	گنبد قدم رسول صلعم
۱۱	۳۹	۳۹	آمار مقدس اور اسکی تعظیم کاشری
۱۱۰	۹۷	۴۰	امیر گلہ
۱۱	۴۱	۴۱	محبوب گنج
۱۱۲	۹۸	۴۲	شیخ داؤد صاحب مرحوم
۱۱	۹۹	۴۳	وقایع محبوب گنج
۱۱۳	۴۴	۴۴	بشیر گنج
۱۱۴	۴۵	۴۵	خزانہ باغ
۱۱	۴۶	۴۶	خاص باغ
۱۱۲	۴۷	۴۷	برمان باغ
۱۱۳	۴۸	۴۸	سلطان باغ

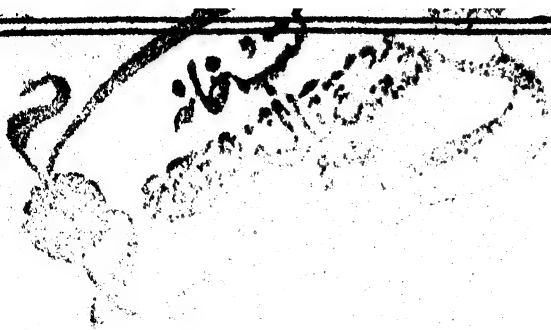
صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۱۱۳	۱۱۳	۵۰	فاضل باغ
			فرخندہ باغ یا امیر باغ
			چوتھا مقالہ - بیر - اور بیان کی دائمی یادگار مقام - اور چند ہلک حادثات
۱۲۰	۱۱۵	۹	۱ رود بینرا
۱۱	۱۱۶	۱۰	۲ باون درے
۱۱	۱۱	۱۱	۳ کبل درہ
۱۲۱	۱۱	۱۲	۴ چادر گھاٹ
۱۱	۱۱	۱۳	۵ کوہ ہلال
۱۲۲	۱۱۷	۱۴	۶ رود بینرا - او سکی طغیانی - ۱۲۵۱ء
۱۲۳	۱۱۸	۱۵	۷ لہکریہ کے دیول کا انہدام
۱۲۴	۱۲۰		۸ سیر قربان علی
			پانچواں مقالہ - بیر - اور بیان کے مقدس ولیا - اونکے حالات سنیہ و مقامات و انفاق قریہ
۱۲۶			پہلا لمعہ - قادریہ خاندان اور او - سیکے مقدس شیوخ
۱۳۱	۱۲۶	۹	۱ حضرت سید رضی الدین مکی
۱۳۳	۱۱	۱۰	۲ حضرت حاجی مکی
۱۳۴	۱۱	۱۱	۳ موضع بودل
۱۱	۱۱	۱۲	۴ حضرت شیخ ابراہیم ہندوستانی
۱۱	۱۲۸	۱۳	۵ حضرت سید شاہ منور پنجابی
۱۳۵	۱۲۹	۱۴	۶ حضرت شاہ دیوان کچی
۱۱	۱۳۰	۱۵	۷ حضرت شیخ کریم اللہ نبالی
۱۱	۱۱	۱۶	۸ حضرت شیخ عبدالقادر بہومی
			حضرت صفی شاہ اورنگ آبادی
			حضرت سمور شاہ پنجابی
			حضرت سید شاہ محمد مرچی
			حضرت کرم علی شاہ بیر
			حضرت سید باؤالہین امرتسری ثم البنڈاوی
			حضرت مسکین شاہ مسافر نواز
			گنبد پنجتن پاک
			حضرت شاہ خیر الدین امرتسری ثم البنڈاوی

صفحہ	صفحہ	صفحہ
۱۴	۱۳۶	سید شاہ بہاؤ الدین امریٹری ثم البندوی
۱۳۶		دوسرا لمعہ چشتیہ خاندان - اورادس کے مقدس شیوخ
۱۳۳	۱۳۶	۱ حضرت شاہ کوچک دلی پنجابی
۱۳۴	۱۴۰	۲ بابا جی خوش باش کبھی
۱۱	۱۴۱	۳ حضرت سید سلیمان ہندوستانی
۱۴۵	۱۰	۴ حضرت شاہ پیر بالا ہندوستانی
۱۴۶	۱۱	۵ گنبد بیفادی شاہ راجہ
۱۱	۱۴۳	۶ حضرت سید بنج ہندوستانی -
۱۴۷		تیسرا لمعہ - سہروردیہ خاندان - اورادس کے مقدس شیوخ
۱۵۰	۱۴۷	۱ حضرت گوشہ نشین متوکل
۱۵۱	۱۴۸	۲ حضرت شیخ عیث شاہ ساگری منداری الدکنی
۱۱	۱۴۹	۳ حضرت شاہ سمجہ کیل ترکستانی
۱۵۲	۱۱	۴ حضرت شاہ منصور بارہی
	۱۵۰	۵ حضرت شاہ اسد اللہ بیری
۱۵۲		چوتھا لمعہ - نقشبندیہ خاندان
۱۵۸	۱۵۲	۱ حضرت شاہ غلام احمد بیری الملتانی
۱۱	۱۵۷	۲ قاضی احمد علی الدین مولف تیانج بیر
۱۶۰		پانچواں لمعہ - رفاعیہ خاندان
۱۶۰	۱۶۰	۱ حضرت شاہ رکن الدین بیجاپوری
۱۶۱		چھٹا لمعہ - مداریہ خاندان - اورادس کے مقدس شیوخ

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۱۶۳	۵	۱۶۱	۱
۱۶۳	۶	۱۶۱	۲
۱۶۳	۷	۱۶۲	۳
۱۶۳	۸	۱۶۳	۴
۱۶۵	ساتواں لمعہ - شطاریہ خاندان		
۱۶۵	۲	۱۶۵	۱
۱۶۵	آٹھواں لمعہ - حضرات مجازیب - اور اون کی جذبی حالت		
۱۶۵	۶	۱۶۵	۱
۱۶۵	۷	۱۶۶	۲
۱۶۵	۸	۱۶۶	۳
۱۶۶	۹	۱۶۸	۴
۱۶۹		۱۶۹	۵
۱۶۳	نواں لمعہ - بزرگان دین جنکے طریق اور سنہ وصال کی کیفیت معلوم ہوتی		
۱۶۵	۳	۱۶۳	۱
۱۶۶	۵	۱۶۴	۲
۱۶۶	۶	۱۶۵	۳
۱۶۸	۳	۱۶۶	۲
۱۶۸	۴	۱۶۷	۱

ردیف	موضوع	صفحه	ردیف	موضوع	صفحه
۵	مسجد چوک	۱۷۹	۲۰	قاضی محمد فضل الله قاضی پرگنه بیر	۱۸۵
۶	مسجد جوڑ بازار	۱۸۰	۲۱	مسجد کمانی دروازہ	۱۸۶
۷	مسجد گڑ دیو پورہ	۱۸۱	۲۲	قاضی محمد فضل الدین خان قاضی پرگنه بیر	۱۸۷
۸	مسجد فوری	۱۸۲	۲۳	مسجد روضہ شاہ پیر بالا	۱۸۸
۹	مسجد کالے شاہی	۱۸۳	۲۴	مسجد کارنیر	۱۸۹
۱۰	مسجد بابو شاہی	۱۸۴	۲۵	مسجد روضہ شاہ کوچک	۱۹۰
۱۱	مسجد کالی	۱۸۵	۲۶	قبر شریف مع چوک کندی واقع روضہ شاہ کوچک	۱۹۱
۱۲	مسجد سگر دہی	۱۸۶	۲۷	چبوترہ ادلی روضہ منورہ	۱۹۲
۱۳	مسجد متولی	۱۸۷	۲۸	چبوترہ ثانی روضہ منورہ	۱۹۳
۱۴	مسجد نسیم شاہی	۱۸۸	۲۹	دالان سنگین روضہ منورہ	۱۹۴
۱۵	مسجد خندق	۱۸۹	۳۰	گنبد شریف - حجرہ مبارک - روضہ منورہ	۱۹۵
۱۶	مسجد بنیدیل پورہ	۱۹۰	۳۱	مٹلاب روضہ منورہ	۱۹۶
۱۷	عید گاہ	۱۹۱	۳۲	صفہ لچھی رام روضہ منورہ	۱۹۷
۱۸	مسجد بنگالی	۱۹۲	۳۳	باؤلی روضہ منورہ	۱۹۸
۱۹	قاضی رکن الدین بنگالی	۱۹۳	۳۴	خاتمہ کتاب ہذا	۱۹۹





## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه  
محمد وآله واصحابه اجمعين - اما بعد بندہ مسکین ابو البرکات  
محمد قطب اللہ المعروف (قاضی احمد محی الدین) بن حضرت مولانا مرشدنا مولوی غلام محمد  
عرف قاضی محمد رکن الدین احمد قاضی ضلع بیڑ - ناظرین پر تمکین کے عائد مت میں التماس  
کرتا ہے کہ دنیا میں وہ کون سی قوم ہوگی جو اپنے وطن مالوف کے حالات کو سچے سنا  
کی رو سے لکھنے کو گوارہ نہ کرتی ہو۔ ہر ایک چیز کی تاریخ نویسی کچھ آسان شے نہیں ہے  
کہ آج سیکڑوں برس کے بعد اون حالات کے بکھرے ہوئے آثار موتیوں کو ایک جگہ  
پرو کر دکھائیں۔ یہ کام انہیں قدما مورخین کا تھا جنہوں نے بڑے بڑے تلاش اور  
مشکل کے ساتھ ہر ایک حالات کو پیاری وضاحت اور تاریخیانہ طرز اداسے لکھا جسکو  
ہم بڑے اعزاز کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اسکا انتخاب کر کے زبان اردو میں ترجمہ  
کرتے ہیں۔

بے شبہ ہمارے نامور مورخین نے جن جن حالات کو تاریخی نتائج کے ساتھ مستنبط

کیا ہے وہی نتائج موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے دوامی یادگار سمجھے جاتے ہیں چنانچہ (پٹر) اوسکی قدامت اور تاریخی واقعات کو شہرت عام کے روشنی میں چمکتے نظر آ رہے ہیں لیکن ہم نے اوس خوبصورت اور مشہور تصویر کو نوایجاد اور مہذب تقلید کی رو سے بجایا ہے اور نہایت احتیاط اور صحیح روایتوں کے محفوظ ذخیروں سے مرصع بنایا ہے تا ایجاد پسند طبیعتوں کے لئے مرغوب ہو۔

ہم اس تالیف کی وجہ خاص اس سے زیادہ بیان نہیں کر سکتے کہ ہر طرف سے نئے نئے تالیفات سیر کی صدائیں آرہی ہیں جن کے پر جوش دلولوں نے ہلکوبھی اس بات پر مائل کرایا کہ ہم اپنے مالوف وطن کی تاریخ تو طیناً مدام شکستہ سے صفحات کا فوری پر سجا کر دکھائیں۔ اگرچہ ہماری (اردو زبان) کی کم مائیگی کچھ محل تعجب نہیں جبکہ ہماری پرورش (دکن) کے آب و ہوا میں ہوئی ہے۔ باوجود اس ہیچوانی کے ہماری دیرینہ تمنائے اس تالیف پر مجبور کیا۔ اور ہم اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں تاریخ نویسی کا رتبہ جسطہ بڑھا ہوا ہے اور اوسکے استعمال میں جن کتب سیر قدیمہ کی بے انتہا ضرورت ہے آج ایسی کوئی بیضا تاریخ اس شہر کی لکھی ہوئی نظر سے نہیں گزری جس سے ہم اصلی مضامین کے متون پر حاشیہ چڑھائیں اور اوسکو اعلیٰ رتبہ پر بھونچائیں۔

گو سلاطین اسلاف جن کے واقعہ نویسیوں نے اون کے کارناموں سے دفتر کے دفتر بہرہ دئے ہیں لیکن جس کی ہلکوتلاش ہے وہ بہت کمیاب ہے۔ اور جسطہ مضمون و مطالب کی تصویر نظر آئی وہ ایسی بہن صورت نہ تھی کہ ہم اپنی خواہش کے موافق اوسکو دیکھیں یا ناظرین کو خوبصورت بنا کر دکھائیں۔ اور بقا یادگار کے وسیع میدان میں جہت کے ساتھ قدم اٹھائیں تاہم بمصدق (مکلا یدار لکھ کلہ کلہ کلہ) جہان تک ممکن تھا ذخیرائے قدیم۔ کتبہ عمارات۔ رسالہ ریاض الابرار۔ تاریخ فرشتہ۔ آثار الامرا۔ سیر خراج مجموعہ مرزا امجدی خانی۔ ابوالفضل سے ہر مطالب جداگانہ انتخاب کر کے یہ مجموعہ تیار

کیا گیا اور اسکا نام (تاریخ بیر) رکھا گیا۔ اور غالباً ہمارا اسوقت یہ کھنا نازیبا نہ ہوگا کہ یہ تاریخ بیر کو گذشتہ سچے ہوئے شیرازے کا پہلا مجموعہ ہے۔ اس کامل مجموعہ کے (۶) مقالات قرار دئے گئے ہیں۔ جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

**مقالہ (الف) بیر۔** اور اوسکی ابتدائی حالت۔ روز افزون ترقی۔ اور اوسکا مختلف سلطنتی خاندانوں میں انتقال۔

(ب) بیر۔ اور یہاں کے حکام۔ اون کے اجمالی حالات۔

(ج) بیر۔ اور اوس کے عمارات و آثار قدیمہ۔ و شاداب باغات۔

(د) بیر۔ اور یہاں کے دائمی یادگار مقام۔ اور چند مہلک حادثات۔

(ه) بیر۔ اور یہاں کے مقدس اولیا۔ اون کے حالات سنیہ و مقامات و انفاں قدسیہ۔

(و) بیر۔ اور یہاں کے قدیم مساجد۔ بانی مساجد کا نام۔ معاش کی تعداد۔

سنہ تعمیر و تبرک آثار واقع روضہ حضرت شاہ کوچک قدس سرہ العزیز

حضرات ناظرین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس تاریخ میں بمقتضائے بشری ربط

عبارت یا تذکیر و تانیث میں سہو یا غلطی ہوئی ہو تو نظر اصلاح سے توجہ فرمائیں۔ اور اس

ناچیز کو طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنائیں۔ العذر عند اکرام الناس مقبول۔

## پہلا مقالہ

بیر۔ اور اوس کی ابتدائی حالت۔ روز افزون ترقی

اور اوسکا مختلف سلطنتی خاندانوں میں انتقال

(بیر) ایک بہت پرانا اور قدیم شہر ہے۔ یہ شہر دریائے گوداوری سے ۲۴ میل کے

فاصلہ پر جانب جنوب (کولباری) کے متصل (درود بنسرا) کے کنارے آباد ہے۔ اسکی قدیم آبادی زمانہ سلف میں متفرق ٹیلوں اور گھاٹیوں کے ناہموار مقامات پر تھی۔ کوروان۔ اور بانڈوان کے زمانہ میں اس شہر کو (درگادتی) کہتے تھے۔ رایان دکن نے یہاں کے سرزمین کو تبرک سمجھا تھا۔ اور اون کے طرف سے بڑے بڑے براہمہ یہاں آتے تھے۔ قدیم معابد اور مندرون کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ اکثر براہمہ اور مرہٹوں نے یہاں کا توطن اختیار کیا۔ اونکی سکونت و قیام سے اس شہر کی آبادی منتخب آباد شہرون کے مقابلہ میں بھونچ گئی تھی۔ اس روز افزون ترقیوں کے بعد اس شہر کا درگادتی نام بھی بد لگیا۔ بجائے درگادتی کے اس شہر کو ایک زمانہ میں (بکٹی) کہتے تھے۔ اور یہ نام راجہ بکرماجیت کے زمانہ تک زبان زد خلائق رہا۔

راجہ بکرماجیت کے نسبت ہندون کے زبانی جس قدر روایات اور قصے اور کہانیاں اور شاعرانہ اور مذہبی تحریرات دی گئی اور سنی گئیں اور عین بہت سے اختلافات ہیں ہم اوسی مختلف روایات سے اس مضمون کو ادا کرتے ہیں کہ چنپاوتی اوس راجہ کی بہن تھی۔ وہ بھی اپنے صدق اعتقاد سے اس شہر میں آئی تھی۔ اور بہت سے اوسکے مذہبی دریوزہ اوسکے ہمراہ تھے۔ یہاں اوس نے اپنے قوی اور مذہبی جاعت کی دلاوری سے تسلط حاصل کی۔ اور خود مختار رانی بن بیٹھی۔ طبیعت اوسکی حلیم اور عقل اوسکی سلیم تھی اس نے اپنی فطرت سے مشورہ لیکر یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ اس شہر کو (چنپاوتی نگر) کھا کرین یہ اوسکی حوصلہ مندی تھی کہ اوس نے اس شہر کے قدیم نام کو اپنے نام سے ایسا بدل دی کہ اوس نام کو قطعی زوال نہ آیا۔ گو سلطان محمد تغلق پادشاہ دہلی نے چنپاوتی نگر کا نام قلعہ بیر سے بدل دیا ہے تاہم اس شہر کے باشندے اسکو شہر چنپا نگر کہتے ہیں۔

سلطان محمد تغلق نے ۱۳۳۳ھ میں اس شہر کا نام (قلعہ بیر) رکھا۔ یہ نام نہ صرف عام زبانوں پر محیط ہوا بلکہ اس نے دفاتر و تواریخات پر عموماً بڑے زور کے ساتھ قبضہ کیا۔

سلطان کے زمانہ سے چنپاوتی نگر کا لفظ عام زبانوں سے اسخطاط پاتا گیا۔ قلعہ بیر کا وجہ تشبیہ یہاں بیان کرنے کے لئے مناسب موقع نہیں اسلئے ہم نے اسکو قلعہ بیر کے تذکرہ میں ضمنا بیان کر دیا ہے۔ مگر ہم کو اسوقت یہ کہنا منظور ہے کہ بیر تقریباً (۶۰۰) سو برس کے پہلے (ساڑھے پانچ ہزار) سال رایان دکن کے مختلف خاندانوں میں منتقل ہوتا رہا۔ اور ان رایان دکن کے خاص توجہ کی بدولت ادن کے مذہبی باشندگان شہر کو علم موسیقی میں مہارت حاصل ہوئی۔ یہاں کے اکثر براہمہ راگنی کے نزاکتوں اور اس کے اصول سے خوب واقف ہیں بڑے بڑے ارباب طرب ادن کے ہاتھ چومتے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں کے مغنیان اور رقاص بہت مشہور تھے اور اونکا جقدر سرود و طرب کا سرمایہ تھا وہ انہیں براہمہ کے بدولت حاصل ہوا تھا۔

دیوگرہ جسکو اسوقت دولت آباد یا اسلام گرہ کہتے ہیں اور ہمارا شٹر بھی اسی دیوگرہ اور اس کے اطراف سے مراد ہے۔ یہاں راجہ رام دیو ولایت بیر کا خود مختار مالک تھا اسکے درباری گویئے بیر کے قدیم معابدوں میں آکر اعتقاد لگایا کرتے اور یہاں کے مرہٹوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

ولایت بیر کی مٹی انہیں خرافات کی حمیر سے اور نیز ظلمت کفر کے سایہ میں خراب ہو رہی تھی لیکن آنے والا اسلامی نور کا چراغ دور سے اپنی پیاری روشنی دکھا رہا تھا۔ قضا و قدر اس نورانی روشنائی میں اسلام کی عظمت اور تعظیم کی ذی شوکت کرسی ناف شہر میں جا رہے تھے کہ اس اثنا میں سلطان علاؤ الدین خلجی بڑے کدو فرسے آ پھونچا اور یہاں کے قدیم قابضان مرہٹ کو شکست دیکر اس اسلامی کرسی پر جلوہ آرا ہوا۔ اسی سلطان کے زمانہ میں یہاں کے قدیم معابد تباہ کر دئے گئے ظلمت کفر کا سایہ اس شہر کی سرزمین سے فرسنگباد و زکل گیا بہر حال اس شہر کی سرزمین ۹۲۷ھ میں اسلام کے نورانی پرتو سے منور ہوئی۔ اور ششہ ہندو مرہٹوں کی حکومت کا نقش اس شہر کے در و دیوار سے بالکل مٹ گیا اور اس زمانہ سے آج تک

پھر کبھی اس قوم کو بہان کی آزاد حکومت نصیب نہیں ہوئی اس شہر پر تقریباً (۶۰۰) سو برس سے اسلام کا مستقل قبضہ ہے اگرچہ اس مدت میں اسلامی کئی سلاطین گزر گئے تاہم اسلام کا خوشنما رنگ روز افزون ترقیوں کے ساتھ چلتا رہا۔

اس شہر پر خلجیوں کے بعد تغلق حکومت قائم ہوئی اور ہنوز اس خاندان کا خاتمہ نہیں ہوا تھا کہ خاندان بہمنیہ کا تسلط ہوا۔ اس خاندان کے زمانہ میں اس شہر کی بے انتہا ترقی ہوئی تواریخ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے زمانہ میں چنپاؤتی نے اس شہر کو اپنا پایہ تخت قرار دی تھی اور مسلمانوں کے زمانہ میں ہمایوں شاہ ظالم بہمنی کے بھائی شاہزادہ حسن خان بہمنی نے اس شہر کو اپنا دار السلطنت قرار دیا تھا۔ ۱۵۵۶ء میں بہمنیہ خاندان کو زوال آیا اور یہی وجہ تھی کہ (ملک احمد بھری) نے تیغ و کفن کے ساتھ ہتیار سنبھالا اور اس خاندان پر ایسا غالب آیا کہ چشم زدن میں قلعہ بریر قبضہ کر لیا۔ سنہ مذکور سے سلطان جلال الدین کے پادشاہ کے اوائل سلطنت تک نظام شاہیوں کا خاندان بلا خوف و خطر فرمان برداری کرتا رہا آخر اس سلطان نے فوجی محاصروں سے قلعہ بریر کو لے لیا تاہم نظام شاہیوں نے قلعہ کو سلطان فی قبضہ سے مسترد کر لیا اور ایک ایسی مستقل اور دیر پا حکومت قائم کر لی جو ہندوستان کے سلطنت میں اس کی عام شہرت ہو گئی تھی۔

جب یہاں کے جنگ جی قوم مرہٹ کی بہادری کا آوازہ جہانگیر کے کان تک پہنچا اس نے اپنی قابلیت اور عمدہ تدبیروں سے نظام شاہی حکومت کا نقش مٹا کر اس پر اپنی زور حکومت کا رنگ چڑھا دیا۔ جہانگیر کے بعد اس کے بیٹے شاہجہان نے چڑھائی کی اور گیا ہوا قبضہ ۱۶۴۵ء میں حاصل کیا۔ قبضہ بڑے سلاطین تیموریہ کے قبضہ سے محمد شاہ پادشاہ دہلی کے زمانہ میں خاندان آصفیہ میں منتقل ہو گیا اور آج تک اسی خاندان میں قبضہ بریر کے حکومت کی زمام عہدہ داران آصفیہ کے ہاتھ ہے اور اس کا صدر صوبہ بنیاداً دکن آباد ہے

شاہجہان بن جہانگیر ۱۶۰۵ء میں دولت آباد میں ایک بیٹے تک رہا اور پٹنہ محل داخل کے بعد دہلی چلا گیا۔

ملک دکن (۴)، صوبوں پر تقسیم کیا گیا ہے جس میں (۱۶) ضلع اور ایک عماری ہے منجملہ ان ضلعوں کے میں بھی ایک ضلع ہے اور اس ضلع کے حسب ذیل چھ تعلقات ہیں۔

تعلقہ (الف) قصبہ بیر۔ جسکو قصبہ بیر۔ پر گنہ بیر۔ حویلی بیر۔ سرکار بیر۔ تعلقہ بیر بھی کہتے ہیں  
عہدہ داران ضلع ہذا کا مستقر یہی مقام ہے۔ اور نیز عہدہ داران ضلع کے کچھ بیان اسی مستقر میں واقع ہیں۔ خاص اس قصبہ کی آبادی دو حصوں پر تقسیم ہے۔ پہلا حصہ جانب غرب جس کے اطراف بدور سنگی حصار ہے جس میں روسائے قصبہ کے مکانات و عمارات نہایت خوبی کے ساتھ بنے ہوئے ہیں ہندو اور اہل اسلام کے علاوہ تمام حکام و عہدہ داران ضلع اسی حصہ میں رہتے ہیں۔ دوسرا حصہ جانب شرق غیر محصور اور زیادہ وسیع ہے اس حصہ میں تجارتی و مہاجنی کارخانجات ہیں ان دونوں حصوں کے بیچ میں سے رود بینہ اپنے چکے ہوئے طردن سے بھتی ہے جس سے قدرتی منظر میں ایک عجیب و غریب ہی ہوتی ہے۔

محمد ابراہیم  
مولف ریاض الار  
محمد فخر الدین قاضی زادہ پر گنہ بیر کے فرزند اور رسالہ ریاض الار کے مولف  
سے بیان کئے ہیں اور نکایہ رسالہ ۹۵ھ میں تالیف کیا گیا ہے جس میں قصبہ بیر کے اولیاء کرام و آثار قدیمہ کا اجمالاً ذکر ہے لیکن میں اس موقع پر اس قصیدہ کے چند شعر جو انھوں نے بیر کے تشریف میں مبالغہ لکھے ہیں۔ نقل کرتا ہوں وہ یہ ہیں۔

ہر اواز کو چہ او استانت  
کہ در ہر گوشہ اصداف نہانست  
بر آوردہ ز دریا باخرو شے  
بود در ہر مکان کان بدخشان  
متاع ہفت کشور از دوکانے

چہ شہرے آنکہ صرازوے نشانست  
بعموری و آبادی چنان است  
نشتہ ہر طرف گوہر فرو شے  
فتادہ ہر طرف صد عمل رخشان  
بر آید از براے استخوانے

تعلقہ (ب) موہن آباد۔ جسکو انہ جو گانی کہتے ہیں۔ اس تعلقہ کا قدیم نام انہ جو گانی ہے



لیکن اسلام کے عالی مقام پادشاہوں کے طرف سے مومن آباد نام رکھا گیا سڑے چھ سو برس کے پہلے یہاں پر مسلمانوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب قدر بنی آدم محقر وہ سب کے سب ہندوہم اور ایک سے ایک تعصب مذہب میں بڑا ہوا تھا۔ اور جیت پال اور کاراجہ سمجھا جاتا تھا۔ اس راجہ نے اس مقام کو بلجناط اوس کے وسعت آبادی و اعتدال آب و ہوا کے اپنا دار السلطنت قرار دیا تھا۔ یہاں کی بھی سرزمین اسلام کے مقدس سایہ کی محتاج تھی مصداق (اذ جاء الحق ذہق الباطل) خدا نے ظلمت کفر کو اٹھانیکے لئے دامنان سے (جو خراسان میں کہستان کے پاس واقع ہے) حضرت سید راجے قدس سرہ العزیز کو بھیجا۔ آپ نے یہاں اشاعت اسلام کی بھت سید راجہ دامنان سہی کی۔ اور اپنے مخالف مذہب سے مناظرہ کر کے اپنا مذہب اپنے ظاہر فرمایا خدا نے جسکو ہدایت کی توفیق دی انھوں نے آپ کے ہاتھ اور گھٹنے چوم کر کہا کہ آپ کا مذہب برحق ہے ہم غلطی سے اعتراض کرتے تھے۔ اور اس طرح وہ اپنے خلاف عقل مذہب سے پلٹ کر اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ اس مومن آباد میں اور بھی بڑے بڑے بزرگان دین کی مزاریں ہیں چنانچہ حضرت شیخ مسعود قدس سرہ کرمان کے رہنے والے اور باغلب قیاس یا فنی طریق کے شیخ مسعود کرمانی پیشوا تھے۔ ہم نے آپ کے ملفوظات کو آپ کے خداموں سے مانگا تھا لیکن کسی نے یہ نہ کہا کہ آپ کا ملفوظ ہمارے نزدیک ہے یا آپ فلان طریق کے پیشوا تھے۔ اب ہم آپ کے نسبت کوئی بات جو سنی سنائی ہو ادسکو اطمینان کے ساتھ نہیں لکھ سکتے اسلئے کہ مجرد بیان کرنے والا رطب و یابس اقوال کا بار گیر سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ حضرت شیخ مسعود کرمانی کے وجود پاک سے مومن آباد کی سرزمین کو تقدس حاصل ہو گیا ہے۔ وہاں تمام صنار و کبار آپ کے معتقد ہیں۔ اور نیز یہاں کی سرزمین میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نسب پر پوتے مخدوم عباس و احمد عباس قدس سرہا لیٹے ہوئے ہیں۔ ان تمام بزرگواروں کی مزاریں اس مومن آباد میں عموماً بوسہ گاہ خلاقی ہیں۔

مجھے ایک بار مومن آباد دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا میں نے یہاں یہ قدیم عمارتوں میں سب سے



زیادہ قابل قدرت خانوں اور معاہدون کو دیکھا جو ایک سے ایک مستحکم نظر آئے تھے۔  
 سنگ تراشوں نے صنعت سنگ تراشی میں اپنے وہ جوہر دکھائے ہیں جو زمانہ موجودہ میں  
 ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ مین وہاں کے ایک بت خانہ میں گیا تھا جس کی حالت بہت  
 خراب تھی اور نہ وہاں کسی قسم کی پوجا پاٹ جاری تھی اسکے ایک جانب کتبہ لکھا ہوا ہے  
 لیکن ایسا پایا جاتا ہے کہ اس کی سنگت عبارت ہے۔ اس عبارت میں اس زمانہ کا  
 ایک وسیع مضمون گذشتہ واقعات کی تاریخی شہادت دیر ہے افسوس کہ مجھے اوس زبان  
 سے تفصیلت نہیں تھی تاہم میں نے اتنا تو معلوم کر لیا کہ یہ معبد سکے (۱۱۶۲) میں تعمیر  
 پایا ہے۔ اور غالباً دوسرے معاہد بھی اوسی زمانہ کے ہونگے مگر مجھ کو زیادہ تر افسوس  
 اس بات کا ہوا کہ یہاں کی جامع مسجد مثل ایک ٹٹلتے چراغ سے نظر آئے اور اس ابتر حالت  
 میں تھی کہ اوس کا بیان کرنا اعزاز اسلام کے لحاظ سے زیبا نہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جو  
 کسی زمانہ میں ہندوؤں کی خاص عبادت گاہ تھی اور جس کے نسبت مذہبی تعلقات کے لحاظ  
 سے ہندو دیر یا مندر کا خطاب کرتے تھے اس مسجد کے قرب وجوار میں اور ایک پرانہ  
 دیول دکھائی دیر یا تھا لیکن کچھ نشیب یا سطح پستی میں بنا ہوا تھا اسلئے اس کی واقعی شان میرے  
 آنکھوں میں نہیں ساتی تھی جب میں اس کے قریب گیا اوس میں سے دھواں نکلتا ہوا نظر آیا  
 جس سے مجھ کو سخت حیرت ہوئی کہ اس بوسیدہ پرانے مندر میں دخانی قوت کہاں سے  
 پیدا ہو گئی ہے اس حیرت نے مجھ کو اور بھی اس کے نزدیک لیگئی اس دیول کے اس قدر  
 قریب بھونچا کہ آدمیوں کی آواز اندر سے آنے لگی جب میں اس کے بہت ہی نزدیک  
 آیا تو معلوم ہوا کہ اس دیول کے اندر مومن آباد کے حضرات خطیب ایک زمانہ سے زندگی  
 بسر کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اگرچہ شاہجہان کے زمانہ میں مومن آباد کے قدیم عمارات تباہ ہو  
 مگر اب تک اس مومن آباد میں زمانہ سابق کے کئی بت خانے آج تک گزشتہ ہندوؤں کے  
 عظمت کی شہادت دیر ہے ہیں۔ ہر ایک بت خانہ ایک سے ایک مستحکم اور پائدار ہے۔

ہم انصاف کی رو سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مومن آباد بہت ہی قدیم اور پرانہ مقام ہے ضلع ہیر کے تعلقاً  
میں دوسرا کوئی ایسا تعلقہ نہیں ہے کہ ہم اونکو اسپر کسی طور سے تفوق دیکھیں۔ اس مومن آباد  
میں دولت آباد کے ایلوے کے شبیہ اور نذیر چھاڑی موجود ہے۔ یہ پہاڑ مومن آباد سے بائیں کے  
دوئی ناتھ کی طرف **طرف واقع ہے** راستہ اسکا بڑا قلب اور دشوار گزار ہے یہاں پر بوٹی ناتھ کی  
کہوری مشہور ہے جہیں ایلوہ کی طرح پہاڑ کو کر دو کر اقسام اقسام کی صنعتیں دکھائی گئی ہیں  
شہر دیو گڑ کو کوہ ایلوے سے جیسا ناز حاصل ہے اس مقام کو بھی قدما کے دستکاری و صنای  
پر یکتائی کا دعویٰ ہے۔ مومن آباد کی آبادی اس وقت دو حصوں پر منقسم کی گئی ہے پھلے آبادی  
میں وہی مقام جسکو مومن آباد کہتے ہیں بسا ہوا ہے دوسری آبادی جدید ہے جسکو چھاؤنی  
کہتے ہیں اس چھاؤنی میں باقاعدہ فوج رہتی ہے جو رسالہ کنٹننٹ سے مشہور ہے۔

تعلقہ (ج) پاتروڑ۔ اس پاتروڑ کا قدیم نام پرلا پور ہے۔ یہاں کے مرتبے اور قدیم  
ہنود مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اسلام کو قہر اور غضب کے نگاہوں سے دیکھتے  
تھے۔ معمولی مسلمانوں کی یہ طاقت نہ تھی کہ ان کے حدود ولایت میں جاسکے یہاں کی قوم و گروہ  
سِدّہ کا افسر (سدہ) تھا اسکو مسلمانوں سے بڑی نفرت اور قلبی کدورت تھی مگر وہ یہ  
نہیں جانتا تھا کہ (لعل فرعون موسیٰ) ہر ایک فرعون کے لئے خدا نے موسیٰ پیدا کیا ہے  
جب سدہ کی نخوت تکبر کے زردبان سے چپڑ کر اوس کے شانہ وماغ میں آئی یہاں اوس نخوت  
نے اوسکے روشن آنکھوں پر ظلمت کے پردے ڈال دیے اوسکو سوائے اپنے مذہب کے  
کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اسکی شہرت و دراز شہر وں تک پھونک گئی تھی۔ حضرت مخدوم انصاری  
اوسکی تنبیہ کے لئے سواد عرب سے قدم باہر نکالے اور اس دشمن اسلام کی تلاش کرتے ہوئے  
پاتروڑ کے سواد میں داخل ہوئے لیکن حال فقیرانہ اور چہرہ مبارک پر نقاب پڑا  
خواجہ مخدوم مخدوم **شاہ صدیق انصاری** ہوا تھا ہاتھ میں عصا لئے ہوئے سدہ کے مسجد کے طرف بڑھتے جا رہے تھے  
دو سے گھبراہٹ و نرسے غور کرنا شروع کیا آپ کی نورانی شکل کو دیکھ کر ایک دوسرے کو

اشارے کرتے اور پیر سے پیر ملاتے ہوئے فراہم ہو گئی اور میں نے کسی نے سدہ کو یہ خبر بھی بچایا کہ ہمارے سواد ولایت میں اسلام کا چراغ نظر آ رہا ہے سدہ اس وقت جان و مال سے ہاتھ اٹھا کر قومی اور مذہبی فوج کو حکم دیا کہ ابھی اوس چراغ کو بجھا دیں فوج نے ہر طرف سے آپ کا محاصرہ کیا اور برہنہ ہتھیاروں سے جوق جوق کا حملہ ہونے لگا آپ نے فوراً آیہ کریمہ کی حصن حصین قائم کی اور اون کے ہلکے صدمات سے محفوظ رہے سدہ ذات سے آپ کے نزدیک آچھو نچا آپ نے اوسکو فرمایا کہ میرا تیرے حق میں بہت غنیمت ہے اور تو اپنے کو میرے حلقہ ارادت میں داخل کر ورنہ اگر تو میرے ایذا کے درپے ہوگا تو تیری سلطنت بالکل برباد ہو جائے گی اور (خسرة الدنيا والاخرة) میں مبتلا ہو جائے گا آپ کا یہ پراثر کلام اوس کے صدف گوش میں دیرتیم کے طرح قائم ہوا اور اپنے دیدہ بصیرت سے آپ نے نگاہ والی اور آپ کے فضیلت پر آگاہ ہو کر آپ کی عزت کی اور مطیع الاسلام ہو کر آپ کو اپنے ہمراہ معبد خاص میں لیجا کر اوس معبد کو آپ کے سپرد کیا آپ نے کامل اطمینان کے ساتھ معابد مذکور سے بت نکال دئے اور خود اوس کے اندر کئی سال تلقین اسلام میں مشغول رہے آپ کے فیضان برکت سے آج تک اس پاترور میں کوئی معبد نظر نہیں آیا آپ کے تقدس اور تحقق ولایت پر کون گفتگو کر سکتا ہے آپ کو حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ العزیز سے خانان چشت میں ارادت حاصل تھی نسب آپ کا اوس و نزیح کو منتهی ہوتا ہوا سلسلے آپ انصاری کے لقب سے مشہور ہیں۔ وطن آپ کا (حضرموت) ہے وفات آپ کی (۲۴) ماہ ربیع الاول ۷۹۷ھ میں ہوئی نعل آپ کی معبد مذکور میں دفن کی گئی۔ مزار آپ کا زیارت گاہ عام ہے۔

تعلقہ (د) قصبہ کچ۔ یہ قصبہ کچ دہارور سے مشہور ہے۔ اس قصبہ میں شریعت پناہ فضیلت قاضی مہذب الدین دست گاہ حضرت قاضی الاولیا کا مزار پر انوار بوسہ گاہ عالم ہے۔ آپ کچ مکران کے رہنے والے تھے۔ ۷۲۵ھ میں دہلی سے دولت آباد کو تشریف لائے آپ کو حضرت نظام الدین

اویا بایونی الدہلوی سے ارادت حامل تھی۔ آپ کے ملفوظات اور شریعت اور طریقت کا سہرا

**حقایق الاولیا** حقایق الاولیا میں تفصیلاً درج ہے۔ افسوس کہ وہ سالہ ہجو بہت نہوسکا کھا جاتا

کہ وہ بالکل برباد ہو گیا ہے اور کسی نے آپ کے واقعات نہیں نقل کئے نقل کیسے کر سکتے جبکہ

انعامدارون میں بخالت اور کتمان شے کا عام مرض پہلایا ہوا ہے اور یہی اسباب ہیں کہ واقعات

کے تسلسل اور حسن الساق میں تفرقہ پیدا ہو گئے اور اون ناعاقبت اندیشوں نے اپنے

ہاتھ سے اپنے گزشتہ اسلاف کے فخر کا سرمایہ تباہ کر دیا۔ ہجو متوسط معتد روایت سے

معلوم ہوا ہے کہ قاضی الاولیا قصبتہ کیچ میں ایک مدت تک زہ نذر رہے اور آپ اسی گروہ کے

قاضی تھے جو حضرت برہان الدین غریب کے ہمراہ دہلی سے دولت آباد آئے ہوئے تھے۔

مسئلہ یہ تھا کہ آپ کا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے اسکے بعد معلوم نہیں کس سن میں انتقال فرمایا

ہر خیز آپ نافذ الحکم قاضی تھے لیکن سماع کو جائز رکھتے تھے اور خود بھی گاناسن لیتے تھے۔ اگرچہ

بظاہر احکام شرعیہ ہر شخص کو نفع و سرور سے بالکل محترز رہنا چاہئے مگر ہماری یہ طاقت نہیں

**مجلس سماع** کہ ہم علما اور مشائخ سلف پر اس مسئلہ کے نسبت چوٹ کریں بڑے بڑے مذہبی علما

اس چاٹ سے خالی نہ تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کس پایہ اور شان کے زاہد تھے کون انکے

تقدس کا انکار کر سکتا ہے وہ خود فن نغمہ میں بہت سے سروں کے موجد ہیں۔ اسحاق موصلی

ایک بڑے زبردست فقیہ تھے وہ بھی اس فن میں اعلیٰ مرتبت کے دستاویز مانے گئے ہیں۔

حیدر بن احمد بن ابراہیم البجی ثم الرومی جنکی کنیت ابو الحسن برہان الدین لقب تھا شیراز میں

شعر پڑھ کر پیدا ہوئے باوجودیکہ آپ بڑے دیندار اور کثیر العبادت تھے تاہم علم موسیقی اور

الحان کی ریاست آپ پر فتمی ہوئی فن نغمہ کے علاوہ روم میں آپ کا فتویٰ عزت کی نگاہ سے

دیکھا جاتا اور اس پر عمل کرایا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ خوش آوازی خدا کے نعمتوں میں سے

ایک عمدہ نعمت ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر حضرت رسالت پناہ صلعم و صحابہ و تابعین و علما و مشائخ

کے وقت میں مجلس سماع کا رواج نہ تھا تاخرین مشائخوں نے اسکو وضع فرمایا ہے اور وہ آدنکے

نزدیک مستحبات متصوفہ سے ہے مگر وجوب او کا بدعت ہے یہاں پر ہم حلت و حرمت سماع سے بحث کرنا نہیں چاہتے مشرب کے لحاظ سے سماع کے تین فوائد بتا سکتے ہیں اول یہ کہ اصحاب ریاضت و ارباب مجاہدہ نے رفع ملال نفس و قلب و رفع فتور اعمال و قصور احوال کے لئے اصوات طیبہ و الحان مناسبہ و اشعار ہیچہ مشوقہ کو شرعی قواعد کے ساتھ ترکیب از دیا و صف روحانی قرار دئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اکثر سالکون کو آثنا، سیر و سلوک میں بوجہ ظہور و استیلائے صفات نفوس اکثر واقعات اور نیز طول فراق و تیزی اشتیاق میں نقصان پیدا ہوا کرتا ہے اوس کے اٹھانے اور مزید احوال مفتوح ہونے کے لئے سماع لذیذہ اور غزل و صف الحال کو تحریک و داعی شوق سمجھتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ جن سالکون کا حال ہنوز سیر سے طیرانی کی قوت و جذبہ حدت پیدا نہ کی ہو تو وہ اس سماع کے ذریعہ سے غبار ہستی و تری حدوث کو بخوڑ کر نفس اور قلبی غواشات سے تنفس بنکر فضاے قرب ذات میں طیرانی کرنے لگتے ہیں اوسوقت اُن کا سیر طیر کے ساتھ اور سلوک جذب کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے اور محب اپنے محبوب کے لئے آن واحد میں اس قدر راستہ طے کرتا ہے کہ اگر بغیر سماع کے طے کرنا چاہے تو سیر و سلوک میں ساہا گزر جائیں۔ ان فوائد کے رو سے قاضی ہند رحمۃ اللہ علیہ کا باوجود منصب قضا کے سماع فرمانا ہرگز قابل اعتراض شرعی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے زمانہ کی مجلس سماع باعث ہلاکت و وبال ہے کیونکہ اوس مجلس میں کئی قسم کے لوگ جمع رہتے مگر دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ ہم مجلس متصوفہ کے ہنشین ہیں مگر اُن کی اصلی غایت خواہشات نفسانی و حظوظ طبعیت یا نامان شور بے کی طع یا رقص و لہو و طرب کا میلان یا منکرات و مکورات کا مشاہدہ یا قز انظار و جد و تبلیس حال یا صرف تبلیغ و ترویج کی گرم بازاری کے سوا قاعدہ صدق و اخلاص و طلب مزید حال سے انہیں کچھ سروکار نہیں۔ گانا سننے کے لئے پہلے ہمدرد یا رہون دوسرا سنانے والا بھی ہمدرد ہوا اور وہ صدق و ارادت کے اسرار سے گاتا ہوا اور گانا بھی ایسا مجھن آخرت کے لئے ہو ہمارا خیال ہے کہ یہ دونوں مطلوب گزشتہ زمانہ میں بھی بہت کم دستیاب

ہوں گے (فکیف یثاقی بھذا الزمان) اگر کسی کو ایسے مطلوب حاصل ہو جائیں تو پس ان کے لئے وہ بہت کافی غنیمت ہے ورنہ ترک اوسکا سلامتی دین کے لئے نہایت اولیٰ ہے۔

قصبہ کج سے (۴) کوس کے فاصلہ پر دہارور کے میدان میں ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے قلعہ دہارور جو قلعہ فتح آباد سے مشہور ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ۹۷۰ھ

میں علی عادل شاہ بجا پوری کے سپہ سالار (کشور خان لاری) کو اس میدان میں جہان قلعہ بنا ہوا ہے نظام شاہی فوج پر فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی اوس نے فتحیابی کے بعد دوسرے پر گناہ ضبط کر نیکے لئے یادگار فتح کے طور پر وہاں قلعہ کی تعمیر شروع کر دیا اور تعمیر کے بعد کشور خان لاری نے اپنے فتحیابی کے لحاظ سے اوسکا نام قلعہ فتح آباد رکھا جو آج تک مشہور اور معروف ہے۔ لیکن اسوقت اس قلعہ کی حالت بہت ہی خراب نظر آئی۔ عادل شاہیوں کے زمانہ میں یہ قلعہ تمام کن کے ہر قلعہ کے گزشتہ عظمت کا ہمسر گنا جاتا تھا۔ حالت موجودہ پر بھی غور کرنے سے اوسکے بانی کشور خان لاری کے جنگی قرائن اور فوجی بہادری کا پورا موازنہ ہو سکتا ہے۔ عادل شاہی

کشور خان لاری سلطنت میں اوسکی نظیر دوسرے فوجی افسروں میں ملنا مشکل تھا۔ اور نظام شاہی فوج کے افسر اوس سے ہمیشہ کھٹکتے رہتے کھٹکنا اس بات کا تھا کہ اوس نے اوس نظام شاہی افسروں کو ایک بار اپنے مقامی سرحد پر شکست دیکھا تھا۔ اور بہت سے مخالفت فوجیوں کی گردن کاٹ کر اوس خون آلود سروں کو خاک میں ملا دیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ بھری کئی دنوں سے انتقام کا موقع ڈھونڈ رہا تھا ۹۷۰ھ میں قدرت حاصل کر کے قلعہ مذکور کے قریب بھونچکر محاصرہ کیا کشور خان لاری قلعہ کے اندر تھا اوس نے یہ سمجھ لیا کہ اب اس محارب سے جان بڑھنا دشوار ہے اور ہر نظام شاہی فوج اور اوس کے افسر انتقام کے جوش میں اپنی بہادری اور شجاعت کا اندازہ کر رہے تھے دونوں جانب سے محارب شروع ہو گیا۔ اور دفعتاً قلعہ کی گولہ باری موقوف ہو گئی مرتضیٰ نظام شاہ بھری نے حکم دیا کہ قلعہ کے اندر مداخلت کریں جب نظام شاہی فوج قلعہ میں داخل ہوئی قلعہ کے اندر عادل شاہی فوج کا ایک آدمی ظاہر دیکھنے لئے نظر نہ آیا اور کشور خان خمی ہو

مرا پڑا تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے قلعہ پر قبضہ کر کے اور کشور خان کے سرکوتن سے کاٹکر قلعہ مذکور کے کنگورے پر لٹکا دیا تھا۔ یہ بہت بڑے عبرت انگیز بات ہے کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ کشور خان نے اس میدان میں بڑے دلاوری کے ساتھ نظام شاہی فوج کو شکست دی اور بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ فتحیاب میدان میں قلعہ بنوایا دوسرا دن اوسکو وہاں وہ نصیب ہوا کہ اپنے خون آلود سر سے کنگورے قلعہ کے عام منظر پر لٹکتا ہوا ارباب بھرت کو عبرت دلار ہا تھا۔

نقلہ (۵) گیورائی۔ یہ مقام بھی بڑا دل چپ اور پر فزا ہے۔ اس قصبہ میں بہت متبرک آثار اور مقدس اور پرانوار مزاریں موجود ہیں سب سے زیادہ مشہور حضرت شاہ نظام الدین کار و ضہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت برہان الدین غریب کے مرید اور شاہ نظام الدین حضرت شاہ کوچک ولی قدس سرہ کے پیر بھائی تھے۔ اپنے مرشد کامل سے اجازت لیکر یہاں پر قیام فرمائے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے رخصت کے وقت آپ کے مرشد نے آپ کے طرف خطاب کر کے فرمایا تھا (انتم مساد قلبی) یعنی تم لوگ میرے دل کے خوش کرنے والے ہو۔ اس جملہ سے ایسا پایا جاتا ہے کہ حضرت برہان الدین غریب کے بہت سے ارادتمند تھے اور دولت آباد کے مالک محروسہ میں جا بجا منتقل ہوتے چلے تھے۔ اس لحاظ سے اگر دیوگرہ کو اسلام گرہ کہیں تو بیجا نہیں ہے اسلئے کہ دکن کے ہر حصہ میں اسلام اور مسلمانوں کی اشاعت جتقدر ہوئی وہ سب اسی مقام سے گویا دیوگرہ اسلام کا سرچشمہ تھا جہاں سے ہر جگہ اوسکی نہریں پہیلی گئیں۔ ولایت مرہٹ کو بمقابلہ ولایت تلنگ و کنڑ شرف ہے تو اس بات کا کہ سواد مرہٹ کے ہر قصبہ و قریات و دیہات و مواضع میں بزرگان دین کی مزاریں کثرت سے ہیں۔ اور ان بزرگان دین کا سواد ولایت ہمارا شٹر میں جا بجا پھیلنا کون سی تعجب انگیز بات ہے تقریباً (۱۱۰۰) اولیا دہلی سے دولت آباد آئے تھے (۷۰۰) ولی منتخب الدین زر زری بخش اور (۴۰۰) ولی برہان الدین غریب قدس سرہما کے



ہمراہ تھے۔ اور ان ہر ایک کے ارادتمندوں کا سلسلہ قائم کیا جائے تو سواد ولایت مرہٹ  
مردم خیر سمجھے جائیگی اور قبضہ الاسلام ملتان کے بعد اسی ولایت کو شرف حاصل ہوگا۔

قصبہ کیورائی میں شاہ اچل ایک عجیب و غریب درویش گذرے ہیں آپ کے نام سے  
شاہ اچل غالباً تعجب ہوگا مگر اسرار طریقت و حقیقت میں کامل دلی تھے۔ فیض باطنی کے

قوت اور نظر کیمیا اثر کی تاثیر سے ہر شخص کو اپنا مقصد بنا لیتے تھے۔ ہم نے اس قصبہ میں اور  
ایک بزرگ کی زیارت کی جنکا نام مقدس سید شاہ حیات اللہ ہے۔ آپ اپنے والد سید

شیہ حیات اللہ اشجاع الدین قادری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ شہر کلبرگہ سے یہاں تشریف لائے  
تھے۔ بہت سے روسائے قصبہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کیا تھا۔ طریق آپ کا قادریہ ہے

نسب آپ کا حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو منتهی ہوتا ہے  
وفات آپ کی، جمادی الآخر ۱۲۹۱ء میں ہوئی۔ قصبہ مذکور میں اور بھی ایک چھوٹا سا  
مقبرہ ہے جس کے اندر حسن خاں صاحب مدفون ہیں آپ بڑے عارف کامل تھے۔ اور ہمیشہ  
ذکر ارہ کیا کرتے تھے۔

تعلقہ (و) آسٹی۔ یہ مقام نہایت فرحت افزا ہے۔ مجھ کو ایک بار یہاں جانیکا اتفاق  
ہوا جب میں قصبہ کے قریب پھونچا تو آبادی سے ملی ہوئی چھوٹی سی (تلوار) ندی بہتی

نظر آئی مجھ کو یہ مقام ندی کے متصل ہونے کی وجہ سے بہت ہی خوشنما معلوم ہوا۔ آب ہوا  
بھی معتدل ہے خصوصاً گھوڑوں کے لئے یہاں کی آب و ہوا تو قدرتی مصالحہ سے کم نہیں۔

اس تعلقہ میں ایک مقام ہے جسکو (مان) کہتے ہیں اس جنگل میں گھوڑے بڑے قوی ہیکل  
خوبصورت چالاک۔ تیز خرام پیدا ہوتے ہیں کاش اگر ابو عبیدہ <sup>ؓ</sup> و <sup>ؓ</sup> آج دنیا میں زندہ

رہتے تو وہ یہاں کے گھوڑوں کا وصف اور ہر عضو کی تعریف کرتے۔ سیوا جی <sup>ؓ</sup> مرہٹ نے

۱۵ ابو عبیدہ۔ صمی کا ہم عصر تھا ۱۵ صمی بصرہ کا رہنے والا تھا ۱۵ سیوا جی مرہٹ سا ہوجی بھوسہ کا بیٹا ہمارا شہر کا

رہنے والا ستارہ کاراجہ تھا (کا فرسے جتنے رفت) ۱۵ اس کے قتل کی تاریخ ہے ۱۲



اس مناسب آب و ہوا کے لحاظ سے عرب کے گھوڑوں کی نسل لیکر اس جنگل میں پرورش کرایا تھا جو اب تک وہ زاد و نسل قائم ہے۔ آشتی کے تعمیرات کے سلسلہ میں ہم نے کوئی شاندار عمارتیں نہیں دیکھے لیکن غوریوں کے قبور اور ندی کے اوس طرف ایک خانقاہ نظر آئی البتہ میں اس کے نسبت یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ عمارت بڑے مستحکم اور قدیم

**غوری خان** ہیں غوری خان قصبہ آشتی کا دیکھہ تھا۔ اسکی دولتندانہ فیاضی۔ بروک حوصلے بڑے سرگرمی کے ساتھ صرف ہوئے۔ اس نے قصبہ آشتی میں حضرت شاہ برہان قدس سرہ العزیز کا مرقد اور مسجد دولتندانہ عظمت کے ساتھ تیار کروایا ہے۔ کہتے ہیں کہ غوری بڑا رنگین مزاج دیکھہ تھا۔ اس نے مسجد اور مرقد بنوانے کے بعد ایک کتبہ بھی نصب کروایا ہے جس پر حسب ذیل تاریخ ہے۔

ازبرائے شاہ برہان مرشد راہ یقین	مسجد و مرقد مرتب ساخت غورین خان مہین
ازپے تاریخ تماش جوئے حستم خبر	این نوید دل بیاد شد مکمل قصہ دین

جب غوری خان کا انتقال ہوا اوسکا مرقد بھی بہت ہی مستحکم اور ذی شان بنوایا گیا ہے اسکے مرقد پر بھی ایک کتبہ لگا ہوا ہے۔ لیکن اوسکا اکثر حصہ اور حروف ٹوٹ گئے ہیں۔ اوس کے وفات کی تاریخ بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس کتبہ کے تلف ہونے سے اوس کے تاریخی حالات کا مضمون تباہ ہو گیا۔

ندی کے اوس طرف حضرت شاہ فتح بخاری کا روضہ بوسہ گاہ خلائی ہے۔ اور پکے روضہ منورہ میں عالیشان خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ بالغب قیاس حضرت شاہ فتح بخاری کا مشرب نقشبندیہ ہوگا۔ مجھکو اس آشتی میں زیادہ ٹہرنے کا موقع نہ ملا ورنہ وہاں کے جملہ یادگار مقام اور آثار قدیم کو تفصیلاً بیان کرتا سچ تو یہ ہے (کہ کار دنیا کسی تمام نہ کردہ) گیرید مختصر گیرید۔

سلطنت بہمنیہ میں زوال آنیکے بعد دکن میں طوائف الملوک کی قائم ہو گئی۔ بجا پور میں



غرب ایک مسجد بنوائے ہیں جس پر اس طرح کتبہ ہے۔

در زمان شاہ عالمگیر کامل غازی	بود ناہر خان غوری مسکین نواز
در وطن گامش ز سعی و اہتمام قاضی	نام او باشد حبیب اللہ دایم نیک سائ

اس کتبہ سے سنہ کا پتہ نہیں چلتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سنہ کے حروف یا اعداد ٹوٹ گئے ہیں۔ اور ناہر خان غوری خان کے اولاد میں سے تھا۔

**پاٹوڈہ** پاٹوڈہ تعلقہ صرف خاص کا علاقہ ہے لیکن ضلع بیر میں واقع ہے۔ اس تعلقہ میں موضع کارے گاؤن ایک موضع ہے۔ اس موضع کے ایول باڑی میں حضرت سید جان کا قدس سرہ العزیز کا روضہ بوسہ گاہ عالم ہے۔ آپ اولیاء متقدمین سے عابد و زاہد و متقی مظہر سید جان بیرا خوارق و کرامات ہیں۔ آپ بھرے کے رہنے والے رفاعیہ خاندان کے پیشوا تھے اگر کوئی مجروح آپ کے روضہ منورہ کے نزدیک رکھ کر رحم پٹی کرے تو زخم کا اندمال جلد ہو جاتا ہے خصوصاً زخم ختنہ کا اندمال ایک شبادر روز میں بلکہ یہاں تک کہ ابھی ختنہ ہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد آثار صحت نمایاں ہو جاتے ہیں کل مرہٹواری اور اکثر کرناٹکی انگریزی و پونہ و ستارہ و ناسک و ترماک و گھوڑندی و گجرات و سورت و بڑودہ و احمد آباد و برہان پور و آئیچپور کے مسلمان اپنے لڑکوں کو لا کر یہاں ختنہ کراتے ہیں بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی نقش ایول باڑی سے ایک کوس کے فاصلہ پر موضع لالونڈی تعلقہ جام کھیر ضلع احمد نگر میں واقع ہے۔ ایول باڑی میں صرف آپ کا چلہ بنا ہوا ہے۔ مرہٹوں کو مسلمانوں سے جس قدر مذہبی عداوت ہے وہ ظاہر ہے باوصف اسکے یہ لوگ آپ کے مزار کے حدود میں مسلمانوں کا پکا پکا یا کہاتے ہیں اور حد سے باہر ہوتے ہی پھر مسلمانوں کی روٹی کو ہاتھ نہیں لگاتے اور ان سے بے انتہا پرہیز کرتے ہیں۔

اس تعلقہ میں ناراین گڑھ ایک مقام ہے یہاں کی جائز اہت مشہور ہے خلق اللہ کا نہایت ہجوم رہتا ہے دراصل بیان پر مرہٹوں کا معبد ہے جسکی تعمیر میں تقریباً ۵۰ سال کا عرصہ گزرا ہو گا ۱۲۔

## ضلع بیر۔ وسعت آبادی۔ مردم شماری۔ عین زراعت۔ فصل

اس ضلع کا طول تعلقہ آشتی کے مغربی حدود دریائے سینا سے تعلقہ آنہ جوگائی کے انتہائے مشرقی حد تک شرقاً (۱۲۵) میل۔ اور عرض زیادہ سے زیادہ دریائے مانجرا سو گوداؤں تک (تختناؤں ۵۰) میل۔ رقبہ اس ضلع کا (۴۱۳۰) مربع میل۔ اور مردم شماری (۶۴۲۴۲۲) ہے اور عین زراعت عمدہ سرسبز (۱۶۳۴۰۶۸) ایکڑ محلی (۱۲۸۲۹۱۸) روپے دس آنے چھ پائی ہے جغرافیہ دکن مطبوعہ ۱۳۴۲ھ میں سالانہ آمدنی کے نسبت (۱۳۴۰۱۳۱) روپے لکھ مالی بتلایا ہے۔

## ضلع بیر کی طبعی صورت

سلسلہ بالاگھاٹ مغربی حصہ میں دو در تک پھیلا ہوا ہے۔ اسکے سواے اور تین بڑے بڑے سلسلے پہاڑوں کے اضلاع میں دو در تک چلے گئے ہیں جنوب کے طرف چند وسیع میدان بنجر پڑے ہیں پہاڑوں کے وادیوں میں سرسبز جاڑی ماہوار زمین کو ڈھائی ہوئی ہے۔ دریائے گوداؤں شمال میں اور دریائے مانجرا جنوب میں مغرب سے مشرق کو بھتی ہیں۔ اون کے سواے سینا ندی مغربی حد پر بھتی چلی گئی ہے۔ اور نیز بنیلا۔ کنشکا۔ سرسی۔ وان۔ کرپرہ۔ سینہنا ضلع کے اندر بھتے ہیں۔

## ضلع بیر۔ پیداوار۔ حرفہ۔ زبان و مذہب خصلت

پیداوار۔ اس ضلع کی سرزمین میں گیہوں۔ چنا۔ جوار۔ باجرہ۔ روٹی۔ نیل۔ نیلگر۔ ولایتی مونگ۔ اسی۔ کلڈی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ حرفہ۔ چاگل۔ گپتی۔ ددرنگی کپڑہ۔ زرین جوئے۔ عمدہ بننے ہیں۔ باقی زرگری۔ آہنگری۔ بخاری۔ سہاری کا حرفہ معمولی طور پر ہے۔ البتہ ضلع کے مجلس میں قاسم ناڈیڑ بنان اچھے بنے جاتے ہیں۔

زبان و مذہب۔ بیانی بولی قدیم مرہٹی ہے لیکن اردو بھی کثرت سے کہی جاتی ہے

اور سرکاری دفتر بھی مرہٹی اور اردو زبان میں ہے۔ مذہب کے لحاظ سے دیکھا جاسے تو ہنود بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ ہیں اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ یہ انھیں کی موروثی ولایت ہے۔ یہاں کہ مسلمانوں کی قدامت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کا وجود تقریباً (۶۰۰) برس کا ہے۔

خصلت: آدمی اس ضلع کے سپاہ نش مخمٹی مضبوط بلند پیشانی خلیق گندم رنگ ہوتے ہیں۔

## دوسرا مقالہ بیر۔ اور یہاں کے حکام اور اون کے اجمالی حالات

مجھ کو اس بات کی تمنا رہی ہے کہ (بیر) کے گزشتہ نامور فرمانروایان ہنود و اسلام کا ایک سلسلہ لکھوں جس کا یہ طرز ہو کہ بیر میں آج تک حکومت کے جتنے سلسلے قائم ہوئے ان میں سے وہ نامور انتخاب کر لئے جائیں جو اپنے ہمعصر طبقہ میں عظمت حکومت کے اعتبار سے اپنا ہسر نہ رکھتے ہوں اور ان کے ایسے حالات لکھے جائیں کہ تاریخ کے ساتھ (لافت) کا مذاق بھی موجود ہو۔

لیکن افسوس کہ ہمارے نزدیک وہ کتابیں نہیں جو ہماری اس تمنا کو پوری کر سکے معین و مددگار ہو سکیں۔ حالانکہ ادن کتب کا ہمدست ہونا میری اس خواہش کے تکمیل کے لئے نہایت ضروری تھا۔ قسمت سے زیادہ کیا چیز میسر ہو سکتی ہے۔ اور نامید کتابوں کو ہم کہاں سے پیدا کر سکتے تھے۔ اور نہ آئندہ ہماری مستعار حیات کا بہرہ دہ ہے اس دور و زکی زندگی میں اتنے بڑے وسیع خیال کا پورا کرنا ہمارے امکان سے باہر تھا۔ مجبوراً ہم نے اس تاریخ میں ان حکام کو انتخاب کیا ہے۔ جن کے حالات رایان دکن و سلاطین اسلام ہند و دکن کے تفصیلی واقعات میں (ضمناً) معلوم ہوئے اور حسب قدر عمارات قدیم واقع قصبہ بیر کے کتبوں سے پتہ چلا۔ جن حکام کے حالات

مین نے اس تاریخ مین بیان کیا ہے۔ ان حکام کے سوا اور بھی بہت سے حکام اس سیر ملک تھے جنکی سوانح عمری سچانیکے قابل تھی مگر یہ نہ چلنے کے سبب ادنکی ذی عزت رسی اس تاریخ کے یادگار دربار سے بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ اٹھالے گئے۔ جن حکام کو ہم نے اجمالاً دانتخاباً اس تاریخ مین بیان کیا ہے وہ یہ ہین۔

دریودھن کی سلطنت۔ نسب۔ کوروانی پانڈوانی نزاع

پانڈون کی جلاوطنی۔ دکن مین اونکا سرچھپاتے پھرنا

دریودھن۔ دہتراشٹربن چتربرج کا بیٹا۔ اور دہتراشٹر کے بھائی پنڈ کا بہتیجا اور ہستنا پور کے راجہ بہرت کے اڈلا دین سے دکن کا بھی راجہ تھا۔ اسکی مان کندھاری قندھار کے راجہ کی بیٹی تھی۔ اس راجہ کا خاندان کوروان کے لقب سے اور اوس کے چچا زاد بھائیوں کا خاندان پانڈوان کے لقب سے مشہور ہے۔ بیاس حکیم نے ان دونوں خاندان کے رزم و بزم اور فصیح و مواعظ و حکایات و روایات بڑی شرح و بسط کے ساتھ لکھ کر اوسکا نام مہا بھارت رکھا ہے اس کتاب کے مصنف کو ہنود بڑا مقدس بلکہ نفوس قدسیہ اور زندہ جاوید سمجھتے ہین۔ دریودھن نے اپنے چچا زاد بھائیوں کو قمار بازی مین ہار جانے کی وجہ سے (۱۲) سال جلا وطن رہنے کا حکم دیا اور یہ قید لگا دیا تھا۔ کہ کوئی انسان تم کو دیکھنے نہ پائے۔ ورنہ پھر (۱۲) سال جلا رہنا پڑیگا۔ اوس کے وہ چچا زاد بھائی (۱۲) سال تک نحوست کعبتین کی وجہ سے دکن مین بسر کرتے رہے لیکن چونکہ دریودھن مملکت دکن پر قابض تھا اون بیچاروں کو شرط سبق الذکر کی پابندی مشکل ہو گئی تھی ناگزیر تغیر لباس و وضع کر کے ولایت پائین دکن مین ایسے چھپے رہے کہ دریودھن اونکی تلاش سے عاجز آ گیا۔ قصبہ برکے شامری کا سنی ماتھ بیان کرتے تھے کہ اوس زمانہ مین قصبہ برکے کو (درگاؤ تھی) کہا کرتے

تھے اور یہ قبیلہ ان کے زیر حکومت تھا العلم عند اللہ۔

## راجہ بکرماجیت کی سلطنت - اور اوسکی بہن چنپاؤتی کی ولایت - بیر پر حکمرانی

راجہ بکرماجیت - قوم کا کھتری پورا - اور بڑا داد گستر سخی عادل اور ارد شیر کا معاشر تھا اسکے سایہ عاطفت میں ہر شہر و دیار کے لوگ پرورش پاتے تھے - اسکے حالات میں بہت سے اختلاف سنے گئے - اسکا باپ دادا (ادجین) کا فرمان روا تھا - اس راجہ نے اوڑیسہ بنگ بہار - گجرات - سومات - دہلی اور تمام مملکت دکن کو بھی تسخیر کر لیا تھا - اس راجہ کے زمانہ میں ولایت بیر کو بنی کہا کرتے تھے - اوسکی بہن چنپاؤتی نے اپنے قومی اور مذہبی دیوڑہ گرجاغت کی حمایت سے بیر پر تسلط حاصل کی اور اس شہر چنپاؤتی کے قدیم نام بنی کو اپنے نام چنپاؤتی نگر سے بدل دی - طرح طرح کے جدید عمارات اور قسم قسم کے اکنات و معابد بنوائی - اسکے زمانہ میں اس شہر کی آبادی و آراستگی و شائستگی میں دونی آبداری پیدا ہو گئی تھی - بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ چنپاؤتی بنگالے کے راجہ گوپی چند کی بہن تھی - بعض اس کے نسبت اور کچھ تعبیر کرتے ہیں ہمارے نزدیک گزشتہ ہندوؤں کے قصص و حکایات لغو ہیں اور ادن کے تمام تحریرات جھوٹے کہانیوں اور باطل خیالات سے ملبوہ ہیں انکی گزشتہ تاریخ صرف اٹکل بچو پو لکھنا پڑتا ہے - صحیح پتہ نہیں معلوم ہوتا - چنپاؤتی کا اصلی حال کہ وہ کون تھی اور کون تھی نہ تو اوسکی کوئی تاریخ لکھی ہوئی دیکھی گئی اور نہ کسی قسم کے آثار ولایت بیر میں پائے جاتے ہیں - البتہ اس قدر اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ میں موجود تھی اور اوس نے یہاں غلبہ پایا اور اس ولایت کو اپنا دار السلطنت مقرر کیا - اور اوسکے قدیم نام کو اپنے نام سے بدل دی جو آج تک اوسکی عام شہرت ہے -



## ساباہن کا خروج - بکراجیت کا قتل

اور سابلابہن کا دکن کی شاہی راکٹفا کرنا

(۱۸۲۰ء)

ساباہن - کسی برہمن کا بیٹا دکن کے زمیندار سے تھا۔ اسکے زمانہ کو آج تقریباً  
برس ہوتے ہیں۔ اس نے بغاوت کر کے راجہ بکراجیت کو زبردہ کے کنارے قتل کیا  
اور سوقت سابلابہن کی عمر (۲۷) برس کی تھی۔ دکن کا ملک چھینکے بعد اس نے مونگی  
پٹن میں گوداوری کے کنارے پر اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ درحقیقت یہ راجہ بڑا زبردست  
ہوا ہے۔ ولایت بیر بھی اسکے حدود ولایت میں شامل ہو گئی تھی۔ اسکے بعد اسے قدر  
پتہ چلتا ہے کہ جادو میں راجپوت سلطنت کرتے تھے۔

## رام دیو کی سلطنت - نسب - اوسکا تمول۔

دکن میں اسلام کا آغاز - ہندوؤں کی سلطنت کا خاتمہ

رام دیو - قوم کامرہٹہ اور حضرت فوج علیہ السلام کے تیسرے بیٹے حام کے اولاد میں  
ذات کا جادو مبنی تھا۔ ۱۱۹۹ء میں اوس کے خاندان میں سلطنت آئی اور انھوں نے  
دیوگرہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا تھا۔ تقریباً (۱۲۹۶) برس تک اس خاندان کے  
لوگ ایک دوسرے کی جانشینی کرتے رہے۔ رام دیو کے نزدیک اس مدت کا جمع کیا ہوا  
موردنی خزانہ موجود تھا۔ اس سے زیادہ اوسکا تمول ہونا اس سے ثابت ہے کہ اوسکے  
ایک ادنیٰ پیش کش اور نذرانہ پر علاؤ الدین خلجی کو وہ قوت حاصل ہوئی کہ تمام ہندوستان  
کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ رام دیو دکن کے تمام راجاؤں میں بڑا راجہ تھا۔ ۱۲۹۴ء میں  
۱۲۹۴ء میں علاؤ الدین خلجی نے قلعہ دیوگرہ کا محاصرہ کر کے نہایت سخت پرخطر جنگ  
کے بعد رام دیو کو شکست دیکر اپنا نام فاتح دکن کے مدین سب سے اول لکھوایا ہے۔



علاؤ الدین کے پہلے دکن پر کسی مسلمان بادشاہ کا حملہ نہیں ہوا تھا۔ اس قلعہ کا میدان کئی ہزار سال سے مسلمان سواروں کے گھوڑوں کے سم کی آفت سے محفوظ تھا۔ اور نہ یہاں کے لوگ کبھی مسلمان بہادروں کی صورت کو دیکھے تھے اور نہ اون کے ضرب شمشیر و تبر سینہ شکاف سے واقف تھے۔ تمام کفار ان دکن کے حق میں علاؤ الدین پھلا مسلمان ہے جس نے دکن کے کافروں کو اسلام کے دمار شمشیر سے اسلامی جرات کا ذائقہ چٹایا تھا۔

**سنکھ دیو** سنکھ دیو راجہ رام دیو کا بڑا بیٹا اور علاؤ الدین کے حملہ کے وقت ولایت ہیر پرانے مندر میں پوجا پاٹ کے لئے آیا ہوا تھا۔ علاؤ الدین کی آمد سنکھ آندھی کی طرح دیو گڑھ بھونچ گیا اور بہت سی فوج لیکر دیو گڑھ سے تین کوس پر اسکا مقابلہ کیا رام دیو نے ہر خنجر اسکو منع کیا اور مسلمانوں کی بہادری جانی مگر اس نے نہ مانا اپنے لشکر کی کثرت اور راجہ ہارے خاندیس و گونڈرانہ و مالوہ کی امداد کے بہرہ اور اپنی نشہ جانی کی سرشار حالت میں بے اختیار اسلامی فوج پر جاگرا لیکن علاؤ الدین نے اسکو تہ و بالا کر دیا رام دیو کے بہت سے رشتہ دار گرفتار ہو گئے تھے تاہم رام دیو نے پوشیل کارروائی سے اس کے ساتھ مصالحت کر لی۔ رام دیو شہر کے پہلے مر گیا تھا اور سنکھ دیو ۱۲۸۶ء میں ملک کافور کے مقابلہ جنگ سے مارا گیا۔ اگر رام دیو کی وفات ۱۲۸۶ء میں ہوئی ہے تو گویا اس نے علاؤ الدین کے عہد میں قلعہ دیو گڑھ فتح ہونے کے بعد (۱۶) برس سلطنت کیا مگر اس مدت تک اسکا فرمانروا رہنا خود مختار حیثیت کا تھا بلکہ علاؤ الدین کی تاج بخشی سے اور اس کے مطیعانہ خراجگذاری کے ساتھ سلطنت کرتا رہا۔ رام دیو کے بعد اسکا بیٹا سنکھ دیو (۳) سال سے زائد اپنی موروثی سلطنت پر قابض رہا۔ بہر حال اس خاندان کی ابتدائی سلطنت قلعہ دیو گڑھ پر ۱۲۹۶ء میں قائم ہوئی ۱۳۱۲ء کو اونکا خاتمہ ہو گیا۔ قلعہ دیو گڑھ پر تقریباً جادو میں راجہ پوت

کے بعد دیگرے (۳۱۴) سال سلطنت کرتے رہے ولایت ہیر بھی اس مدت میں ابتدا سے انتہا تک اسی خاندان کے راجاؤں کے قبضہ میں رہی آخر علاؤ الدین کے غلام ملک فخر نے اطاعت گزار راجاؤں کے سواے باقی سب ملک اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور قلعہ دیوگرہ کو دکن کا دارالسلطنت بنایا اور ایسا رعب بٹھایا کہ پھر کسی کو یا رائے سرکشی نہ رہی

قلعہ دہرا گڑھ یا دیوگرہ  
یاد دولت آباد

یہ قلعہ ایک محزوظی پہاڑ پر بنا ہوا ہے اور نہایت اچھی مضبوط دیوار اور برج اور کھائی کے سوا اس پہاڑ کا ڈھال غصب کا ہے کہ جس پر

چڑھنا نہایت دشواری سے ہوتا ہے۔ قلعہ در قلعہ ایسے تین قلعے ہیں۔ راجہ بھوج پوری مالوہی کے زمانہ میں اس قلعہ کا نام (دہرا گڑھ) تھا۔ مہاراشٹر اسی شہر اور اس کے اطراف سے مراد ہے قدیم زمانہ میں حدود اربعہ اسکی یہ تھے۔ مشرقی حد ست بڑا پھاڑ تک۔ مغربی حد نندو د سے دامن تک اور دامن سے سمندر کے قریب گوانگ۔ جنوبی حد کرناٹک و تلنگانہ ہے جو گوا سے شروع ہو کر کولاپور اور بیدرین گذر کر چاندہ میں ختم ہوتی ہے۔ شمالی حد کوہ ست پڑے سے نندو تک جو زبدا کے قریب ہے۔

مہاراشٹر کا وہ حصہ جو مغربی گھاٹ اور سمندر کے درمیان سد اشیلو گڑھ سے تا بتی ندی تک چلا گیا ہے کانکن کہتے ہیں اس شہر کے قدیم باشندے شمالی روس اور منگولستان کے رہنے والے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس قلعہ کو بدھ مت مذہب کے لوگوں نے بنوایا تھا۔ جسکو آج تقریباً (۱۹۶۱) برس ہو چکے ہیں۔ اور نیز وہاں کا کوہ ایلورہ انہیں بدھ مت کے عجیب و غریب صنعت و قدرت انسانی کے ہنرمندی کا نمونہ ہے۔ ان مندروں کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کے گذشتہ مرتبے بڑے صاحب لیاقت تھے۔ اس قلعہ کے اندر جو مینار ہے اسکا بانی سلطان علاؤ الدین خلجی تھا۔ اس نے قلعہ دیوگرہ فتح ہونے کے بعد یہ مینار بنوایا اور اس پر اسلامی پہریہ چڑھادیا تھا۔ سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے ۳۳۰ھ میں دیوگرہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیکر اسکا نام دولت آباد رکھا

اور پہاڑ کا ٹکراؤ کو تعمیر کر دیا تھا۔ راجہ رام دیو کے زمانہ میں اس قلعہ کی آراستہ گی نہایت اچھی تھی۔ اور ولایت بیر کو قلعہ دیو گڑھ سے بہت قریب بلکہ اس کے زیر فرمانروائی رہنا کوئی تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ ولایت بیر قلعہ دیو گڑھ سے بہت قریب بلکہ اس کا صحن سمجھا جائے تو بجا ہے۔ اس ولایت بیر نے بھی علاؤ الدین کے عام تسلط سے اسلامی عزت حاصل کی اور اس کے طرف سے اسلامی عمال بھی نائبوں کا تقرر ہوا یہاں کے قدیم کفار و ن نے اپنی دوروزہ حکومت میں جو مذہبی آئین قائم کئے تھے وہ سب ہوا گئے اور جابجا اسلام کا منور چراغ روز افزون ترقیوں کے ساتھ روشن ہوتا گیا۔

## سلطان علاؤ الدین خلجی کی سلطنت - فتوحات قلعہ دیو گڑھ اور اہم کاموں کا ترمو - سلطانی احسان کا صلہ - ملک فوج قلعہ دیو گڑھ پر مقرر ہونا علاؤ الدین کی وفات

سلطان علاؤ الدین خلجی سلطان جلال الدین خلجی فیروز شاہ کا بیٹا اور سکندرنانی کے لقب اور چنگیز خان کے داماد قاج خان کی نسل سے مشہور تھا۔ اس کی مستقل سلطنت ۶۹۲ھ میں قائم ہوئی۔ قلعہ دیو گڑھ کے پہلے حملہ کے وقت اپنے چچا کے ممتاز افسروں میں تھا اس نے راجہ رام دیو سے (۶۰۰) من طلا (۱۰) من مروارید (۲) من جواہر لعل و یاقوت و الماس (۱۰۰۰) من نقرہ (۴۰۰۰) من جامہ ابریشمی و دیگر اجناس حاصل کیا تھا جس وقت علاؤ الدین ہندوستان کے شاہی تخت پر جلوہ گر ہوا اس کو اس بات کا اعتراف تھا کہ مجھ کو ہندوستان کی شاہنشاہی رام دیو کے پیش کش گراں بہا فتوحات کی بدولت نصیب ہوئی اور میری ہر قسم کی اقبال ہندی سے بد لگتی۔ سلاطین ہندوستان میں کسی کے پاس اس قدر خزانہ نہیں تھے جو تہا رام دیو اپنے خزانہ معمر رکھتا تھا۔

رام دیو باوجود اسکے کہ اوسکو علاؤ الدین نے پہلے حملہ پر شکست دیکھا تھا لیکن یوگیل تدبیرون سے قلعہ دیوگرہ کو چھوڑا اور بظاہر خراجگذاری کا وعدہ کر کے قلعہ پر بدستور قابض رہا اور ترمذانہ طرز بد لکرتین سال کا خراج نہیں بھیجا اور یہ نہیں خیال کیا کہ علاؤ الدین کی افسری حالت آب شاہنشاہی سے بدل گئی ہے۔ علاؤ الدین مذکور کو اوس کے اس بد عہدی پر بڑا جوش اور غصہ آیا اور اپنے غلام ملک نائب کا فور کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ رام دیو کے مقابلہ پر بھیجا۔ ملک کا فور ولایت مرہٹ لڑتا ہڑتا اور ترمذین کو اطاعت قبول کرتا اور ولایت مرہٹ کو اپنے امرا پر تقسیم کرتا اور جا بجا تسلط پھیلاتا ہوا قلعہ دیوگرہ کے حدود میں پھونچ گیا۔ رام دیو نے دل میں کہا کہ یہ غلام بھی سلطانی تہر کا ایک نمونہ ہے اس فیاض میزبان کا رنجیدہ کرنا خلافت انسانیت ہے اس لئے اوس نے اپنے بڑے بیٹے سنگلدیو کو اپنے مشہور اور نامی قلعہ دیوگرہ میں چھوڑ کر دوسرے بیٹوں اور قرا بتدارون کے ساتھ ملک کا فور سے جامللا اور دردناک لہجہ سے مغرت کر کے صلح کی درخواست پیش کی اور سلطان کے طروت اشارہ کر کے کہا کہ مجھ کو اوس حضور کے ذرہ نوازی سے جو عزت ملی ہے کیا میں اوسکو اس گستاخی پر کہ تین سال کا خراج نہیں بھیجا تھا) تباہ کر دوں گا۔ اگر آپ میری آبرورکھیں تو اوس کے صلہ میں یہ نذر حاضر ہے۔ ملک کا فور نے سلطان کی محبت میں رام دیو کے طرف سے ایک عرضی لکھی جس میں اوس کے اطباع و اخلاص عقیدت کا دلفریب مضمون تھا۔ علاؤ الدین نے ملک کا فور کے تحریر پر رام دیو کو دربار شاہی میں بلا لیا جب رام دیو علاؤ الدین کے روبرو آیا تو علاؤ الدین کو سلطانی بلند حوصلے نے یہ رائے دی کہ رام دیو کی سابقہ فتوح اسکے تسخیر سے کم قیمت نہیں ہے اس لئے علاؤ الدین نے اوس کے احسانات کے کافی صلہ میں (چتر سفید) اور (راے رایان) کا خطاب دیا۔ یہ پہلا خطاب ہے جو اسلام نے ولایت مرہٹ کے راجہ سرفراز فرمایا

بلکہ دکن میں کسی راجہ کو رام دیو سے پہلے اسلام کے طرف سے کوئی خطاب نہیں ملا۔ علاؤ الدین نے نہ صرف خطاب بلکہ رام دیو کو اس کے مقبوضہ ولایت و ممالک کے سوائے اپنے طرف سے اور بھی بلاد دیکر دہلی سے دیوگرہ کے جانب روانہ کیا۔ دہلی کے تمام اعیان و عائد و افسران فوج بڑے جوش سے دور تک پھونچنے کے لئے اس کے ہمراہ تھے۔ ام دیو اعزاز و اکرام کے ساتھ قلعہ دیوگرہ کو پھونچا اور سلطنت کرتا رہا اس کے بعد اس کے بیٹے اپنے باپ کے مقبوضہ ولایت پر قابض رہے۔

سلسلہ برہمن ملک کا فوراً رام دیو کے بیٹے کو قتل کیا اور قلعہ دیوگرہ پر قبضہ کر کے سلطان علاؤ الدین کے حکم سے ایک مدت تک قلعہ مذکور میں تمام دکن کی حکومت کرتا رہا۔ ولایت برہمن اس کے معزز شہنشاہ اور کارکن انتظام کرتے تھے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی (۶) شوال ۷۸۷ھ میں انتقال کیا اس کے مرتے ہی راجہ رام دیو کے ہر پال دیو داماد ہر پال دیو نے دکنی راجاؤں سے امداد لی اور ولایت مرہٹ پر حملہ کر کے خود قابض و مستقر بن گیا اور کامل ایک سال کئی ماہ حکمرانی کرتا رہا اس نے ولایت برہمن کے اسلامی کارکنوں اور شہنشاہوں کو برطرف کر کے اپنے طرف داروں کو مامور کر دیا تھا۔

۷۸۷ھ میں قطب الدین خلجی تخت نشین ہوا اور ۷۸۷ھ میں دیوگرہ آیا۔ ہر پال دیو قطب الدین خلجی کو زندہ گرفتار کر کے اس کا پوست نکلوا دیا۔ اور ولایت مرہٹ کا گیا ہوا قبضہ واپس لیا اور ملک عین الملک طمانی کو قلعہ دیوگرہ پر حاکم مقرر کیا۔ ولایت برہمن قطب الدین کے زمانہ میں امرائے خلجیہ کا قبضہ تھا۔

سلطان محمد تغلق کی سلطنت۔ اس کے دکن پر دو ابابا کی تعمیر دہلی کی بربادی۔ قلعہ دیوگرہ کا ہندوستانیوں سے آیا دھونا

دکن کے ہر حصہ میں مسلمانوں کی اشاعت - تغلق کا دربار

ریلیوں کی رسائی - تغلق کا انتقال - ۱۲ محرم ۷۵۲ھ

سلطان تغلق غیاث الدین تغلق کا بیٹا اور دہلی کا عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کے عہد میں دکن کا ملک بغاوتوں کا ذل بن گیا تھا۔ اس پر آشوب زمانہ میں ولایت بیر پر امرائے دکنیوں سے جس نے قدرت پایا قبضہ کر لیا۔ لیکن محمد تغلق گونوجوان اور شاہزادگی کی حیثیت رکھتا تھا مگر بڑا بہادر اور اقبال مند تھا۔ اس نے بڑی ثابت قدمی کے ساتھ کمر بستہ ہو کر دکن کے طرف رخ کیا اور بڑے بڑے مشہور قلعے فتح کر لئے ایسے چند اتفاقات اوسکے اس دکن میں مساعت کرتے تو باغیان مرہٹ و ملنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا ۷۵۲ھ میں اسکا باپ دنیا رفتاری سے عالم جاودانی کے طرف چلا گیا۔ اوسکے فاتحہ سوم کے دن محمد تغلق تخت شاہی پر بیٹھا۔ لیکن ہفت تعلیم کے نسخہ کا ارادہ رکھتا تھا۔ موروثی اسلام مانع نہ ہوتا تو اس کے نزدیک (انا ربکوا لا علی) کا دعویٰ کرنا مشکل نہ تھا۔ قلعہ دیوگرہ کو دکن میں سب سے زیادہ پسند کرتا اور دکن کے حکمرانوں کے وقت اوسکو اپنا مستقر قرار دیتا تھا بہت سے ممالک فتح ہونے کے بعد اس نے قلعہ دیوگرہ کو اپنا پایہ تخت اور ہندوستان کا دارالسلطنت مقرر کیا۔ اور دو سال کی مدت میں اپنی خاص توجہ سے دولت آباد کی تعمیر کروایا اور سکلی پوری تعمیر ہونیکے بعد حکم دیا کہ دہلی سے تمام خلق اللہ دولت آباد کی طرف چلی جائے سلطانی حکم کے موافق دہلی کے تمام لوگ دولت آباد میں آئے۔ دہلی میں سولے وحشی درندوں کے ایک آدمی باقی نہ رہا پہر ایک مدت کے بعد سلطان نے یہ حکم دیا کہ جبکا دل چاہے دولت آباد میں رہے یا دہلی چلا جائے۔ بہت سے لوگ سلطان کے ہمراہ دولت آباد سے دہلی کو چلے گئے۔ اور بہت سے علماء اعلام و سادات عالم مقام و مشایخ کرام و حفاظ کلام و امرا و عظام و وزراء

نیک نام و صواب انا م و خواص و عوام کو ولایت مرہٹ کی خوشگوار آب و ہوا و شادابی  
 زمین و نسیم جان پرور بہت اچھی معلوم ہوئی اور نہایت خوشی کے ساتھ ولایت مرہٹ  
 میں رہنے کو قبول کیا۔ دکن میں جن لوگوں کا نسب اعزاز کے نگاہوں سے دیکھا جا  
 وہ حضرات انہیں مقدس بزرگواروں کی اولاد میں سے ہونگے ورنہ ان حضرات کے  
 خیر مقدم سے پہلے یہاں پر صرف مراہٹہ کی زادنسل قائم تھی۔ قلعہ دیوگرہ ولایت دکن  
 میں ایک بہت بڑا جلیل القدر اور واجب العظمت مقام ہے جسکو بزرگان دین و شرفاء  
 عرب کی قدم فرسائی نصیب ہوئی اور تمام دکن میں سب سے پہلے اسلامی دارالسلطنت  
 کا اوسکو ممتاز لقب ملا ولایت بیر کو بھی اوسکی ماتحتی و ہمسایگی کا فخر حاصل تھا۔ سلطان  
 محمد تغلق کے زمانہ میں باشندگان بیر کو روز افزون ترقیوں میں ہر قسم کی فیضیابی حاصل تھی  
 ۷۷۷ھ میں سلطان محمد تغلق ونگل سے بیمار ہو کر دور و دراز مسافت طے کرتے  
 ہوئے قبضہ بیر کے جانب جنوب قدرتی پہاڑوں تک پہنچا۔ یہاں کے قدرتی نہروں کا  
 پانی اپنی چمکتی ہوئی لہروں کی حرکت سے عجیب و غریب سان دکھارہا تھا۔ سلطان  
 اس مقام پر چندے قیام کے لئے ایک کنارے پہاڑ پر بیٹھ گیا اور اپنے اسٹاف کے  
 ڈاکٹروں سے کہا کیوں یہ مقام صحت مرض کے لئے کیسا ہے۔ ڈاکٹروں نے عرض کی  
 کہ حقیقت میں بے نظیر ہے۔ سلطان نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ قیام کرین اس حکم کے  
 ساتھ ہی پہاڑوں کے وسیع حلقوں میں لشکر پھیل گیا اور جا بجا خیمہ و خراہ استاد  
 ہو گیا مگر سلطان کی طبیعت اپنے لاحقہ مرض ونگل سے بے چین تھی حکما اوس کے جی  
 خوش کرنے کے لئے قبضہ بیر کے آب و ہوا کی مہج کر رہے تھے اور وہ اوسکو نہایت ذوق  
 سے سنا تھا۔ مگر پیش آنیوالی مصیبت یا تکلیف حکیموں کے دلاویز باتوں سے کہیں  
 پلٹ سکتی تھی ایکبار دانتوں میں درد شروع ہو گیا اور اسی درد سے اوسکا ایک دانت  
 گر پڑا اوسکو اوس نے اپنی فرود گاہ کے قریب دفن کرایا اور اوسپر عالیشان گنبد بنوایا

اسکے بعد اسکی طبیعت قصبہ بیر سے برداشتہ ہوئی مونگی پٹن کو چلا گیا وہاں چند روز حکمران  
سماجہ کیا۔ سلطان قصبہ بیر میں جتنے روز رہا اس مدت میں اوس نے یہاں کے عام لوگوں  
کے ساتھ نہایت لطف و محبت سے پیش آیا اور داد خواہوں کے حال پر از بس توجہ کی۔  
اوسکے جانے کے بعد قصبہ بیر کی تمام رعایا برائے اوس کے احسانندی کے جوش میں  
دیر تک شکریہ کے الفاظ ادا کئے تھے۔

سلطان محمد تعلق اگرچہ بڑا قابل اور شرع کا نہایت پابند تھا لیکن اوسکے تعجب انگیز  
حرکات سے اوس کے مشیران سلطنت ہمیشہ ناراض رہتے تھے۔ دہلی کا تباہ کرنا۔ دولت آباد  
کا بسانا۔ یہاں سے وہاں تک سرزمین بنانا۔ قلعہ دیو گڑھ کے سنگلاخ پہاڑ کو تراش کر عتیق  
خندق کہو دانا بعض مورخوں نے اوسکے اس طریق عمل کو حرکات بیہودہ پر خیال کیا ہے  
مگر متعصب مورخوں کی بے اصل شکایت کا فیصلہ ہی کیا۔ دراصل اوسکا پایہ کمال  
بہت اونچا تھا اور سخاوت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اوسکے خوبوں کے مقابلہ میں  
دوسرے سلاطین ہند کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو دو چار ہی ایسے ستودہ صفات  
گزرے ہونگے ان سب خوبوں کے ساتھ اگر اوسپر عیب کا دغ تھا تو صرف اس قدر  
کہ اوسکا دربار رزل و اسافل و لیام و سفلی ترین آدمیوں سے سجا رہتا تھا۔

افسوس ہے کہ اس سرگرم بادشاہ کے دربار میں رزیوں کی بے حد رسائی ہوئی جن سے  
سلطنت میں نقصان آیا اور تمدن و معاشرت کا نقشہ بگاڑا گیا۔ اوسکی شخصی سلطنت  
کے تمام ارکان مطرب حجام جولاہے باغبان تھے۔ اور یہ لوگ اپنے عارضی اوصاف  
سے اوس کے دربار میں فرضی قابلیت کا طرہ بنگر نمایاں ہوئے اور تمام اطراف و دیا  
ہند میں اونکی شہرت کا سکہ جگیا تھا۔ بہلا کہیں سلطنت کے معاملات حجام اور باغبان  
کے نا اہل تقرب سے چل سکتے ہیں۔ باغبانوں کو تو صرف ترکاری یا میوہ فروشی میں  
دستگاہ ہوا کرتی ہے اون سے سلطنت پر فوائد کا کیا اثر پڑہ سکتا تھا۔ اگرچہ ہم اس



ایک تاریخی واقعات سے سلطان کے ناگزیر معاملہ پر اعتراض نہیں کر سکتے تاہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ نااہل لوگوں کے تقرب سے شرفا کو صدمہ ضرور پہنچتا ہے۔ دنیا میں باغبانوں کا فرقہ دو اناحاقت شمار اور سفاکی کے حقیر لقب سے بدنام رہا اور ان کی نااہلیت کے نسبت مختلف حکایتیں لکھی گئیں چنانچہ اس موقع پر باغبان کی ایک حکایت بیان کی جاتی ہے جسکے حاقت شمار عمل سے اوس کے پر شوخ عورت نے ننگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا تھا۔ اس حکایت کو (ہدیہ مبتدی) کے مصنف نے بڑی دل چسپی کے ساتھ اپنے تصنیف مذکور کے اخیر میں بیان کیا ہے جسکا ملخص مضمون یہ ہے کہ ایک فیاض باغبانی شوہر سے روٹ کر قضاوت کے آغوش میں جا گہستی اور اپنے شوہر پر زبردستی سے عنیت کی تہمت لگاتی اور اپنے مہربان قاضی کی اعانت سے اپنے کو محل سراے قضاوت میں داخل کی اور اوسکے صلیبی طریقے کو مادر جلو بنوائی یہ اوسکے سفاکی سے کیا کم تھا۔ طرفہ یہ ہوا کہ قضاوت کے آغوش میں اور ایک لڑکا جنی اور جب اوس نے دودھ پیا تو اوس کے چہ تیوں کا پیا اگرچہ اسکا نام بالکل بجا ہوا تھا مگر مستط الراس قضاوت گھر ہونے کی وجہ پستی سے نکل کر شہرت پایا کم رتبہ کا شخص اپنی کم مائیگی کو کسی طرح دبا نہیں سکتا اور وہ فی نفسہ اپنی اس نسبت سے نفرت کرتا ہے مگر تشہیر عام پر کسکا زور ہے سلطان محمد تغلق کے اوس باغبان نے تقریب سلطانی کے باعث اور اس باغبان نے ہدیہ مبتدی کی دل چسپ حکایت سے شہرت کا ایک درجہ حاصل کیا ہے یہ عام اصول ہے کہ انسان کی شہرت بدون وجہ خاص کے ہرگز مشہر نہیں ہو سکتی جیسا کہ حجو ایک بہت بڑا مشہور شخص تھا اوسکی عام شہرت ہونیکی یہی وجہ تھی کہ وہ ملک غیاث الدین بلبن کا بہتیجا اور جلال الدین فیروز شاہ خلجی کا حریف مقابل تھا

سلسلہ ہدیہ مبتدی دراصل ایک عمدہ پند و نصیحت کا رسالہ ہے جسکو مولوی محمد قطب الدین صاحب بن محمد فیاض مرحوم مقبہ نقبہ بیر نے سنہ ۱۱۸۱ھ میں تصنیف فرمایا ہے ۱۲۔

اگرچہ فتح و نصرت آسانی ہے چھو خلیجی کے مقابلہ میں ہزیمت اٹھا چکا تھا اور یہی سبب  
اوسکے شہرت کا ہوا اگرچہ ہم کو یہ ضرور نہیں ہے کہ اس تاریخ میں اجمالی تحریروں کے ساتھ  
اوقات خراب کریں اور پراگندہ اجزا کا ایک مجموعہ بنائیں (تلك شقشقة هدرت ثم  
قوت نظم)

چہ میگنم و در چہ پر دا خستم	کجا بودم و از کجا تا خستم
بیانم دگر بار و بار کار خویش	بگویم سرا انجام اخبار خویش

ہمارا اصل مقصود یہ ہے کہ سلطان محمد تغلق کا دربار رزیون کے صحبتوں کے بغیر  
ایک دن بسر نہیں کر سکتا تھا اوسکی سوسائٹی اس رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی اور یہی اسباب  
تھے کہ اوسکی زندگی کے پُر خط مقاصد رُکے ہوئے تھے اور سلطنت میں بڑے بڑے  
فساد برپا ہوئے۔ غیاث الدین بلبن نے ۲۲ سال سلطنت کی لیکن اس مدت میں اوسنے  
کبھی رزیون سے بات تک نہ کی اوسکا دربار ہمیشہ اصیل نجیب شرفا سے آراستہ رہا  
اگر بلبن اور تغلق میں فرق تھا تو اتنا کہ بلبن شرفا کا قدردان اور تغلق رزیون کا ہریان  
تھا۔ بلبن اس نظم کے مضمون سے خوب واقف تھا۔

سزنا گسان را بر افراشتن	وز ایشان امید بھی داشتن
سر رشته خویش گم کردن	بجیب اندرون مار پروردن

سلطان محمد تغلق انہیں رزیون کی وجہ سے ہمیشہ سلطنت کے متضاد و امراض  
میں مبتلا رہا اور ۲۱ محرم ۷۸۷ھ میں دریائے سندھ کے کنارے اوسکے جیہ کا روز نامچہ  
کل نفس ذائقۃ الموت سے لکھا گیا۔

علاء الدین حسن کانگوی بہمنی کی تخت نشینی ۷۸۷ھ  
علاء الدین کا دکن کو چار حصوں پر تقسیم کرنا۔ کانگوی کی وفات ۷۸۹ھ

علاؤ الدین کا اصل نام حسن تھا۔ بعض خوشامد گو شعرا اور مورخوں نے اسکو بہرام کے نسل سے قرار دیا ہے ورنہ وہ ایک معمولی شخص تھا۔ اور شاہزادہ محمد تغلق کے بھم کا نگوی بہمن کی نوکری کرتا تھا اسی وجہ سے کانگوی بہمن اسکا جز نام ہو گیا۔ اس بہمن اس کے اصل واقعہ کو دہرانا نہیں چاہتے مگر اس قدر ضرور کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی بڑی تکلیف و فلاکت سے بسر کرتا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کانگوی بہمن نجم سے یہ درخواست کی کہ مجھکو کوئی ایسی خدمت عطا ہو کہ میں اسکو اچھی طرح انجام دے سکوں بہمن نے دہلی کی خراب اور بنجر افتادہ زمین سے چند بگیہ زمین اس کے حوالہ کر دیا۔ علاؤ الدین پہلے ہی سے عسرت میں مبتلا تھا اسکی مضطر طبیعت نے اسی قبلہ انی کو پسند کی لیکن اسکی تقدیر کا ستارہ اوایل عمر سے چمک رہا تھا اتفاق سے اسکو اسکی مزرعہ زمین میں دفینہ مل گیا لیکن اس نے دیانتاً ایک اشرفی کو ہاتھ نہیں لگایا اور جب قدر دفینہ ہاتھ آیا تھا بجنہ اسکو اپنے آقا نجم کے سامنے پیش کر دیا بہر حال وہ اس امانت و دیانت کے صلہ میں دنیوی ترقیوں کے زینے ایسے چڑھتا گیا کہ امرا سہ کے سلسلہ میں جا ملا۔ اور حضرت شیخ نظام الدین اولیا بدایونی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تائید باطنی سے شمسہء مدین گلبرگہ کے سریر خلافت پر جلوہ گرہ ہوا اور اپنی عمر کے آخری زمانہ میں اپنے جمیع مالک محروسہ کو چار حصوں پر تقسیم کر کے غرہ بیج الاول میں انتقال کیا۔

علاؤ الدین کے زمانہ میں دکن کا ملک جو چار حصوں پر تقسیم کیا گیا تھا اسکی تفصیل یہ ہے (۱) حسن آباد گلبرگہ تا حد وابل و رانچور و مدگل ملک سیف الدین غوری کے نام (۲) دولت آباد جنیر و جیل و قصبہ بیرو منوگی پٹن خان محمد کے نام (۳) برار و ماہور صفدر خان سیستانی کے نام (۴) بیدر و قندہار و اندور و کولاس ملک سیف الدین کے بیٹے اعظم سہایون کے نام تفویض کر دیا گیا تھا۔

خان محمد بن علیشاہ خان محمد - علی شاہ کا بیٹا اور سلطان علاؤ الدین حسن کا نگوئی بہمنی کا ہتھیار تھا اس نے ولایت بیر میں شاہانہ طرز ادا سے حکومت کیا۔ لیکن جنگی مہات میں مشورہ لینا اور اپنے مقبوضہ ملک میں دورہ کرنا اور ملکی حالات سے واقفیت پیدا کر کے مناسب انتظام جاری کرنا اور سکس فطرتی عادت تھی اور رعایا کی داد رسی میں ذات سے متوجہ ہوتا حق و ناحق میں بہت غور اور امتیاز کرتا تھا۔

ششمین میں بیجا نگر کے راجہ کشن رائے کے ساتھ اس نے ایک بڑے مخالفانہ جوش کے ساتھ لڑائی کیا اس لڑائی میں خان محمد کے ہمراہ (۱۰) ہزار سوار اور (۳۰) پیادے تھے۔ اور کشن رائے کے طرف سے بھوج مل رائے (۴۰) ہزار سوار اور (۵) لاکھ پیادوں کی افسری کے ساتھ سرکھ آرا تھا۔ یہ لڑائی معمولی لڑائی نہیں تھی اس جنگ میں نور و ظلمت دونوں آپس میں تلاطم امواج کی طرح یہ جوش و خروش تھے خان محمد نے اپنی دلادری کے وہ جوہر دکھائے جو اسلام کو بمقابلہ کفار دن کے دکھانا چاہتے تھا

فیل شیر شکار خان محمد کے فیل خانہ میں (شیر شکار) نامی ایک ہاتھی تھا۔ اتفاق سے وہ بھی جنگ مذکورہ بالا میں اسلامی حمایت کے لئے سینہ سپر بنا ہوا کھڑا تھا آخر اس لڑائی کے فتح مندی میں اس نے (مقدمۃ الفتح) کا پیارا لقب حاصل کیا۔ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ بھوج مل رائے کی فوج میں انتشار کے آثار پائے نہیں جاتے تھے اس ہاتھی نے ایجا ر اپنے فیلبان کی اطاعت کے خریطہ کو خرطوم سے دور پہنکے مخالف فوج پر ٹوٹا لیکن بھوج مل رائے کے ہاتھیوں نے اس پر زغہ کر کے اس کو بیکار تباہ کر دئے تھے۔ جب خان محمد کو اس بات کی خبر ہوئی وہ سرسیمہ ہو کر پانسواؤ میوں کے ساتھ اس کے نزدیک آچھوٹا ہاتھی نے خان محمد کو دیکھتے ہی ایجا ر شکر اسلام کے آگے بڑھا اور صفوف اعدا کو پامال اور بے جا کرتا ہوا تمام لشکر کفار کو ہنگام دیا۔ اس لڑائی میں اس ہاتھی نے دنیا کے عجائب و غرائب و نادریا دکار کے میدان میں اپنے نام کی دوا می کر سی لگا دی ہے۔

افسوس اوں مسلمانوں پر جن کے دلوں میں اسلام کی محبت نہیں وہ لوگ اس ہاتھی سے بھی اتریں جنہوں نے اسلام کی ہمدردی نہیں کی ایسے ضعیف الایمان مسلمانوں سے کہ جسکے روبرو اسلامی مساجد یا خانقاہیں (جوتباہ ہوئے جا رہے ہیں اس ہاتھی کو فضیلت دینا نازیبا نہیں ہے۔ خان محمد کا فیل خانہ قصبہ بیر کے جنوبی حصہ میں فیل خانہ قصبہ بیر کے اندر بنا ہوا تھا تھامز مانہ کی وجہ سے اوسکی اصلی حالت بالکل متغیر ہو گئی مگر نام اوسکا اب تک اس قصبہ بیر کے ہر صغار و کبار کے زبان پر باقی رہ گیا ہے۔

خان محمد جس تاریخ سے زبدہ و غلامہ ولایت مرہٹ یعنی دولت آباد۔ خیر۔ جیول۔ قصبہ بیر و مونگی پٹن پر مامور ہوا ایک دن بھی حاسدوں کے چشم زخم اور دکن کے بغاوتوں سے تجارت نہ پایا۔ منور خان محمد سفر بیجا نگر سے واپس نہیں آیا تھا کہ ادھر سلطان علاؤ الدین حسن کانگوی بہمنی کے لطفی بیٹے بہرام خان ماژندرائی کو کونہ دیو مرہٹ نے بہگایا اور اوسکو ایسی قدرت دلایا کہ وہ خان محمد کے مالک مقبوضہ پرتابھن و متصرف ہو گیا۔ جب خان محمد بیجا نگر سے واپس آیا ولایت مرہٹ کا تمام لشکر اوس کے ہمراہ تھا ماژندرائی نے بڑی جوان مردی سے اوس پر شب خون مارا لیکن خان محمد ماژندرائی کی طرح وحشی اور ناخوابت اندیش و نا تجربہ کار و فاجر العقل و مختل الحواس نہ تھا کہ اوسکے اس حماقت شعار حملہ سے ہلاک ہوتا خان محمد نے ماژندرائی کا ایسا بے ڈھب تعقب کیا کہ اوسکو بچھا چڑھانا مشکل ہو گیا تھا آخر حضرت شیخ زین الحق زین الدین شیرازی قدس سرہ شمس الدہ دولت آبادی کے اشارہ پر گجرات کو بہاگ گیا۔

سلطان محمد شاہ بہمنی سلطان محمد شاہ بن سلطان علاؤ الدین حسن کانگوی بہمنی خان محمد کی بہت عزت کرتا تھا اور عزت کرنا بھی سزاوار تھا کیونکہ بیجا نگر کی لڑائی میں خان محمد نے اوس کے طرف سے بے انتہا جان نثاریاں کیں تھیں۔ اور حر بات آتش بازی کے اصول پر بہت جلد واقف ہو گیا تھا۔ دکن میں آتش بازی اسی سلطان کے عہد میں شائع

ہوئی ہے اسکے پہلے توپ خانہ اور اسکے کارخانے دکن میں شایع تھے نہ اوسکار مروج تھا اسی بادشاہ کے زمانہ میں بڑے بڑے توپیں بنوائے گئے دکن میں توپوں کے بنوانیکے لحاظ سے اسکا نام مروج اتواب کی فہرست میں سب سے اول ہے۔ سلطان محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں خان محمد کے اقبال کو زوال آیا اوس نے خان محمد کو قلعہ ساغر میں قید کر دیا وہ اسی قید خانہ میں مصیبت اٹھاتا ہوا اپنے مرض الموت سے انتقال کیا۔ خان محمد کو سلطان محمود شاہ نے بانی فساد تصور کر کے قید رکھا تھا۔

## سلطان احمد شاہ بہمنی کی سلطنت - بیدر کے قدیم نام کو احمد آباد سے موسوم کرنا۔ احمد شاہ کا مشائخین سے خلوص۔ احمد شاہ کا انتقال ۲۸ رجب ۸۳۹ھ

سلطان احمد شاہ بہمنی - قوانین لشکر کشی - اور آداب فرمان روائی سے اچھے واقف تھا ۸۲۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ (۷) سال تک گلبرگہ میں سلطنت کرتا رہا ۸۳۲ھ میں اوس مقام پر جہان بیدر کی قدیم حصار تھی اپنی دارالامارتہ بنوانا شروع کیا۔ یہ دارالامارتہ ۸۳۳ھ میں اتمام کو پہونچ گئی اسی سال اوس نے بیدر کو احمد آباد بیدر سے موسوم کیا بیدر ہم نے ایک بار اس شہر کو دیکھا ہے یہاں کی زمین چینی ہوئی سرخ شجر کی طرح نظر آئی۔ تقریباً (۱۰) کوس اسکے اطراف میں سرخ زمین دکھائی دیتی ہے۔ اب وہاں کی لطافت و خوبی میں اوسکا کوئی نظیر نہیں ہے خواجہ محمود گادان نے اس سرزمین سے زعفران حاصل کیا تھا۔ یہ شہر بیدر کئی ہزار سال کے پیشتر رایان دکن کا پائے تخت تھا مالک مرہٹ و ملنگ و کرناٹک اسی پائے تخت کے تحت میں تھے۔ سلاطین بہمنیہ میں سلطان احمد شاہ ولی بہمنی وہ بادشاہ ہے جسکے عہد میں بیدر بہمنیہ کا دار الخلافہ قرار پایا سلطان احمد شاہ ۲۸ رجب ۸۳۹ھ میں انتقال کیا۔

سلطان احمد شاہ سادات۔ علما و مشائخ کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ اوائل میں حضرت شیخ محمد سراج جنیدی قدس سرہ کا متفقہ محققا۔ بعد حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ سے ارادت حاصل کیا۔ اور جب حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کے مقامات و کرامات کا آوازہ سلطان احمد شاہ تک پہنچا تو اس نے آپ کے فرزند کو اعتقاد و اخلاص کے ساتھ بلانا چاہا لیکن آپ کے فرزند شاہ خلیل اللہ گویا آپ کے باغ زندگانی کے ایک شجر تھے اسلئے آپ نے بجائے اون کے اپنے پوتے میر نور اللہ کو بھیج دئے تھے۔ یہاں میر نور اللہ کا وہ اعزاز ہوا جو کسی مشائخ کو پھر ویسی تعظیم نصیب نہیں ہوئی۔

**شاہ نعمت اللہ** حضرت شاہ نعمت اللہ ولی اپنی اوائل عمر میں شیعہ مذہب تھے لیکن حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی اشارہ سے سنیہ مذہب اختیار کر کے اسعد الباقی الیمنی کے بیٹے حضرت امام عبداللہ یا فنی قطب مکہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائے آپ کے ثمری عادات۔ ملکات نفسانی و کمالات انسانی و کشف و کرامات مشہور معروف ہیں۔ اور آپ کے تصنیفات تقریباً (۵۰۰) کتب در سالے تھے۔ لقب آپ کا نور الدین تھا اور سینہ و شیعہ دونوں فریق آپ کو ملتے ہیں۔ قریہ ماہان میں رجب کے ۲۵ تاریخ ۱۳۴۲ھ کو انتقال فرمائے آپ کے انتقال کے بعد حضرت شاہ خلیل اللہ

**شاہ خلیل اللہ** جو اون کی باغ زندگانی کے خلاصہ شمع و چراغ خاندان تھے اپنے دوسرے فرزند ان شاہ حبیب اللہ غازی و شاہ محب اللہ کے ساتھ دکن میں رونق افروز ہوئے یہاں آپ نے اپنے فرزند شاہ حبیب اللہ کا از دواج شرعی خاص سلطان احمد شاہ بہمنی کی لڑکی کے ساتھ اور شاہ محب اللہ کا اندراج سلطان احمد شاہ کی پوتی اور سلطان علاء الدین بہمنی کی بیٹی سے بڑے کرد و فر کے ساتھ کیا۔ اور دکن سے بہت کچھ فتوح حاصل کر کے اپنے وطن کو چلے گئے بعض کا یہ قول ہے کہ دکن ہی میں انتقال کئے۔ حضرت شاہ **حبیب اللہ غازی** حضرت شاہ خلیل اللہ کے بیٹے اور شاہ نور الدین

نعت اللہ ولی کے پوتے اور سلطان احمد شاہ بہمنی کے داماد اور طریق یا فقیہ کے متقدما  
طوائف عالم اور شاہانچ اعظم اور پرگنہ بیر کے جلیل القدر جاگیردار تھے۔ مذہب آپ کا شافعی  
نسب آپ کا حضرت امام موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو منتہی ہوتا ہے۔ بڑے تزک و احتشام  
سے آپ کے ذاتی اعزاز اور دامادی کی باوقفت کرسی سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے  
ذیشان دربار میں خسر مذکور کے سید ہے جانب لگائی گئی اور آپ کے لئے دربار شاہی  
سے عطائے جاگیر کے واسطے پرگنات انتخاب کئے گئے لیکن اس منتخب فہرست میں  
بالحاظ معظم پرگنات و خوب ترین فصل ہلے ولایت مرہٹ پرگنہ بیر کا نام سب سے  
اول لکھا ہوا تھا اسی نام پر دستخط خاص فرمایا اور یہ فرمان لکھا گیا کہ پرگنہ بیر قبلاً  
و انتفاعاً علی وجہ التملیک شاہ حبیب اللہ کو عطا کیا گیا ہے۔ اور چونکہ آپ فن سپہ گری  
و دلیری و شجاعت و تہور و بہادری میں یتیم۔ اور تیغ و قلم کے مالک اور جہاد کو اپنا ازلی  
حق سمجھتے اور ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے۔ اور کئی معرکوں میں کافروں کے  
بڑے بڑے فوجیوں کو شکست دیکر اسلام کی پر نور روشنائی کا میاابی کے ساتھ پہیلاتے  
جاتے تھے۔ اسی لئے سلطان احمد شاہ بہمنی نے شاہ حبیب اللہ کو (غازی) کا نہایت  
مقدس لقب سرفراز فرمایا تھا۔

ہم کو اس بات کا شوق ہے کہ ہمارے وطن کے گذشتہ نامور شاہ حبیب اللہ جلال  
کے اشمی حرارت کا پورا داستان اپنے اس کارنامہ میں دل چسپی کے ساتھ بیان کریں مگر  
اس قدر فرصت کہاں۔ اب ہم اُن کے واقعہ شہادت کو مختصر بیان کر کے شاہ صاحب  
سے رخصت ہوتے ہیں۔

شاہ حبیب اللہ کی زندگی کی ودیعت ہمایون شاہ ظالم بہمنی کی بیداد اور ستم خیز  
میں مستعار رکھی ہوئی تھی۔ جب سلطان علاؤ الدین شاہ ثانی بہمنی کے آنکھیں بند ہوئیں  
اوس کے دو بیٹے ہمایون شاہ ظالم اور شاہزادہ حسن خان کی باہم خلافت کے جھگڑے



قائم ہو گئے لیکن شاہ حبیب اللہ شاہزادے کے طرفدار تھے۔ اور انکی طرفداری ہمایون کے ناکامی کا اصلی باعث تھا۔ انہیں نمایان کارروائیوں کے صلہ میں شاہ حبیب اللہ (ولایت بئر) کے وزیر اعظم ہو گئے تھے۔ ہمایون شاہ اپنے بہائی اور اسکے وزیر کی علانیہ مخالفت کا رد و ایمن پر یہ خیال کرتا تھا کہ ایک جنگل میں دو شیر نہیں رہ سکتے مرتبہ اول میں شاہزادہ حسن خان نے اپنے وزیر پر تدبیر کی قوت سے ہمایون شاہ ظالم کے دیباچہ جنگ کو سیاہ کر دیا تھا۔ لیکن ہمایون شاہ کو اپنے زور بازو پر اعتماد تھا دوبارہ فوج کو ترتیب دیکر اپنے مخالف گروہ پر اس غضب اور بیباکی کے ساتھ حملہ کروایا کہ شاہزادہ کی فوج نے شکست کھائی تاہم شاہزادہ ثابت قدم رہا۔ اور جب اسکے ساتھیوں نے رفاقت چھوڑ دی تب وہ بہت پریشان ہوا اور اسکے وزیر اعظم شاہ حبیب اللہ غازی نے جب ظالم کا ظاہر غلبہ دیکھا تو مصلحتاً دار السلطنت بئر کو چھوڑ کر بجایا پور کے طرف نکل گئے۔ تب بھی ظالم کی فوج نے آپ کا تعاقب نہ چھوڑا۔ آپ اوس خوف کی حالت میں بھی تیرو ترکش کو سنبھال کر نجافون کے سینہ سپر ہوئے اور تیر اندازوں کے طرف مڑ کر تنے تنہا معرکہ میں ہاشمی حرارت و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے جیسا کہ ایک ہاشمی فرزند کو سزاوار تھا یہ دیکھ کر گروہ کا گروہ دفعتاً آپ پر ٹوٹ پڑا لیکن زندہ گرفتار نہیں ہوئے اور اوس ہی ہنگامہ میں شہید ہو گئے۔ سید طاہر استرآبادی نے آپ کے شہادت کی رباعی اس طرح لکھی ہے۔ رباعی مہ شعبان شہادت یافت درہندہ حبیب اللہ غازی طابہ روحہ روان طاہر شمس تاریخ می جست برآمد روح پاک نعمت اللہ

شاہ محب اللہ شاہ محب اللہ۔ شاہ حبیب اللہ غازی کے بہائی اور اپنے موروثی طریق یا فیضی مصلے پر قائم تھے۔ انکی فقرا (دوازدہ ترکی تاج) سر پر رکھا کرتے ہیں۔ اور سالکان طریقت کو تعلیم و ارشاد کیا کرتے تھے۔ شاہ حبیب اللہ باوجود اسکے کہ مستحق سجادگی و جانشین مسند خلافت تھے۔ لیکن بجائے اپنے انھوں نے شاہ محب اللہ کو قائم مقام کر دیا تھا اور قصبہ بئر کے اوس مقام کو جو قصبہ کے باہر ہماڑیٹی عمارت بنی ہوئی تھا وہاں کیلئے (خانقاہ) مقرر کر دیا

اور وہاں کے قدیم پوجاریوں کو نہایت ذلت کے ساتھ نکال دیا۔ اور انہیں کے عہد میں یہ عمارت خافہ کے معزز لقب سے پکاری گئی جو آج تک زبان زد خلق اللہ ہے۔

سلطان علاؤ الدین بہمنی ثانی کی تخت نشینی ۳۰۳ھ بمطابق ۱۳۵۱ء میں  
دکنیوں کا فساد حسن خان دکنی کا مظلوم جماعت کی ہمدردی کرنا  
علاؤ الدین کے بعد ہمایوں شاہ اور شاہزادہ حسن خان کی باہمی  
پرجاش خلافت بیدر جھگڑے۔ شاہزادہ کا ولایت بیر کو  
دارالسلطنت قرار دینا۔ ہمایوں شاہ کے غضبناک حملے۔  
شاہزادے کی ہلاکت۔ ہمایوں شاہ کی موت۔

علاؤ الدین شاہ سلطان احمد شاہ بہمنی کا بیٹا تھا۔ اپنے باپ کے انتقال کے بعد (بیر) کے  
تحت شاہی پر جلوہ آرا ہوا۔ اور (۲۳) سال (۳۰۳ھ بمطابق ۱۳۵۱ء) روز تک سلطنت کر کے  
میں مر گیا۔ اس پادشاہ کے عہد میں محض افترا و تمہت کی بنیاد پر سادات کو وہ مصیبت پہنچی ہے  
جو کسی پادشاہ کے زمانہ میں واقعہ کر بلکہ بعد ایسا ظلم و ستم نہیں کیا گیا ہوگا۔ اس فساد میں  
دکنیوں کی دغا بازی تھی۔ جس سے (۱۲) سو سید یعنی فرزندان پیغمبر صلعم اور ہزار مغل اور (۶۰)  
ہزار بچے مارے گئے۔ عورتوں اور لڑکیوں کی بڑی بے عزتی کی گئی۔ اس پادشاہ کے عہد  
حسن خان دکنی قصبہ بیر کا جاگیردار حسن خان جو امراے دکنیوں میں بڑا تجربہ کار افسر اور اپنے  
پادشاہ کا جان نثار خیر خواہ تھا۔ جب داؤد خان نے قصبہ بیر کے اطراف اور مظلوم جماعت  
کے بقیۃ النفوس پر سہراہ کوتنگ کیا اس وقت حسن خان جاگیردار بیر نے اپنے قدیم محسن قاسم بیگ  
صف شکج کے ساتھ پوری ہمدردی کی۔ صف شکج اس مظلوم جماعت میں سے تھا جو  
ایک دور دراز سے دکنیوں کا حملہ بچا ہوا سواد بیر تک پہنچ گیا تھا۔ حسن خان نے نہ صرف

قاسم بیگ کی ہمدردی کی بلکہ مظلوم جماعت کے طرف سے میدان جنگ میں اپنے فوج کے ساتھ داؤد خان کا مقابلہ کیا اور ظالموں نے انجام کار پر سپر ڈال دی۔ جو سادات قبضہ بیرمین شہید ہوئے اور ان کے چند قبور اب تک قبضہ مذکور کے اندر کا ریز کے قریب شاہ صادق کے روضہ میں موجود ہیں قریباً وہ قبور ہفت سادات یا ہفتاد سادات کے مشہد سے شہرت رکھتے ہیں دکن میں آج تک کسی وقت سادات کشی نہیں ہوئی سادات کشی کی تاریخ علاؤ الدین کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔

اور جب علاؤ الدین دہلی فانی سے عالم جاد دانی کے طرف چلا گیا اور سکے بڑے بیٹے ہمایون شاہ المشہور نظام اور چھوٹے بیٹے شاہزادہ حسن خان میں خلافت کے نسبت امرائے بہمنیہ کے نازک اشاروں پر دکن پر خاش کا ڈنگل بنگیا تھا۔ علاؤ الدین کے آنکھیں بند ہوتے ہی یوسف خان و ملو خان نے شاہزادہ حسن خان کو ہمایون شاہ کی موجودگی میں تخت دار خلافت پر بٹھا دئے ہمایون شاہ ذات شاہزادہ حسن خان سے دربار شاہی کے طرف بھائی کے مقابلہ کو نکلا راستے میں افسران فوج سے اعانت مل گئی سید ما تخت کے قریب جا پہنچا اور شاہزادہ کو گرفتار کر لیا اور اس کے اکثر رفقاء قید کر دئے گئے۔ سیف خان تو ماتھی کے پیر سے بندھا گیا اور اسی صدمہ سے اس کی جان تڑپ کر کھل گئی۔ شاہزادہ کے رفقا جو قید تھے وہ معمولی امرائے بہمنی تھے بلکہ اوس میں خود ہمایون شاہ کے چھوٹا شاہ حبیب اللہ غازی اور نیزاؤسکا بھائی حسن خان بہمنی قید کر لیا گیا تھا۔ اگرچہ دو بھائیوں کے معاملہ میں کون دخل دیکتا تھا مگر شاہ صاحب کی مقدس پیشوائی عام مقبولیت کے رتبہ پر پہلے ہی سے پھونچی ہوئی تھی انکا قید رہنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ یوسف خان ترک کچل نے بڑی ثبات قدمی سے اپنے آقا شاہزادہ حسن خان و شاہ حبیب اللہ کو قید خانہ سے رہا کر دیا۔ اب شاہزادے کے طرفداروں نے حسن خان کو یہ باور کرایا کہ اب بیدار کی تسخیر بہت آسان ہے۔ اگرچہ تسخیر بیدار کے لئے

فوجی قوت پیدا کی گئی۔ لیکن اپنی تدبیر میں پورا کامیاب ہونا بہت دشوار پایا گیا۔ عاقبت اندیش مشیروں نے یہ رائے ظاہر کی کہ (ولایت بیر) سلسلے سے حضور و ہین کا قصد کریں ہم وہاں چلکر اپنی قوت کافی طور سے بڑھا سکتے ہیں شاہزادہ حسن خان نے اس رائے کو تسلیم کر کے ولایت بیر کے طرف روانہ ہوا اور اسکو اپنا دار السلطنت مقرر کیا۔ اس السلطنت کی وزارت شاہ حبیب اللہ غازی کو عطا ہوئی۔ اور یوسف ترک کچل کو امیر الامرای کا منصب سرفراز ہوا۔ اور جب اس سلطنت کا آواز ہمایون شاہ تک پہنچا دفعتاً قوت غضبی و صفت سبعی اسکی مزاج پر مستولی ہو گئی۔ (۸) ہزار سوار اور بے شمار پٹن تسخیر ولایت بیر کے لئے روانہ کیا۔ ادھر شاہزادہ حسن خان کی باقاعدہ فوج بھی آراستہ ہو گئی اور ان دونوں فوج میں قصبہ بیر کے باہر (خانقاہ) کے میدان میں ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی ہزاروں ہی کے تخمین سے فوجی ملازم تہ تیغ ہوئے لیکن ہمایون شاہ کی فوج نے معرکہ جنگ سے منہ پھیر لیا اور ساتھ ہی قدرتی فتح و نصرت نے آگے بڑھ کر شاہزادہ حسن خان کا استقبال کیا اور فوج میں ہر طرف نصرت کے پیرے بلند کئے گئے۔

قصبہ بیر کے فوجی افسروں میں جا بجا اپنے اپنے تہوار اور دلاوری کے تذکرے ہو رہے تھے اور اس فوجیابی کے نشاط کا ہمار ہنوز نہیں اتر اٹھا کہ پھر اسی میدان جنگ میں دفعتاً طبل جنگ کی مہیب آواز دن نے اون افا سر کو چونکا دیا دیکھا تو پھر ہمایون شاہ کی جنگی فوج خزاہین شاہی کے ساتھ سر پر موجود تھی۔ اور بڑے بڑے ارادہ سلحہار مست ہاتھیوں کو لیکر نہایت ترتیت سے آگے بڑھتے جاتے تھے شاہزادہ حسن خان کو اپنے دار الخلافت بیر میں اپنی نو آموز فوج پر اسقدر ناز تھا کہ اسنے مخالف ہتھیار کار لشکر کی کچھ پروانہ کی اور ان نو آموزوں کو حکم دیا کہ اونکا مقابلہ کریں۔ دونوں فوجیں سفت آراء ہوئیں اگرچہ میدان جنگ میں نو آموز فوجیوں نے سرگرمی دکھائی آخر کو ہمایون کی فوج شکست دی۔ ولایت بیر میں کبھی ایسی سخت لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ اس لڑائی کے بعد شاہزادہ

کے عالیشان مکانات برباد کر دئے گئے محلہ تباہ ہو گئے شاہزادے کا تمام شاہی خزانہ تلف کر دیا گیا۔ شاہزادہ شکست کہا یا ہوا ہمایون کو منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا اور زندگی سے مایوس ہو کر اٹھا اور کپکپاتا ہوا بجائنگر کے طرف چلا گیا۔ مگر ظالم کے بر طبع فہر نے نہایت سفاکی و بے رحمی سے شاہزادے کو زندہ گرفتار کر کے ظالم کے سامنے پیش کئے۔ اوس نے حکم دیا کہ وہ شاہزادہ مرد مخوار شیر کے رو برو کھڑا کر دیا جائے جب شیر کو اوس نے دیکھا نہایت اضطراب کے ساتھ کہتا تھا مے درندہ میرے نازک ہامہ ہستی کی مفت و ہجیان اوڑا دے گا۔ ہمایون تو میرا برادر و قوت بازو ہے تجھ کو اپنے شکست سابقہ کے انتظام میں ایسا ظلم زیبا نہیں۔ مگر اوس کمبخت سنگدل پر اوس کے دردناک فریاد کا کچھ اثر نہ ہوا آخر شیر کے سامنے ڈالوا یا گیا شیر نے ایک ساعت میں اوس کو چیر بھاڑ کہا پی کر نیست و نابود کر دیا۔ شاہزادے کے رفقا بھی زندہ بکڑے ہوئے آئے تھے اون کو ہر ایک مختلف قسم کی اذیتیں دین کسی کو قید کسی کو بھانسی کسی کو قتل کسی کو گرم پانی اور تیل میں جوش دلایا۔ خود اس تماشے کو مسرت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اور جوش خوشی میں اپنے شاہی قصر کے اندر شکر کے سجدے اور مسرت کے دوگانے ادا کرتا تھا۔

ہمایون شاہ ظالم ہمایون شاہ اپنے بھائی کے بعد سیاہ و سپید کا قطعی مالک اور عنان حکومت کو ہاتھ میں لیا ہوا بڑے جلال و عظمت کے ساتھ فرمان روائی کرتا رہا۔ لیکن جبار سلف سے آج تک کوئی ایسا ظالم بادشاہ نہیں گذرا جیسا کہ یہ سفاک و ماورثت جو رجحان میں ضحاک بدکیش یا حجاج خطا نہیش کا قایم مقام سمجھا گیا۔ اس سے زاید اور کیا ظلم کر سکتا تھا کہ عود کے بخار میں جبراً زائل کر دین۔ (۲۰) ذیقعدہ ۱۱۵۷ھ میں اوس کے حیات کا فرمان اجل طبعی کی سیاہی سے کالا ہو گیا۔

ہمایون شاہ ایک رات میں شراب پیا ہوا بدست پڑا تھا جشیہ کنیز نے اوس کے سر پر ایک لاٹھی ایسی ماری کہ اوس کے صدر سے فوراً ہلاک ہو گیا۔

نظام شاہ بہمنی کی سلطنت - سلطان محمود خلجی مالوہی کا بیدار پر  
محمود شاہ گجراتی کا نظام شاہ کو مدد دینا خلجی مالوہی کی ہمت

نظام شاہ بہمنی - ہمایون شاہ ظالم کا بیٹا تھا - (۸) سال کی عمر میں دکن کے تخت سلطنت  
پر جلوہ آرا ہوا - اسکی والدہ مہات سلطنت میں بڑے سرگرمی سے کام کرتی تھی خواجہ  
ترک و ملک التجار محمود گان اوس کے مشیر سلطنت تھے -

اس بادشاہ کے زمانہ میں سلطان محمود خلجی مالوہی نے (بیدار) پر محاصرہ کیا اور ۱۰  
برابر حملے کرتا رہا اس مدت میں بیدار کا قلعہ فتح کر کے تخت شاہی پر جلوہ آرا  
ہوا - اور اکثر ممالک برابر ویرود دلت آباد کا مالک بن بیٹھا - یہاں کی رعایا کے دل  
میں یہ بات جم گئی تھی کہ دولت بہمنیہ سلطنت خلجیہ کی پرورد حکومت میں شامل ہو گئی ہے  
یہی وجہ تھی کہ اس ممالک کی تمام رعایا خلجی کے اطباع کا دم بہرنے لگی نظام شاہ کی والدہ  
نہایت قابلہ اور تعلیم یافتہ تھی اس نے محمود گان کو (۶) ہزار سوار کا سپہ سالار بنا کر  
بیر کے رستے سے شاہ گجرات کے پاس بطلب امداد روانہ کی - شاہ گجرات نے ۱۰ ہزار  
سوار محمود گان کے ہمراہ دیکر اسکو خلجی کے دفعیہ کے لئے بھیجا - محمود گان ۴۰ ہزار  
سوار دکنی و گجراتی کے ساتھ دارالخلافہ بیدار کے طرف روانہ ہوا بیدار میں سلطان محمود  
خلجی کے ہوش کم ہو گئے دفعتاً گان کی آمد سنکر قلعہ بیدار سے باہر نکل آیا اور مندو کے  
طرف چلا گیا لیکن گان نے اوسکا راستہ روک لیا تھا قندار ویر کے اطراف محمود  
گان کے ۳۰ ہزار سوار اسناد راہ کی غرض سے پھیلے پڑے تھے - خلجی راستوں کے  
مردود ہو جانے کے بعد بیدار کو نہ واڑے کے طرف بھاگ گیا یہ واقعہ ۱۰۶۱ھ میں  
ہوا اس کے دوسرے سال ذیقعدہ کی ۱۳ تاریخ ۱۰۶۱ھ میں نظام شاہ بہمنی کا انتقال  
ہوا -

ملک احمد نظام الملک بحری بحری کا نسب۔ اسکے باپ کی خوش پڑی  
 قلعہ سیر کا خاندان بہمنیہ سی خاندان نظام شاہیہ مین منتقل ہونا  
 نظام شاہی سلطنت کی ابتدا۔ ۸۹۵ھ۔ احمد نگر کی بنیاد  
 ۹۱۲ھ۔ احمد نظام الملک بحری کا انتقال۔ ۹۱۲ھ

ملک احمد نظام الملک بحری۔ اسکا اصل نام ملک احمد تھا۔ اسکے باپ کو ملک نائب  
 کہتے تھے۔ اسکا باپ بیجانگر کے برہمنوں کی اولاد سے تھا اسکے باپ کو (تیمار بہت) اور دادا  
 کو اوسکے (بہرو) پکارتے تھے۔ تیمار بہت سلطان احمد شاہ بہمنی کے زمانہ مین ولایت بیجانگر  
 مین مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا تھا۔ نام اوسکا بجائے تیمار کے ملک حسن رکھا گیا۔ بہمنیہ  
 غلاموں کے زمرہ مین داخل ہونیکے بعد سلطنت بہمنیہ مین بڑی عزت حاصل کی اور خواجہ  
 جہان گادان کے مارے جانیکے بعد اوسکا قایم مقام ہو کر وکیل السلطنت بن گیا۔

سلطان احمد شاہ بہمنی کے بیٹے سلطان محمد شاہ بہمنی کے زمانہ مین ملک نائب نے  
 نظام الملک بحری کے خطاب سے سرفرازی حاصل کیا۔ سلطان محمد شاہ بہمنی اپنے بچپن  
 اسکو۔ بجائے بہرو کے بحری کہتا تھا اسلئے عموماً (بحری) کے لقب سے مشہور ہوا۔  
 محمد شاہ بہمنی یکم صفر ۹۱۲ھ کو عین عالم شباب مین دنیا سے اٹھ گیا۔ اوس کے بعد اوسکا  
 بیٹا سلطان محمود بہمنی تخت نشین ہوا لیکن برائے نام پادشاہت کرتا تھا محمد شاہ بہمنی کی موت  
 درحقیقت سلطنت بہمنیہ کی موت تھی۔ ملک احمد نظام الملک بحری کا باپ (ملک نائب) محمد شاہ  
 بہمنی کی عہد حکومت مین (انالاغیری) کا دم بہرتا تھا۔ اسکے پر زور ہاتھوں نے سلطنت  
 بہمنیہ کو بڑا صدمہ پہونچایا۔ ممالک کے قدیم بنیاد مین زلزل پیدا ہو گیا۔ ولایت سیر جو  
 زمانہ تعلق اور ابتداء سلطنت بہمنیہ سے دولت آباد کے علاقہ مین تھی اوسکو بڑے



زور و شور سے خلیفہ کے علاقہ میں شامل کر دیا۔ اوسکا اس تغیر و تبدل سے منشا یہ تھا کہ توت  
 بیر کو اپنے بیٹے ملک احمد کے قبضہ اختیار میں دون تا ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد قائم  
 ہو اور دولت نظام شاہیہ کے مہیب لقب سے پکاری جائے۔ اوس نے اس تبیر میں اپنے  
 طرف سے نمایان کوششیں عمل میں لایا اور مختلف اوقات میں محمود شاہ کے دربار سے  
 فرمان حاصل کیا۔ اور اوسکے اندر یہ مضمون لکھوا لیا کہ ولایت ہیر ملک احمد کے تصرف میں  
 دیدیا جائے۔ چونکہ ولایت ہیر کے مضبوط قلعہ میں محمود شاہ کے طرف سے مرہٹے رہا  
 کرتے تھے۔ ان مرہٹوں نے اوس فرمان کی تعمیل نہیں کی اور یہ عند کیا کہ محمود شاہ صفر  
 ہے مرہٹوں کے اس خیر اندیشی نے ملک نائب کی جستجو کو خاک میں ملا دی۔ آخر امرائے  
 بہمنیہ پر ملک نائب کے بذیبتی کہل گئی اگرچہ وہ اپنی ناکامی پر تعجب اور افسوس کرتا رہا مگر  
 اس اثنا میں اوسکے بیٹے ملک احمد نے علانیہ علم خلافت بلند کیا اور باپ سے زیادہ  
 صاحب داعیہ بن گیا اور میدان جنگ میں اپنے حوصلہ مندی کے جوہر دکھائے اور اپنی  
 شجاعت و مردانگی سے کئی قلعہ جات جبراً و تہران فتح کر لئے۔ قصبہ بیرو سیوگانون و ٹینک  
 بھونچا اگرچہ قلعہ ہیر بڑا مضبوط تھا مگر اس نے اسکو بڑے مصائب سے فتح کر لیا۔ اس قلعہ میں  
 ولایت مرہٹ اور کوکن کا جمع کیا ہوا ۱۵ سال کا محفل جو فراہم تھا وہ سب اوس کے  
 ہاتھ لگ گیا جس سے اوسکو بڑا فائدہ ہوا۔ اوس نے اس قلعہ کی مجتہد محفل کی بدولت بڑے  
 بڑے امرا اور بہت سے سپاہی نوکر رکھ کر بہت سے قلعہ جات فتح کئے۔ تمام کوکن کا علاقہ  
 اوس کے قبضہ میں آ گیا تھا۔

ملک احمد کو قلعہ ہیر کے خزاہین سے بیشمار دولت ہاتھ آئی اور یہی سبب تھا کہ وہ  
 نہایت کامیابی کے ساتھ اور دوسرے فتوحات حاصل کرتا ہوا وندار اچپوری کے طرف  
 بڑا ہولان اوسکو ملک نائب کے قتل کی خبر پہونچی تو درخیز کو لوٹ کر چلا گیا اور باپ کی تعزیت  
 سے فارغ ہو کر نظام الملک کا خطاب اپنے نام کے ساتھ چسپان کیا۔



قصبہ بیکاپور کے میدان میں سلطان محمود شاہ بہمنی کے فوجی افسر اور دکن کو لاس کے جاگیردار جہانگیر خان کو (۲) رجب ۹۰۵ھ میں قتل کر کے اپنی مستقل سلطنت قائم کی حقیقت سلطنت نظام شاہی کی ابتدا اسی فتح سے شروع ہوتی ہے۔ بعدہ احمد نظام الملک بحری نے ۹۰۹ھ میں احمد نگر کی بنیاد ڈالی تین سال کے عرصہ میں اسکا وہ دارالخلافہ ایسا آباد ہوا کہ بغداد و مصر کی ہمسری کرتا تھا۔ احمد نظام الملک (۱۹) سال سلطنت کر کے ۹۱۲ھ میں مر گیا

**برہان نظام شاہ کی سلطنت جلوس ۹۱۲ھ۔ ملک گیری کے تاریخی واقعات**

**نہیش شیعہ کا رواج۔ برہان کی وفات۔ ۹۱۶ھ۔ شاہ طاہر شیعہ کا مختصر ذکر**

برہان نظام شاہ۔ ملک احمد نظام شاہ بحری کا بیٹا تھا۔ (۷) برس کی عمر میں ۹۱۴ھ کو جلوس کیا۔ برہان پور کے مقام پر شاہ گجرات۔ سلطان بہادر نے اسکو شاہی کا خطاب دیا۔ رومی خان (جسکی قبر قصبہ بیر کے باہر و ضلع شاہ کو چک راج کے متصل ہے) برہان کا وزیر تھا برہان کی تمام عمر جنگ و جدال میں گزری۔ قصبہ بیر کے کوہستان میں بھی رہا کرتا تھا۔ اس کے زمانہ میں ابراہیم عادل شاہ بیجا پوری نے پرگنہ بیر کو بہت تباہ کیا۔ ایسا مسمور اور پر رونق شہر ایک دیرانے سے بدتر ہو گیا۔ بڑے بڑے عالیشان قلعہ و محل کے صرف کھنڈر باقی گئے اہل شہر پر جو سختیاں گزریں اودکا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ہزاروں نپے نیم بن گئے ہر گلی کو چرین دردناک آوازیں بلند تھیں۔

برہان نظام شاہ کے تاریخی واقعات کتاب فرشتہ میں مراحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں لیکن ہم بیان اودن واقعات کو تو طبیعت اور انتخاب کے ساتھ لکھتے ہیں۔ برہان نظام شاہ نے پاتھری کا قلعہ ۹۲۶ھ میں فتح کیا۔ اور ۹۳۳ھ میں اسکو مسار اور ڈاڈا۔ جابٹک اوسی اتر اور خراب حالت میں پڑا ہوا ہے ۹۳۱ھ میں اسماعیل عادل شاہ بیجا پوری کے ساتھ خوب دل کھول کے میدان رزم کو گرم کرتا رہا لیکن شکست اٹھایا مگر نتیجہ اپنے موافق

حاصل کیا۔ اس لڑائی کے بعد پھر فریقین میں لڑائی نہیں ہوئی۔ ۹۴۲ھ میں علی رؤس الاشہب مذہب تشیع کا رواج دلایا۔ ۹۴۵ھ سے ۹۴۷ھ تک ابراہیم عادل شاہ بیجا پوری اور برہان نظام شاہ میں کئی بار لڑائیاں ہوئیں لیکن برہان شاہ ابراہیم عادل شاہ پر ہر مرتبہ غالب آتا رہا۔ ۹۴۸ھ میں ملھاب شاہ ایران نے اپنے لڑے کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ ۹۴۹ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے برہان کو شکست دیا۔ ۹۵۰ھ میں ابراہیم اور برہان لڑتے لڑتے سخت دق ہو گئے تھے اس سن میں کے بعد کسی نے لڑائی کا ارادہ نہیں کیا برہان کے مقابلہ میں ابراہیم نے جو دقتیں اٹھائیں۔ بڑے بڑے معرکوں میں نہیں اٹھائیں تھیں اس کی بہت سی فوج ضائع ہوئی اور بہت سے افسر مارے گئے ابراہیم کو کبھی ایسی سخت لڑائی کا سامنا نہیں ہوا تھا ۹۵۱ھ میں برہان نظام شاہ نے بیجا پور کے قلعہ کا محاصرہ کیا قریب تھا کہ وہ اس قلعہ کو فتح کر لیتا مگر حیات مستعار نے یاری نہ دی بیمار ہو کر سنہ مذکور میں مر گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ نصرت، بخت و اتفاق کی بات ہے۔

شاہ طاہر شی

یہ شخص سلاطین اسمعیلہ مصر و افریقیہ کی اولاد میں سے بڑا زبردست عالم اور جید اللسان تھا دکن میں شیعہ مذہب کا بانی یہی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر برہان کو یہ شیعہ نہ کرتا تو دکن میں بیجا پور اور گولکنڈہ کی سلطنتیں سنی رہ جلتے برہان اور شاہ طاہر نے بلکان سلطنتوں کو بھی شیعہ بنائے تھے۔ اس کی دکن میں آنکی یہ وجہ تھی کہ ایران کا پادشاہ اسمعیل صفوی نے جوہر اسکے مرجع خلائق ہونیکے قتل کا حکم دیدیا تھا شاہ طاہر اس حکم سے مطلع ہوتے ہی بال بون کو لیکر کاشان سے بھاگ گیا۔ ۹۵۱ھ سے جان بچاتا ہوا قلعہ پرندہ میں پہنچا برہان نظام شاہ نے یہاں سے اس کو طلب کر کے ۹۵۲ھ میں اپنی مجلس میں شامل کر لیا۔ تقریباً شاہ طاہر نے (۱۶) برس تک اپنا مذہب کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا۔ تفسیر کا بھی یہی معنی ہے اور جب اشاعت مذہب کی فکر کی تو ایسی کہ بڑے بڑے سلاطین احمد نگر و بیجا پور و گولکنڈہ شیعہ مذہب بن گئے۔ برہان کے زمانہ میں اس کے مالک محروس کے

وہ وظایف جو سینون کے نام جاری تھے موقوف کر دئے گئے اور اودن وظایف کا تقرر  
شیون کے نام نفاذ پایا شاہ طاہر کا انتقال ۱۷۹۵ء میں ہوا۔ مرہٹواری کے اہل خدمات  
شرعیہ کے گھرانے میں استاد علم و تغذیہ و امام باڑون کا دستور اویس کے وقت سر پایا جاتا تھا

**مرتنی نظام شاہ بحری کی سلطنت جلوس ۱۷۹۷ء۔ اسکے دیوا اہوئی**  
**بیر کے جاگیردار صلابت خان کی خیر خواہی مرتنی کی وفات ۱۸۰۱ء**

مرتنی نظام شاہ۔ حسین نظام شاہ کا بیٹا۔ اور برہان نظام بحری کا پوتا تھا۔ کنیت اس کی  
ابو المنظر تھی رام راج کے غنایم سے دو تبیح اسکے فتوح میں ہاتھ آئے تھے یہ دونوں تبیح  
مروارید و یاقوت و لعل و زمرہ سے مرصع تھیں۔ مرتنی کے دوست فتح شاہ لونی نے اوکو مرتنی شاہ  
سے طلب کیا۔ مرتنی نے صلابت خان کے طرف مخاطب ہو کر کہا کہ توشہ خانہ شاہی  
سے نکال کر دیدئے جائیں۔ صلابت خان گواس بات کو جانتا تھا کہ مرتنی کے پاس کلون  
اور دریاؤں کے قیمتی اشیاء زرے کے برابر ہیں لیکن اس گران بہا اور انمول تبیح کا دیدیا  
اوس نے قرین مصلحت نہیں سمجھا اور اس دورانہ نشی کی راہ سے تعمیل حکم میں تامل کیا۔  
اور بابو مندرت کر کے صاف دینے سے انکار کر دیا۔ جب مرتنی کا اصرار اور مبالغہ  
زیادہ ہونے لگا تب صلابت خان نے دوسرے دو تبیح اون تبیح کے مشابہ فتحی شاہ  
کو دیدیا چند روز کے بعد فتحی شاہ نے اون مصنوعی تبیحوں سے واقف ہو کر مرتنی سے  
عرض کی کہ یہ دونوں تبیح غنایم رام راج سے نہیں ہیں مرتنی کو فوراً غصہ آ گیا اور صلابت خان  
سے کہا کہ توشہ خانہ شاہی میں حسب قدر جواہر رکھا ہے غلام قصر و ایوان شاہی میں  
ہمارے دیکھنے کے لئے رکھا جاوے صلابت خان بڑا لایق اور ذی عقل اور مدبر آدمی تھا  
مرتنی کے مقصود سے واقف ہو گیا۔ رام راج کے دونوں تبیح چھپا دئے۔ بقیہ تمام  
جواہر کو قصر شاہی میں سجاکر رکھ دیا۔ مرتنی اور فتحی شاہ دونوں ملکر اوس ایوان میں گئے

اور اون شہج کو نہ پائے۔ مرتضیٰ نے غیص میں آکر تمام جواہر لا قیمت کو چادر میں سمیٹ کر آگ میں ڈال دیا۔ اگرچہ خیر خواہوں نے اون جواہرات کو صد مس آتش سے بے جلت ممکنہ بچا لیا تھا تاہم بہت سے مردار یہ خاکستر بن گئے اور اسی دن سے وہ دیوانہ مشہور ہوا مگر سلطنت کو (۲۴) سال تک بٹکے کر دفر سے انجام دیکر (۱۸) رجب ۹۹۶ھ میں مر گیا۔

شاہ قلی الخاٹب  
صلاہت خان  
جاگیردار قصبہ بیر

شاہ قلی۔ دراصل ایران کا رہنے والا اسکو شاہ طہما سپ نے ابوالمظفر مرتضیٰ نظام شاہ بھری کے پاس بھیجا تھا۔ یہاں سے اوس نے صلاہت خان کا خطاب پایا۔ اور ایسی ترقی حاصل کی کہ احمد نگر کا وکیل السلطنت اور قصبہ بیر کا جاگیردار ہوا۔ روز بروز سلطنت میں اوسکی مداخلت زیادہ قوی ہوتی گئی۔ دوسرے ہمعصر حریف مقابل سلطنتوں کو صاف نظر آ رہا تھا کہ احمد نگر اسی نامور اور مشہور شخص کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اصلاح ملک و حفاظت سلطنت و قیام خلافت دامن خلافت کے متعلق ایک نہایت مدبرانہ دستور العمل جاری کر دیا تھا۔ ولایت مرہٹ میں کسی شخص نے ایسا انتظام نہیں کیا جیسا کہ اوس نے کیا تھا۔ سرقہ کے احکام نہایت سخت اور تعمیل نافذ تھے۔ ایک کوڑی کے چرانے پر اگرچہ چوہکا ہاتھ شرفا نہیں کاٹا جاتا ہے مگر وہ اس ادنیٰ چوری کی سزا میں چور کو قتل کر دیتا تھا۔ اسی پر اوسکے انتظامی نظروں انداز جبرائیم کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ایسا انتظام زندگی بسر کرنے کے لئے مشکل تھا۔ لیکن کچھ شبہ نہیں کہ اس امر میں صلاہت خان جاگیردار قصبہ بیر کی ذاتی رسوخ اور عظمت کو خصوصیت تھی۔ جس سے اوسکی ہیبت بدعاشوں کے دلوں میں بہت زیادہ بڑھ گئی۔ انتظام ممالک محروسہ کیلئے چندا فاسر کو مقرر کر دیا تھا کہ وہ دواما ممالک میں گشت کیا کریں اور خود ذات سے ملک کی آبادی۔ باغ و بہتان کی تیاری۔ قصبات و دیہات کے بسانے۔ اور عادات عالیہ کے بنانے میں مصروف رہا کرتا تھا۔ اور اوسکا یہ بھی خیال تھا کہ ایسے پادار درخت نصب کرانے جائیں جنکے مستد بقا تک ذکر خیر ہوا کرے چنانچہ

اوس نے (۵) لاکھ آم اور انہی کے جھاڑ ملک نظام شاہیہ میں نصب کروایا۔ اوس کے  
 سنبھلہ آثار سے احمد نگر کا فرخ بخش باغ اور قصبہ بیر کا خزانہ باغ اور نیز خزانہ باولی و بختہ ہر  
 و کاریز بہشت پہلو مگدستہ و درختان آنہ اور کے عہد کے مسرفانہ فیاضی اور شہمت  
 و دولت کا سب سے بڑا ہوا نمونہ آج قصبہ بیر میں قابل قدر یادگار باقی ہے۔ صلابت خان  
 نے ان عمارات کو ۹۹۱ھ میں بنوایا تھا۔ قصبہ بیر میں اوس نے اس کو فرسے زندگی  
 بسر کی کہ پھر کسی قصبہ بیر کے امیر یا جاگیردار کو وہ لطف نہ ملا اس کے زمانہ میں قصبہ بیر  
 کے شاندار ایوانات اور وسیع سلسلہ عمارات کو لوگ دیکھ کر دہوکا کھاتے تھے کہ یہ کونسی  
 مستقل سلطنت ہے جب صلابت خان قصبہ بیر میں آتا اور چند روز قیام کرتا تو قیوت  
 اوس کے آستانہ پر بڑے بڑے ذی اقتدار امرا حاضر رہتے تھے جن کے باعث قصبہ  
 بیر کی رونق دو فی بڑھ جاتی تھی۔ صلابت خان کے عہد وزارت میں سلطان جلال الدین  
 اکبر کا لہجی احمد نگر کو تین بار آیا تھا ہر مرتبہ میں صلابت خان نے اوس کے ساتھ بڑا  
 سلوک کیا اور وہ یہاں سے خوشنود و مقصنی المرام واپس چلا گیا۔ ملاظہوری اور اوس کے  
 خسر ملا ملک قمی کو صلابت خان نے بلا کر بہت سے وظائف و انعامات دئے تھے۔  
 اگرچہ ملک قمی سلطان ابراہیم عادل شاہ بجا پوری کے شعرا میں ملک الشعراء تھا مگر اس نے  
 صلابت خان کے وصف میں ایک بہت بڑا قصیدہ لکھا ہے افسوس کہ ہماری محضر  
 تاریخ میں اوس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ ابوالقاسم فرشتہ نے اس قصیدہ کو تاریخ  
 مذکور کی جلد دوم ابوالمنظفر قسطنطینی نظام شاہ بھری کے تذکرے میں پورا نقل کر دیا ہے  
 ناظرین اوس میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۹۰۰ھ میں صلابت خان نے شاہ درگ کا قلعہ فتح کر نیکے لئے فوج روانہ کیا تھا  
 مگر افاسر فوج نا تجربہ کار تھے علی عادل شاہ کے بیٹے ابراہیم عادل شاہ نے او کو شکست دی

۹۰۱ھ ملاظہوری ۹۰۲ھ میں انتقال کیا ۹۰۳ھ ملا ملک قمی ۹۰۴ھ میں مرا۱۲۔

صلاہت خان اس ارادے میں ناکام رہا۔ ۹۹۲ھ میں سید مرتضیٰ براری نے صلاہت خان کے قتل کرنے کے لئے بڑی شان و شوکت کی فوج آراستہ کیا اور احمد نگر کو پھونچ کر صف آرائی کی صلاہت خان ایک نامور بہادر تھا خود مقابلہ کو نکلا اور جوش غضب میں اپنے فوجیوں سے کہا کہ دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑیں اس معرکہ میں سید مرتضیٰ کی کوشش کچھ کام نہ آئی اور اسکے فوج نے شکست کھائی۔ مرتضیٰ کپ کپاتا بھاگ گیا۔ اس کا تمام اسباب اموال و اخیال صلاہت خان کے ہاتھ آیا۔

**چاندپی بی** چاندپی بی حسین نظام شاہ بحری کی بیٹی اور علی عادل شاہ بیجاپوری کی زوجہ اور مرتضیٰ نظام شاہ بحری کی اعیانی بہن تھی۔ اس کے جہیز میں شولا پور کا قلعہ دیا گیا تھا جب وہ بیوہ ہوئی صلاہت خان نے بیجاپور کے وکیل السلطنت دلاور خان سے کہا کہ قلعہ اس وقت قابل استرداد ہے مسترد کر دیجئے صلاہت خان کو جیسا مرتضیٰ نظام کے بھائی کا خیال تھا ویسا ہی دلاور خان کو اپنے آقا کے ساتھ ہونا لازمی تھا ان دونوں کی سلطنتوں میں قلعہ شولا پور کے نسبت شدہ افروزی ہوئی مگر ہنوز معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی تھی کہ اودھ رحال الدین اکبر کا لشکر مالوہ تک پہنچا صلاہت خان اس کے دفعیہ میں متوجہ ہو گیا لیکن اپنی ثابت قدمی کو متزلزل نہیں ہونے دیا اور یہ کہنے لگا دار نہ این گنبد گردان کند ہرچہ کند ہمت مردان کند آخر کار میدان معرکہ ان دونوں سے خالی رہا۔ کیونکہ خود اکبر کا لشکر سلاطین دکن کے غایت شوکت و استعداد کو بھگدوایا چلا گیا۔

درحقیقت صلاہت خان اپنے پادشاہ کا بڑا فرمان بردار سچا خیر خواہ اور پورا جان نثار تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی یہ مجال نہ تھی کہ اس کو فتحی شاہ لونی کے اس رنجیدگی پر جو اس کو مرصع شہیم نہیں دیا تھا بطور خود قید کر سکے۔ مرتضیٰ نظام نے اس کے رویہ کو کہا کہ اگر میرا بس چلتا تو میں تجھ کو قید کر دیتا۔ صلاہت خان نے یہ الفاظ سنتے ہی آقا کے رویہ پر جھکا کر عرض کی کہ میں تیرا مخلص بندہ ہوں یہ کھکر زنجیر منگوائی اور اپنے ہاتھ سے اپنے

پیرون میں پہنایا اور قلعہ ونداراج پوری میں اپنے کو مقید کر لیا۔ بڑا خوش قسمت ہے وہ مالک جسکو ایسا مطیع ملازم نصیب ہو۔ اگر کوئی زمانہ اہل اطباع کے پیش کرنے پر ناز کر سکتا ہے تو مرتضیٰ نظام شاہ کا عہد اس فخر میں سب سے مزج ثابت ہوگا۔ صلابت کی عمر تقریباً (۷۰) سال کی تھی۔ انتقال اوسکا ۹۹۷ھ میں ہوا۔ احمد نگر کے مشرقی پہاڑ پر گنبد میں مدفون ہے۔

سلطان جلال الدین اکبر کی سلطنت۔ ولادت ۹۶۳ھ ۹۶۴ھ  
مدت عمر۔ مدت سلطنت۔ دکن کی تسخیر۔ ولایت بیر پر  
اکبری تسلط۔ اکبر کی وفات (۱۲) جماد الآخر ۱۰۱۲ھ ہجری

اکبر بن ہمایون بن بابر بن عمر شیخ مرزا بن سلطان ابوسعید مرزا بن سلطان محمد مرزا بن میران شاہ بن ابو المنصور امیر تیمور گورگان صاحب قران کی کنیت ابو الفتح۔ نام جلال الدین اکبر بادشاہ تھا۔ (۵) رجب المرجب شب یکشنبہ ۹۶۹ھ میں پیدا ہوا۔ جمعہ کے بعد ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو قصبہ کلاپور صوبہ لاہور میں جلوس کیا۔ عمر اوسکی (۶۴) برس (۱۱) مہینے (۷) روز کی تھی۔ (۵۱) سال (۲) مہینے (۱۰) روز سلطنت کیا۔ والدہ اوسکی حمیدہ بانو الخاطب مریم مکانی تھی۔ اس مریم مکانی کا نسب شیخ الاسلام ابو نصر محمد جام المشہور بژندہ پیل بن ابوالحسن سے ہوتا ہوا جریر بن عبداللہ البجلی کو منسوب ہوتا ہے اکبر شب چہار شنبہ (۱۲) جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ میں انتقال کیا اور عرش اشیانی کے خطاب سے مشہور ہوا۔

امیر تیمور اگرچہ بیان یہ محل نہیں ہے کہ تیمور کا تذکرہ بیان کیا جائے مگر صرف اس خیال کے کہ وہ اورنگ زیب عالمگیر کا جد اعلیٰ ہے اور ہم لوگ اس خاندان کے قدیم مکھڑا ہیں



اور آج تک اس خاندان کے عطیہ و طالیف الغامات و عہدہ ہائے قضا ہمارے نام بحال و جاری ہیں۔ اور نہ صرف اس خیال سے بلکہ زیادہ تر اسوجہ سے کہ یہ سلطنت بڑی عظیم الشان تھی جسکی عظمت و ناموری کو اسکے گذشتہ ہم عصر بادشاہوں نے ہمیشہ رشک کی نگاہوں سے دیکھا ہوگا اور تیموریہ خاندان کے نام آج تک ہر قصبات و قریات دکن کے اسلامی ممبروں پر پرانے خطبوں میں فصاحت و بلاغت سے پڑے جاتے ہیں۔ اسلئے ہم تبرکات مذکور کرتے ہیں کہ تیمور ۳۶۱ھ میں پیدا ہوا ۳۷۱ھ کو جلوس فرمایا ۳۸۱ھ میں انتقال کیا۔ عمر اوسکی (۷۰) سال (۱۱) مہینے (۲۲) روز کی تھی۔ (۳۵) سال (۱۱) مہینے (۵) دن سلطنت کیا۔ اس قلیل مدت میں اوس نے ایران۔ توران۔ ترکستان۔ گرجستان۔ چین۔ ختن۔ فارس۔ کاشغر۔ بدخشان۔ خراسان۔ خوارزم۔ ماثرندران۔ جہرستان۔ گیلان۔ آذربائیجان۔ عراق عرب۔ عراق عجم۔ کرمان۔ گج۔ مکران۔ روم۔ شام۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ ہندوستان میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کروایا تھا۔ سمرقند اوسکا دار الخلافت تھا مرقہ بھی اوسکا وہیں ہے۔ نسب اوسکا (۸) واسطوں سے ترکستان کے بادشاہ توغنا خان کو پہونچتا ہے۔ جسکا سلسلہ نوح علیہ السلام کے پوتے ترک بن یافث تک منہی ہوتا ہے۔ دگورگان، زبان ترکی میں داماد کو کہتے ہیں۔ اور جسکو خیتا خان کے دامادی کے قرابت کا فخر حاصل ہوتا تھا۔ اوسکو گورگان کا لقب ملتا تھا۔ تیمور بھی اوسی نسل سے تھا اور اوسی خاندان کا داماد بن گیا تھا۔

آدمیم برسر مطلب۔ اکبری زندگی میں نظام شاہیوں کے خاندان میں سلطنت اخذ کر کے لئے چند خوفناک کشت و خون ہوئے۔ اور حیرت انگیز تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ مگر آخر کار اسماعیل نظام الملک کا بیٹیجا برہان نظام الملک محرمی اپنے چچا سے دل آزرہ ہو کر دربار اکبری میں حاضر ہوا ۹۹۹ھ میں وہاں سے کمک لیکر چچا پر فتح حاصل کیا۔ مگر دولت اور حکومت کے پاتے ہی اکبر سے انحراف کی سوچھی۔ جب وہ مریا اوسکی بہن جاندلی بی نے



ابراہیم نظام الملک کو جو برہان نظام الملک کا خرد سال لڑکا تھا حاکم بنایا۔ اور خود غلام ہوئی  
 اوس زمانہ میں دکن کی سپہ سالاری ابو الفضل کو تھی اس نے فوجی قوت سے احمد نگر کو  
 اپنے سلطان کے مالک محروسہ میں داخل کر لیا۔ اور اوس کے ساتھ ولایت یہ بھی لٹا اکبری میں شامل ہوئی  
 سلطان احمد میں اہنگ خان ملازم بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ بھری نے علانیہ  
 اپنے آقا کے ساتھ بغاوت شروع کر دی اور چاند سلطان جو بہادر شاہ کی خیر خواہ و خیر  
 اندیش تھی اوس سے سخت عداوت کرنے لگا۔ اہنگ خان کا منشا یہ تھا کہ بہادر شاہ  
 کو قید کر کے احمد نگر پر پورا قبضہ کر لون۔ اس خیال سے اوس نے بڑے سخت معرکے  
 کئے۔ ان لڑائیوں میں وہ زیادہ قوی ہوتا گیا۔ خان خانان جو اکبر کے طرف سے آیا ہوا  
 تھا اتفاق سے وہ بھی واپس چلا گیا۔ اگرچہ موسم بارش کا تھا اور گنگا لبریز چلی جا رہی  
 تھی اور اکبر کی فوج گنگا کے اوس طرف پڑی ہوئی تھی۔ اس فوج کو عبور کر کے قصبہ  
 بیر میں آنا اور اوسکو حریف مقابل کے پنجہ سے بچانا دشوار ہو گیا اہنگ خان نے  
 چند نامور سرداروں کو قصبہ بیر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اوسوقت سلطان  
 جلال الدین اکبر کے طرف سے قصبہ بیر کا حاکم و جاگیردار شیر خواجہ تھا۔ اس نے  
 شیر خواجہ جاگیردار قصبہ بیر فوراً اپنی فوج آراستہ کی اور قصبہ بیر سے باہر نکل آیا۔ تقریباً (۶) کوس  
 تک جا کر مخالف فوج کا استقبال کیا وہاں سخت معرکہ اڑائی ہوئی۔ اس خونریز لڑائی  
 میں شیر خواجہ ایسا زخمی ہوا کہ میدان جنگ سے لوٹ کر قصبہ بیر کو چلا آیا۔ اودھر  
 اوسکی فوج عین معرکہ جنگ میں تباہ ہوئے جا رہی تھی۔ مگر اودن کے ذاتی شجاعت  
 نے نظام شاہیہ فوج کا زور گھٹایا مگر افسر کے بغیر کیا کوسکتی تھی ناگزیر شکست کہا کر  
 اپنے اپنے گھروں کے طرف چلے گئی۔ شیر خواجہ زخم کے خلیفہ سے قلعہ بیر میں پناہ  
 رہا تھا۔ اوس بی تاب بی میں اکبر کو اس واقعہ کی عرضی لکھی کہ دکنیوں کا بے انتہا غلبہ  
 ہوا اور نہ اوسوقت شیخ ابو الفضل نے سلطانی فوج کو امداد کے لئے بھیجا اس

ہم پر میرے متواتر تنہا کر ششیں کچھ کام نہ آئیں اگر ابو الفضل عین معرکہ جنگ میں سلطانی  
خونخوار فوج سے مدد دیتا تو نظام شاہی فوج کی سرکشی خاک میں مل جاتی۔ اکبر نے شیر خواجہ  
کے شکایت آمیز عرضی پر ابو الفضل کا دکن بٹاوا کر دیا مگر شیر خواجہ کا تسلط قصبہ بیر پر  
جس طرح تھا اسی طرح قائم رہا۔ شیر خواجہ نے نہایت نیک نامی کے ساتھ حکومت کی۔  
پہان کا جو خرچ تھا وہ بہن کے امن و انتظام قائم رکھنے میں صرف کرتا تھا۔ اسکی جنگی فوج  
قصبہ بیر کے وسیع میدانوں میں قواعد آموزی کیا کرتی تھی۔ شنبہ کے دن ہر ایک  
سپاہی اپنے ساز و سامان کے ساتھ آرامستہ ہونا اور قصبہ بیر کے بڑے بڑے دشوار  
گزار گھاٹیوں میں گزر کر تاجا تھا۔ تاکہ بناء کیٹکا ہوں سے نکل جائیں۔ اس کے زمانہ میں  
امرائے نظام شاہیہ کا یہ مجال نہ تھا کہ اس کے ساتھ ہم ساری کا دعویٰ کر سکیں اکبر نے جب  
اوسکو تجربہ و امتحان کی محاہ سے دیکھا اور یہ قطعی رائے قائم کر لی کہ قصبہ بیر کا جاگیر دار  
شیر خواجہ نظام شاہیہ کے قیامت انگیز محاربات میں ثابت قدم ہے۔ اکبر کے نزدیک  
اوسکی بیادہی کا صحیح اندازہ ہو چکا تھا۔

شیر خواجہ کے انتقال پر طال کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ وہ ٹہٹہ کا صوبہ دار ہو کر  
چلا جا رہا تھا اٹھائے راہ میں قاصد اجل نے پیام پھونچایا ہنوز ٹہٹہ کو نہیں پھونچا تھا  
کہ شنبہ میں بڑے جسرت کے ساتھ مگر کیا صوبہ دار کی آرزو دل ہی میں رہ گئی۔  
شیر خواجہ قوم کا سادات اور مان کے طرف سے نقشبندی تھا۔

اکبر کے زمانہ میں شاہ علی کا بیٹا اور برہان شاہ اول کا پوتا مرتضیٰ نظام شاہ بجری  
برائے نام بادشاہ تھا اوسکو اوس کے ملازم ملک بنہر جشی نے سخت تنگ اور مجبور  
مرتضیٰ نظام شاہ کر دیا مرتضیٰ نے اوسکو بے رحمی و سرکشی سے بہت منع کیا لیکن اوس نے  
اپنے دوروزہ حکومت حاصل ہونے کے واسطے اپنے مالک پر نہایت ظلم و زیادتیان  
کیں جسکے بیان کرنے کو ایک دفتر چاہئے اگرچہ مرتضیٰ کو اوسکا سخت مشکل کا سامنا

تھاتا ہم اوسکے ایک خیر خواہ ملازم راجو دکنی نے ملک غنبر کو لڑائیوں میں بار بار شکست دی اور کامیاب ہوتا رہا آخر ملک غنبر نے اکبر کے خاندان سے مدد طلب کی اوس نے قبضہ بیر کے جاگیردار مرزا حسین بیگ کو حکم دیا کہ تین ہزار سوار جوار کے ساتھ غنبر کے نزدیک چلا جائے۔ یہ جاگیردار بڑا شجاع اور قبضہ بیر کے پرزور آب و ہوا میں پرہیزش پائیا تھا۔ ذاتی شجاعت بھی مسلم تھی اس کے اعانت سے غنبر نے راجو کو شکست دی مگر جو مقصود تھا اوس میں تو کامیاب نہ ہوا لیکن تمام لشکان پر قابض ہو گیا۔ اگرچہ اوسکو اوس وقت بہت خوشی ہوئی مگر خجہ اجل سے کب بچ سکتا تھا دو دن میں غنبر حکومت ہاتھ سے جاتی رہی اور اوسکا نام کوزنکی کے مدین باقی رہ گیا۔ اسکا انتقال سنہ ۱۵۳۵ء میں ہوا۔

احمد نگر ایک مدت سے سلاطین نظام شاہیہ کے سلطنت میں محسوب ہوتا تھا۔ مگر اکبر کے آخر زمانہ میں اس سلطنت پر منلیہ فوجوں کے پیہم حملے ہوئے۔ یہی دلاؤ اور قوی پادشاہ تھے کہ انھوں نے منلیہ کے قیامت خیز مصدمات کو سہا آ کر کب تک وہ اس بار گران کو سنبھال سکتے تھے۔ اودھر سلطانی قوت نہایت جوش سے صرف ہوتی تھی امان کے نزدیک انداد کا کوئی سد راہ باقی نہ رہا۔ ناگزیر انکو قلعہ پرندہ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ احمد نگر تو بالکل ہاتھ سے جاتا رہا اوسکے قبضہ بیر اور نیز دور سے بڑے بڑے اضلاع بھی قبضہ سے نکل گئے۔ صرف پرندہ کے مختصر حدود کو انھوں نے اپنا دار الملک قرار دیا تھا۔ لیکن چونکہ نظام شاہیہ کی تاریخ زندگی۔ پہلے ہی سے ختم ہو گئی تھی اب ہم اودن گذشتہ واقعات کا ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ مگر ابو الفضل کی مختصر داستان کا سنا ضرور ہے۔ کیونکہ اوس نے دکن کی سب سے ساری کی تعمیری شاہ گدہ میں برسوں تک مقیم رہا۔ پھر تہذیب دکن کے فتوحات حاصل کرتا گیا یہاں تک کہ سلسلہ میں احمد نگر کی پوری تسخیر کر بیگنی تھی۔ ابو الفضل شیخ مبارک

ناگوری کا بیٹا ہنسی الاصل ہندی نژاد اور اکبر کا وزیر تھا۔ ۱۵۹۷ء میں پیدا ہوا۔ ۱۶۱۷ء  
جلوس عرش ایشیائی میں اکبر کی ملازمت اختیار کی۔ ۱۶۲۳ء آہی میں سلطانی حکم سے شاہ مرا  
کے ہمراہ تسخیر احمد نگر کے لئے دکن میں آیا۔ اکبر نے اسکو دکن کا سپہ سالار بنایا تھا۔  
شاہ گڑھ میں مدتوں رہا۔ پرگنہ بیر کے جاگیردار شیر خواجہ کے متواتر شکایتوں پر دکن سے  
بدل دیا گیا۔ وفات اسکی روز آدینہ غرہ یا چارم ربیع الاول ۱۰۳۷ھ میں ہوئی۔ وجہ  
وفات میں اختلاف ہے رہنروں نے مارا یا جہان گیر نے مراد دیا۔ اس کے مذہب  
میں بھی اختلاف ہے شیعہ یا کافر یا برہمن یا شمس پرست یا دہریہ ہوگا۔

شاہ گڑھ قبضہ بیر سے ۱۲ کوس کے فاصلہ پر جانب شمال لنگا کے شمالی کنارے  
واقع ہے۔ اسکو وفادار خان نے جو اکبر کے امرا میں سے تھا آباد کیا۔ اور نیز بیان اس  
ایک عالیشان مسجد بھی بنوایا ہے جس پر حسب ذیل کتبہ لگا ہوا ہے۔

چون فتح دکن کرد سلطان مراد کہ تا از پئے ضبط تسخیر ملک	باقبال آن شاہ کشورستان شود پائے تخت دکن این مکان
جو تارنج جستم از پر عفتل	بگفتا۔ بنا ہے وفادار خان

اس مسجد کے تعمیر کے دوسرے سال سلطان مراد اپنے آباد کئے ہوئے شہر شاہ پور  
میں مر گیا۔ غالباً وہ اس خواہش میں تھا کہ پادشاہان دکن کی قوت کا بالکل استحصال  
کر کے خاص شاہ گڑھ کو دکن کا دار السلطنت بنائے۔ مگر اس کے زندگی نے  
وفات نہیں کی (۳۰) برس کی عمر میں (۱۵) ماہ شعبان ۱۰۳۷ھ کو زنا کاری و شراب نوشی  
سے امراض غیر مکرر میں مبتلا ہو کر عدم کی راہ لی۔ زمانہ نے کسکے سب آرزوئیں پوری  
ہونے دئے ہیں۔ شاہ گڑھ کے دار السلطنت دکن بنانیکے پر فخر خیالات اس کے  
دل ہی میں رہ گئے۔ اس شاہ گڑھ کے ایک دروازہ پر اور ایک کتبہ نظر آیا مگر خط کچھ ایسا  
کج ہے کہ الفاظ صریح پڑھے نہیں جاتے تاہم میں نے اسکی حسب ذیل نقل کر لی ہے

در عمل خالصہ شریفہ باہتمام بندہ درگاہ سلطان سنگھ  
کزوری از تاریخ ہفتم ذیقعدہ سنہ ۱۰۳۷ھ کزوی کل رارسید  
عبارت مشکوک کیون نہ ہو مگر سنہ تاریخ برابر ہے۔ اس سنہ میں شاہجہان کی  
حکومت تھی شاید اون کے عہد میں اس شاہ گڑھ کے بختہ حصار کی تعمیر یا ترمیم ہوئی ہو  
اس پر فضا اور دلچسپ شہر کی قضاوت مولف ہذا کے موروثی خاندان کی ہے۔

سلطان جہانگیر کی سلطنت۔ ولادت ۱۵۹۲ء۔ جلوس ۱۶۰۰ء  
مدت عمر۔ دکن گئے ہو قبضہ کا واپس لینا۔ جہانگیر کی وفات  
۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ

جہانگیر کی کنیت ابوالمظفر۔ نام نور الدین۔ خطاب محمد سلیم جہانگیر تھا۔ چار شنبہ  
دن ۷ ابراہیم بیچ الاول ۱۵۹۲ء میں پیدا ہوا پنجشنبہ کے روز ۲۰ جمادی الآخر ۱۵۹۲ء  
کو اکبر آباد میں جلوس کیا۔ یکشنبہ کے دن ۲۸ صفر ۱۵۹۲ء میں انتقال کیا۔ خست  
مکانی کے لقب سے مشہور ہوا۔ عمرا دسکی ۵۹ برس ۱۱ مہینے ۱۱ دن کی تھی۔

اسکے زمانہ میں قیصر روم سلطان سلیم کے نام سے مشہور تھا اور اسکو بھی اسی  
نام سے پکارا کرتے تھے اسلئے اوس نے بغاوت شتباہ کیلئے اپنا نام جہانگیر رکھ لیا۔ اور  
اوس کے ایام شاہزادگی میں دانا یاں ہند کھارتے تھے کہ اکبر کے بعد نور الدین تخت  
وتاج کا مالک ہوگا اس لحاظ سے اوس نے اپنا نور الدین لقب مقرر کر لیا تھا۔

نورجہان بیگم نورجہان بیگم فرقہ اثاث میں اپنے وقت کے نائے عالم بڑی ممتاز  
پر مذاق۔ عالی دماغ۔ شاعرہ۔ فصیح۔ حاضر جواب تھی۔ اسکے باپ خواجہ غیاث بیگ  
ایرانی نے اوسکا نکاح علی قلی خان المشہور بشیر افغن خان کے ساتھ کر دیا تھا۔ جہانگیر  
نے اوس کے شوہر کو شہنشاہ میں قتل کروا کے اپنے ساتھ اوس کا نکاح پڑھا لیا۔

جہانگیر کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے اس کا نام مہرالنسا تھا جب اس کا نکاح جہانگیر کے ساتھ ہوا اس نے اس کے نام اصلی کو اشرف النساء نور جہان بیگم سے بدل دیا۔

جہانگیر کی سلطنت اسکے اختیار میں تھی۔ گویا وہ درحقیقت مالک ہند کے سپہ و سپید کی مالکہ تھی اس کو اس کے زمانہ میں ملکہ ہند کہتے تھے۔ اس زمانہ کے ملا اور خطیب جالاک نہوتے تو خطبہ بھی اسی کے نام کا پڑا جاتا۔ شکوک سلطانی میں برابر اس کا نام منقش کیا گیا تھا۔ جسکی بیٹی ملکہ ہند ہوا اسکے پرنسز رگوار جلیل القدر خدمات سے کیسے محروم رہ سکتے تھے ان کے لئے وزارت کا عہدہ اور اعتماد الدولہ کا اور خطاب تھا۔ مگر افسوس کہ وہ اسی پر اتکا کر گئی۔ ابوالحسن تو ایسے تھے کہ ساری خدائی ایک طرف جو رو کے بہائی ایک طرف ان کے لئے ذمیوی مدارج میں کیا کمی ہو سکتی تھی جہانگیرات و مناصب گھر کے تھے۔ لیکن حکم الہی کے سامنے کچھ زور نہیں چل سکتا اور تمام جاہ و خشم کو پیغام موت نے مٹا دیا نور جہان شہزادہ عین مرگئی۔ مگر مرنے سے پہلے اس کے شوہر جہانگیر نے دکن کے وہ مفتوحہ مالک جنہر نظام شاہوں نے جبراً قبضہ کر لیا تھا ان کے قبضہ کو نہایت ذلت سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ سرکشوں کا گروہ پھر ایسے بے اعتدالیان نہ کرے۔ نظام شاہی سلاطین بزدل نہ تھے کہ اس کے پر جلال اور غیر مانوس جد سے گھبراتے ان کے متعدد فوجیں لشکر مغلیہ کے مقابل ہوتی گئیں اور اپنے پڑو حوصلے ظاہر کرتی گئیں۔ یہ تمام واقعات شہادت دیر ہوتے کہ حضرت ملکہ جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے انکی رائے بھی استرداد مالک مفتوحہ دکن میں ضرور شریک تھی تب اس قدر قلعہ احمد نگر کے ستر دینے میں قیامت خیز بل چل پڑ گئی۔

حضرت جہانگیر بدون نازک اشاروں کے خود رائی سے کیا کام لے سکتے تھے ان کو تو سوائے اپنے ملکہ کے دنیا اور مافیہا کی کچھ خبر بھی نہ تھی جو کچھ کیا اسی نور جہان نے کیا قلعہ احمد نگر و قلعہ برار و دوسرے قلعہ جات نظام شاہی کے نسبت مستعد و جگہ



سب ملے کر دئے۔ ہر ایک قلعہ ہلے مفتوحہ میں بڑے بڑے عمل مقرر ہوئے۔ اور ان  
 عالون کو انتظام جدید کے لحاظ سے وسیع اختیارات ملے مفتوحہ قلعہ جات کے حفاظت  
 کے واسطے اور معزز عالون کے نزدیک یا قاعدہ فوج بھی رہا کرنی اور وہ اس سے  
 سپہ سالار کہلاتے تھے۔ چنانچہ قلعہ بیر پر اس زمانہ میں جہانگیر کے طرف سے  
 جان سپار خان قابض تھے اور یہ ترکمان جان سپار خان جہانگیر کے جلیل القدر  
 جان سپار خان میں سے دکن کا صوبہ دار اور بیر کے فوج کا سپہ سالار تھا۔ اس نے اپنی  
 زور لیا گت اور حسن تدبیر کے ساتھ قصبہ بیر پر دیر سلطانی سے ایسا اقتدار حاصل کیا  
 کہ ملک غنبر جیشی کو اس کے ساتھ ہمہری کرنے میں شرم آتی تھی تاہم ملک منبر  
 جان سپار خان سے شجاعت میں ہمہری کا دعویٰ کر سکتا تھا۔ ولایت بیر و شقل سلطنتوں  
 کے درمیانی سرحد میں واقع تھی اس لئے کبھی احمد نگر سے کبھی بیجا پور سے خرابیاں ہوتی  
 تھیں مگر جان سپار خان اپنی قاہرہ فوج اور فتوحات سے اذکنو آگاہ کر دیا کہ آپ جیسے  
 ضعیف سلطنت کے حق میں جنگ سے اطاعت زیادہ مفید ہے۔ سلطانی حال کے  
 آپ لوگ جرئت مقابل نہیں ہو سکتے بہر حال جان سپار خان نے ولایت بیر میں تبدل  
 تقریر سے <sup>۳۱</sup> سالہ تک بہت سے فتوحات حاصل کیں۔ اور اپنے بھائی یادگار میں  
 قصبہ بیر کے اندر بہت بڑی شہین جاح مسجد بنوایا جو اب تک معمور و آباد ہے۔ اس کے  
 بعد جان سپار خان <sup>۳۲</sup> سالہ میں انتقال کیا۔

شاہجہان کی سلطنت ۱۶۵۸ء - ۱۶۵۷ء - جلوس شہزادہ

مدت عمر ۳۱ سال سلطنت مدت انزواء ۱۵ رجب ۱۶۵۷ء

شاہجہان - یہ بادشاہ سلطان نور الدین جہانگیر کا بیٹا تھا نام اس کا شہاب الدین محمد  
 خرم اور لقب صاحب قرآن ثانی اور خطاب شاہجہان تھا۔ پختہ بندگی و تسلیع و بیع و دل

یا غرہ بیچ الثانی سنہ ۱۱۸۰ھ کو لاہور میں پیدا ہوا۔ دو شنبہ کے دن ۸ جمادی الثانی سنہ ۱۱۸۰ھ کو اکبر آباد میں جلوس کیا عمر اسکی ۶۶ برس ۳ مہینے ۲۶ روز کی تھی۔ (۳۰) سال ۸ مہینے ۲۲ روز سلطنت کی ۸ سال ۴ مہینے ۲۵ روز قلعہ اکبر آباد میں انزوا فرمایا۔ ۲۵ تاریخ ماہ رجب سنہ ۱۱۸۰ھ میں انتقال کیا اور فردوس اشیانی کے خطاب سے مشہور ہوا۔

شاہجہان کو دکن کی تسخیر کی ہوس بے انتہا تھی۔ اس کے باپ جہانگیر اور دادا اکبر نے دکن پر حملے اور بہت سی قلاع دکن پر تسلط حاصل کیا تھا لیکن نظام شاہیوں نے ان کا پورا عمل دخل قایم رہنے نہیں دیا۔ جب شاہجہان تخت پر بیٹھا جلوس کے دوسرے سال سنہ ۱۱۸۰ھ میں شیخ معین الدین ایلمچی کو بیجا پور کے طرف سے صف شکن خان کو قلعہ بیر کے فتح کے لئے بھیج دیا۔ شیخ معین الدین ایلمچی بیجا پور کے مہات میں اور صف شکن خان قلعہ بیر کی تسخیر میں مصروف تھا۔ صف شکن خان نے قلعہ بیر کو سنہ ۱۱۸۹ھ میں فتح کر لیا۔ سنہ ۱۱۸۹ھ کے پہلے ہی سے نظام شاہیوں کی سلطنت میں زوال آ رہا تھا۔ سلاطین بیجا پور کی خصوصیت اور ادھر شاہجہان کی آمد اور پیہم ملے ان دونوں مخالف سلاطین کے مقابلہ اور درمیانی سرحد میں نظام شاہی فوج کے معرکہ حرب سے منخلہ فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑا اور ان کو دونوں آتش خانوں کے بیچ میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا تھا۔ قلعہ بیر پر صف شکن خان تو اطمینان سے قابض رہا اور قدیم عمارتوں کو تباہ کرنا لگیا اور اپنے بقا و یادگار میں قصبہ بیر کے وسط آبادی میں ایک مستحکم رواق بنوایا جو آج تک اس کے گذشتہ زمانہ کا مستحکم یادگار باقی ہے۔

نظام شاہیوں نے باوجود اس تردد و پریشانیوں کے دو مخالف حریف کے جوابات معیف و قلم کے ساتھ ادا کرتے رہے مگر قوت تیموری کے سامنے کیا کر سکتے تھے۔ جب شاہجہان ذات سے دولت آباد پر آیا اس نے سنہ ۱۱۸۰ھ میں نہ صرف ولایت مرہٹ کو علی التفیہ بلکہ قلعہ بیر پر بھی بالاستقلال قابض و متصرف ہو گیا۔ اور ایسے (۴۰) قلعہ دکن کو اس نے تدریج فتح کر لئے



سنہ ۱۲۲ھ میں محمد عادل شاہ بیجا پوری نے قلعہ پرینڈہ کو جو نظام شاہیوں کا مقبوضہ تھا تباہ کر دیا تو پھر جو قدیم سے قلعہ پرینڈہ پر تھے منگوا لئے۔ چنانچہ توپ ملک میران جو دہات و روئین سے حسین نظام شاہ بھری لے احمد نگر میں بنوایا تھا او سکھ محمد عادل شاہ نے ۵ صفر ۱۲۲ھ میں قلعہ پرینڈہ سے منگوا کر بیجا پور کے مکہ دروازہ و شاہ پور دروازہ کے درمیان بلند برج پر رکھوا دیا ہے۔ اس توپ کا طول و عرض ۹ ہاتھ کا ہے اور جوٹ ایسا ہے کہ ایک یجم و تخیم اس کے اندر اطمینان سے بیٹھ کر دستار باندہ سکتا ہے اس توپ کے دیکھنے سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ نظام شاہیوں کی شان و شوکت اور شجاعت و تہور کا کیا موازنہ تھا۔ پادشاہ دہلی و بیجا پور میں باہم مصالحت ہوتی تو اس نظام شاہی سلطنت کا زوال بہت شکل سے ہوتا۔

صف شکن خان [صف شکن خان] حاکم قلعہ بیر کو اس بات کی تمنا تھی کہ قلعہ پرینڈہ بھی مسخر کر لیں مگر یہ نتیجہ اس تنہا افسر کے بس میں نہ تھی۔ اور قلعہ پرینڈہ کا آتشخانہ اس کے آنکھوں سے گزر چکا تھا۔ صف شکن خان اور اصل شاہجہان کا مرید اور سید شریف خان رضوی کا بیٹا بڑا بہادر شخص تھا وفات اس کی سنہ ۱۵۵ھ میں ہوئی۔

عالمگیر کی سلطنت و ولادت سنہ ۱۶۵۸ھ۔ جلوس سنہ ۱۶۵۸ھ

مدت عمر۔ مدت سلطنت عالمگیر کی وفات ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ

عالمگیر۔ شاہجہان کا تیسرا بیٹا تھا۔ کنیت اسکی ابوالمظفر نام اسکا محی الدین محمد لقب اور رنگ زیب اور خطاب عالمگیر تھا۔ یکشنبہ کی رات ۱۵ ذیقعدہ ۱۶۵۸ھ کو پکنہ دودھ صوبہ گجرات میں پیدا ہوا۔ اس نے دو مرتبہ جلوس کیا تھا پہلا جلوس غرہ ذیقعدہ ۱۶۵۸ھ میں کیا۔ دوسرا جلوس یکشنبہ کے دن ۲۴ رمضان ۱۶۵۹ھ میں فرمایا۔ لیکن پہلا جلوس مستبر ہے۔ عمر اسکی (۹۱) سال (۱۴) روز کی تھی۔ ۵۰ سال ۲۸ روز سلطنت کیا جو جمع

آخر شب ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ کو احمد نگر میں انتقال فرمایا اور خلد مکان کے لقب سے مشہور ہوا۔ مزار پر انوار اسکا دولت آباد میں اندرون حصار روضہ زین الحق شیرازی زیارت گاہ خلایق ہے۔

اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے اس وسیع مدت میں ہندوستان کا ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں ہوا جو فضل و کمال کے اعتبار سے عالمگیر کے شان یتانی کا حریف ہو سکتا۔ عالمگیر اس بات میں بے شبہ نہایت تعریف کا مستحق ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا متشیع اور حنفی مذہب کے عقائد میں نہایت راسخ الاعتقاد تھا۔ اس کے فرمانروائی کے وقت ملکی قانون کے لحاظ سے شریعت کے مسئلہ اصول اور اس کے ذاتی خواہشوں کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے (قادی عالمگیری) اور اس کے شرعی عظمت کا مشہور قانون گنا جاتا ہے۔ اس کے شرعی پابندی کی خالص آواز سر تمام دنیا کے دشت و جبل گونج اٹھے۔ افسوس کہ ایک ایسے سچے مذہب کے طرفدار کے نسبت بعض مورخین (دہو کہہ - قریب - تحت مزاج - بے رحم - متعصب الذہب - بے اعتدالی) کا داغ لگاتے ہیں۔ حالانکہ یہ حلقے اور مورخین کے ایسے ہیں جسکی نزد اسلام پر بڑھتی ہے منصف مزاج ناظرین جنکی نظر اخبار و سیر کے نزاکتوں اور بیہیدوں پر حاوی ہے وہ خود ایسے یا بس اتہام کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا فرض منصب ہے کہ ہم اس وقت عالمگیر کے عدل و انصاف کی داستان سائین مگر اتنی فرصت کہان اگرچہ عالمگیری کی تاریخ اس قسم کے ناگزیر معرکہ آرائیوں سے مملو ہے لیکن جو کچھ ہوا اتفاقی واقعات کا نتیجہ تھا۔ ورنہ اسکا دامن انصاف و عدل و شریع ہر ایک قسم کے داغ سے پاک ہے۔

شاہجہان اور اس کے بڑے بیٹے داراشکوہ نے ملکی مصلحت کے لحاظ سے جس قدر مکالیف اٹھائیں وہ اور ان کی تقدیری بات تھی۔ ادھر اورنگ زیب کی خوش

مستہمتی کا ستارہ اوج کمال پر چمک رہا تھا۔ اوائل رمضان ۱۱۸۱ھ میں دارا شکوہ اس کے مقابلہ میں شکست اٹھا کر بھاگ گیا۔ عالمگیر نے اپنے عالی بہت اور جوا غزوی اور پرزور ہاتھوں سے اپنی خلافت کی ڈوبتی ہوئی کشتی بچالی۔ اورنگ آباد کی جس نے اورنگ آباد بنیاد ڈالی یہی اورنگ زیب ہے۔ اس کو اپنے وسعت سلطنت اور استحکام دار الخلافت دونوں لحاظ سے اب ایک مستقل پائے تخت کی ضرورت تھی اورنگ زیب نے دولت آباد کے نواحی میں (۹) میل کے فاصلہ پر احمد نگر کے وزیر السلطنت ملک غنبر حبشی کے عارضی مقام کھڑکی کو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور اس کے اطراف شہر بنایا بنوا کر نام اس کا خجستہ بنیاد اورنگ آباد رکھا۔ اس کی بنیاد اورنگ زیب کے شاہزادگی کے زمانہ کی ہے۔ تعمیر اس کی ۱۱۸۱ھ میں ہوئی۔ یہ شہر ملک سرکار عالی میں بلحاظ آبادی دوسرے درجہ کا شہر ہے۔ اورنگ آباد کے مشہور عمارتوں کا تذکرہ کرنے کیلئے ایک مستقل کتاب چاہئے۔ پرگنہ شاہان مغلیہ کے عہد سے آج تک اسی شہر کے حدود ولایت میں شامل ہے۔ اس لئے ہم اسی پرگنہ بیر کے تاریخی حالات بیان کر نیکے لئے مستعد ہوتے ہیں۔

ولایت بیر پر دربار عالمگیر سے بڑے بڑے جلیل القدر امرا مامور ہوئے۔ ان دو متمند عمالوں نے اپنے فیاضانہ بے روک حوصلوں سے اس کے آبادی کی رونق بڑھائی۔ فضل مہات ملکی و مالی میں وہ امرا کسی حد تک آزاد اور بیباک تھے۔ تاہم دادخواہ رعایا کے شکایتی عرایض پر ان عمالوں کی وقتاً فوقتاً دربار سلطانی سے تبدیلیاں ہوتی گئیں۔ ان تمام عمالوں کی تفصیل بصراحت نہیں پائی گئی البتہ قصہ بیر کے قدیم عمارتوں پر جو کتبے لگے ہوئے ہیں ان کے دیکھنے سے گزشتہ عمالان عالمگیری کا پتہ چلا۔ واقعی آثار قدیم اور اس کے کتبے دومی یادگار کے مستقل ذرائع ہیں۔

سردار خان ترین یہ شخص قصبہ بیر کے فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور قصبہ بیر کی حکومت اس کے اختیار میں تھی اس نے یہاں کے سلسلہ تعمیرات میں جامع مسجد کا منبر اور فرش سنگین اور روضہ شاہ کو چک قدس سرہ الغریز کا سنگین لان بنوایا، اسکی یہ یادگار اب تک باقی ہیں۔ سردار خان ترین کی وفات سلسلہ ۱۱۷۵ھ میں ہوئی۔

مہمور خان یہ شخص بڑا ثقیفہ شعار اور مردم شناس آدمی تھا۔ اس نے بہت سے مہمور مسلمانوں کو جو کسب سے عاجز اور معونت کے محتاج تھے قصبہ بیر کے بہت المال سے وظائف مقرر کر دیا۔ اور نیز اراضیات عطا کئے تھے۔ سلسلہ ۱۱۹۹ھ میں قصبہ بیر کے باہر جانب شرق مہمور خان نے اپنے نام سے ایک پورہ آباد کیا تھا جس میں اکناف و اطراف کے بڑے بڑے ساہو اور تیار اور مہاجنی کارخانجات قائم ہوئے۔ اس زمانہ میں یہ پورہ عجیب و غریب آبادی کا متجب نمونہ تھا۔ جسکی نظیر اس زمانہ میں نہیں مل سکتی تھی اسوقت اس کے منجملہ علامات سے صرف ایک رواق ظاہر دیکھنے کے لئے باقی ہے اور اس پر حسب ذیل کتبہ ہے۔ اور اس کتبہ کے جہان الفاظ توٹ گئے ہیں وہاں قوس کر دی گئی ہے۔

منظم

کہ بود در زمانہ بیہستہ  
صیت عدش گرفتہ ارض و سما  
شد آن جود و کان جسم و وفا  
کہ از و یافت چشم در ضیا  
کہ از آن کو گشت دست قضا  
زانکہ دوست ( ) وفا  
این بنا در زمان باد لبت

در زمان شہنشاہ عادل  
شاہ اورنگ زیب عالمگیر  
خان دوران شجاع دین مہمور  
زبدہ خانان مہموری  
کہ در بیر پورہ ( )  
گشت نامے این بنا طاہر  
شدہ مہمور پورہ آن مشہور

سال تاریخ این بنا جسٹ	تبصرع ز خالق یکتا
از غیب این ( )	از سر لطف با قف ز سما
شرف بگیرد فاشش بگو	باشد این پورہ جنت دنیا

حاجی صدر شاہ - یہ شخص - بیجا پورا اور نجہ ستہ بنیاد اور نگ آباد کے صوبہ دار اور قلع خان کے فرزند اور دربار عالمگیری کے عظیم الشان نواب عمدۃ الملک غازی الدین خان بیجا فیروز جنگ کے جانب سے قبضہ بریکانائب تھا۔ ہم ناظرین کو اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ حاجی الحرمین حاجی صدر شاہ اپنے معزز اور محترم فیض کے جانب سے وہ مرتبہ رکھتا تھا کہ اس کے ہم عصر مال اسکے ساتھ ایک ادنی رقابت کی حیثیت رکھتے تھے۔ اوسین در حقیقت ایک طرح کی قابلیت بھی تھی۔ اپنے مالک کی وفاداری میں بار اٹھانے کی گردن کبھی نہیں ہلاتا تھا۔ اپنی بے تکلف رائے سے جو چاہتا وہ کرتا تھا۔ اس نے قبضہ بریک کے سلسلہ تعمیرات میں قلعہ - خندق - عید گاہ - غازی پورہ کو اپنے آقا کے بقائے یادگار میں قابل قدر اور نہایت فیاضی کے ساتھ بنوایا ہے جو اب تک اوسکی نشان و غطت کی شہادت دیر ہے ہیں بہر حال اسکو قبضہ بریک میں شخصی حکومت کا بٹا زور تھا۔ اور نیز یہاں کی عام رعایا اسکے وسیع حکومت میں نہایت آزادی سے بسر کرتے تھے۔

محمد شاہ کی سلطنت - ۱۱۳۱ھ - ۱۱۳۲ھ - جلوس - ۱۱۳۱ھ

مدت عمر - مدت سلطنت - محمد شاہ کی وفات - ۱۱۶۱ھ

محمد شاہ جہان شاہ کا بیٹا۔ اور ابوالنصر قطب الدین شاہ عالم بہادر خلف دوم عالمگیر کا پوتا تھا۔ کنیت اسکی ابوالفتح۔ نام اوسکا ناصر الدین محمد شاہ تھا۔ جمعہ کی شب ۲۳ ربیع الاول ۱۱۶۱ھ میں پیدا ہوا (۱۵) ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ میں جلوس فرمایا۔ ۱۱۶۱ھ

(۱) ۵ مہینہ ۵ روز کی عمر تھی۔ ۳۰ سال ۲۷ دن سلطنت کر کے ۲۷ ربیع الثانی شب پنجشنبہ ۱۱۶۱ھ میں انتقال کیا اور فردوس آرامگاہ کے خطاب سے مشہور ہوا۔

محمد شاہ کی ہوشیاری بیدار مغزی میں کسکو انکار ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی غفلت کرتے ہیں کہ عظیم الجرات اور مغلوب الامراتقا۔ اپنے جوان عیاشی کی وجہ سے فرخ سیر کے پر اگندہ اوراق سلطنت کا شیرازہ باندھ نہ سکا اگر ہم اسکو (خاتم السلاطین) بابر کی کہیں تو بجا ہے۔ ۳۷ھ میں دکن کا تمام ملک زبردہ سے انتہائے صوبہ بجا پور اور حیدرآباد سے دریائے شورو تک اس کے قبضہ سے جاتا رہا۔

سلاطین تیموریہ کے سلطنت کی خوشنما تصویر کے ساتھ اب ہم محمد شاہ سے بھی رخصت ہوتے ہیں۔ اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ دکن میں ایک مہتمم با نشان حکومت آستانہ آصفیہ پر دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں ہم کو لازم ہے کہ اب اسی آستانہ خلافت کے غفلت دکھانیکا شرف حاصل کریں۔

آصف جاہ کی سلطنت و لاغات ۱۱۶۲ھ۔ جلوس ۱۱۶۳ھ

مدت عمر۔ مدت سلطنت۔ آصف جاہ کی وفات۔ ۴ جمادی الاخر ۱۱۶۱ھ

آصف جاہ۔ آپ کا نام قمر الدین۔ خطاب نظام الملک بہادر فتح جنگ تھا۔ آپ نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کے بیٹے اور عابد خان المحاطب قلیج خان کے پوتے۔ اور حضرت سلطان الشانچ شیخ شہاب الدین سہروردی رح کی اولاد میں سے دکن کے پادشاہ اور طریق عالیہ نقشبندیہ کے مقدس پیشوا تھے۔ آپ ۱۱۶۲ھ ربیع الاخر ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ عالمگیر کے زمانہ میں (چین قلیج خان) کا خطاب حاصل کئے بھلاہ شاہ کے زمانہ میں خاندورانی کا خطاب اور اوڈہ کی صوبہ داری عطا ہوئی فرخ سیر نے اپنے پہلے سال جلوس میں آپ کو نظام الملک بہادر فتح جنگ کا خطاب

اور دکن کی صوبہ داری دیا تھا۔ رفیع الدرجات نے مالوہ کی صوبہ داری دی تھی۔ محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۳۷ھ کو تمام دکن کی مستقل حکومت پر قائم ہوئے۔ عمر آپ کی (۷۹) سال کی تھی۔ (۲۹) سال فرمانروائی کی۔ محمد شاہ پادشاہ دہلی کی وفات کے بعد (۲۷) روز کو احمد پادشاہ کے زمانہ میں (۴۴) جمادی الاخر ۱۱۳۷ھ کو برہان پور میں انتقال فرمائے اور (مسافر تاب) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مزار آپ کا خلد آباد حضرت برہان الدین غریب قدس سرہ کے روضہ منورہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

غازی الدین خان پناہ آصف جاہ کے پدر بزرگوار نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ عالمگیر کے زمانہ میں اوس کے سپہ سالار تھے۔ اور جب بیجا پور فتح ہوا اورنگ زیب نے (فرزند ارجمند) کا خطاب دیا تھا اورنگ زیب کے (آخر سلطنت میں بیجا پور سے خستہ پناہ) تک انہیں کی صوبہ داری تھی۔ قصبہ بیرمین آپ کے نام سے بسایا ہوا پورہ (غازی الدین خان) کے لقب سے مشہور معروف ہے۔ بہادر شاہ کے زمانہ میں گجرات کے صوبہ دار ہوا انتقال اورنگ احمد آباد گجرات میں ۱۱۳۷ھ کو ہوا دہلی کے باہر دفن ہوئے۔ رحلت کے بعد غازی الدین خان بہادر (غفران پناہ) کے لقب سے پکارے گئے۔

قلیچ خان آصف جاہ بہادر کے دادا عابد خان المخاطب قلیچ خان بہادر توران میں پیدا ہوئے ۱۱۳۹ھ میں سمرقند سے دہلی کو آئے۔ اورنگ زیب کو مینا کار پھولون کی سپہنہ زردی دربار سلطانی سے قلیچ خان کا خطاب ہوا۔ (۲۴) ربیع الاول ۱۱۳۹ھ میں قلعہ گوکنڈہ کے محاصرہ کے وقت توپ کے گولے سے مارے گئے اور متصل میدان قلعہ زکوریہ کے مدفون ہوئے۔

آصف جاہ بہادر کے نسبت ہم المینان کے ساتھ کھ سکتے ہیں کہ تمام پادشاہان دکن میں کوئی تخت نشین۔ دانا ئی عزم بردباری علم برآئے تدبیر ہتھت شجاعت۔ عالی۔ حوصلگی فیاضی میں اون سے افضل نہیں گذرا۔ آپ نے ۱۱۳۷ھ میں برہان پور کی شہر پناہ



بنوائے۔ اجٹہ نظام آباد آئی کابایا ہوا ہے۔ پل و مسجد کاروان و سراجھی۔ اور  
حصار شہر حیدر آباد اور نہر رسول اور رنگ آباد کے درمیان سے نکالی ہوئی آپ ہی کی ہی  
آصف جاہ بہادر کے زمانہ میں پرگنہ بیر کا جاگیردار (سلطان بنی ناکر) تھا۔ اسکو  
پرگنہ بیر کس سنہ میں عطا ہوا اسکی ہیکو پوری تحقیق نہیں۔ مگر اسکی ہیکو  
کی کندہ کی ہوئی کہانی دی حسین محمد شاہی جلوس کا سلسلہ لکھا ہوا ہے۔ سلطان بنی ناکر اصل  
ایکٹ پال کی اولاد میں سے بڑا خوش قسمت اور قبائلند آدمی تھا اسکے نسبی سلسلہ  
سلسلہ دکن کے زیندارون میں پایا جاتا ہے۔ ابتدا میں سیٹ ساہوکی نوکری کرتا تھا  
جب اسکی ترقی کا وقت آیا تو دربار شاہی تک پہنچا اور اپنے نمایان کارگزاری کے صلہ  
میں خطاب و منصب حاصل کی۔ اسکو آصف جاہ بہادر کی رقابت بھی نصیب ہوئی۔ دریا  
آصفی میں بڑا مودبانہ حاضر ہوتا تھا۔ اور جب نواب آصفیہ سفر کرتے اکثر اوقات خود بھی  
اون کے ہمراہ رکاب رہتا اور مہمات میں جان نثاری کے ساتھ پیش آتا تھا حضرت  
نواب آصفیہ بہادر نے اس کے اطاعت و خلوص کی وجہ سے اسکو خطاب و منصب  
سرفراز فرمائے تھے۔

سلطان بنی ناکر کے زمانہ میں پرگنہ بیر کا محل تقریباً (۶) لاکھ (۸۹) ہزار (۱۰۷) روپے  
ساٹھ آٹھ آنے مقرر تھا۔ اور حدود اس جاگیر کے اس طرح محدود تھے جانب شرق مکر  
فتح آباد دہارور۔ جانب غرب احمدنگر۔ جانب شمال رودکنگ۔ جانب جنوب محالات  
فلور پینڈہ و کتل گھاٹ احمدنگر۔ اس محدودہ پرگنہ کے سوا علاقہ فتح آباد دہارور و مکر  
پرگنہ حویلی پاتھری و صوبہ بار کے بعض محالات اسی سلطان بنی کے تحت میں تھے۔ اس مجموعی

سلسلہ (۱۱) ہندون کے نام کو جو اس نے سے مشہور ہوا اسکو ہرگز (ط) کے ساتھ نہیں لکھا  
کرتے بجائے اس کے دست لکھا کرنا چاہئے کیونکہ سلطان کا معنی شاہنشاہی کلمہ ہے ہندو اس بزرگ نام کے  
مستحق نہیں ہیں اسلئے بجائے (ط) کے (د) لکھا گیا ہے۔ ۱۲۔



حیثیت کے لحاظ سے یہ شخص بہت بڑا جاگیردار تھا۔ اور اپنے ہم عصر جاگیرداروں میں  
فخر کے تاج کا طرہ سبھا جاتا تھا۔ اس نے ایک شمشیر محمد شاہ بادشاہ کے خدمت  
میں روانہ کی اور اس سے بڑھ کر کسی ہم عصر جاگیرداروں کے جانب سے نامور تحفہ  
دربار سلطانی میں نہیں بھیجا گیا۔ قصبہ بیر میں احمد نگر دروازہ سلطان باغ۔ پانیپت  
کی سرائے۔ بارہ درمی۔ کھٹکا کے دو بلند منیار۔ مہادیو کی عمارت باولی دیول سرائے  
دہلی دروازہ کا دیول اوسی کے عہد کے بنے ہوئے ہیں۔ سلطان جی کی وفات  
سلاطین میں ہوئے۔

## آصف جاہ بہا کی اولاد ذکر

میر محمد پناہ۔ میر احمد خان نامرنگ۔ میر سید محمد صلابت جنگ۔ نظام علی خان بہا۔  
بشالت جنگ۔ منگل علی۔ صاحبزادگان نمبر (۵) و (۶) کا پتہ نہیں چلا لیکن  
دوسرے فرزندوں کی توضیح حسب ذیل ہے۔

میر محمد پناہ یہ آصف جاہ بہادر کے بڑے فرزند ہیں۔ اصل نام اونکا میر محمد پناہ  
اور خطاب امیر الامرا اعتماد الملک غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ تھا۔  
ابتداء میں پادشاہ دہلی کے نزدیک رہے۔ اور جب اون کے بہائی نامرنگ  
شہید ہوئے انہوں نے پادشاہ سے دکن کے صوبہ داری کی سند حاصل کی  
۳۰ رجب ۱۰۶۵ھ کو دہلی سے دکن کے طرف روانہ ہوئے اور ہولکرا اور مرہٹوں  
کی فوج ہمراہ لیکر اورنگ آباد پھونچے یہاں ۷۷ ذی الحجہ ۱۰۶۵ھ میں اونکا انتقال ہو گیا  
گویا اون کے نظامت دکن کی داستان کل ۷۷ روز میں ختم ہو گئی۔ اون کے  
رفقا نے نعش اونکی شاہجہان آباد میں لیجا کر دفن کر دئے۔  
میر محمد پناہ کو ایک لڑکا میر شہاب الدین تھا۔ صفدر جنگ نے دربار شاہی

عماد الملک سے اوسکو عماد الملک غازی الدین خان بہادر کا خطاب دلایا۔ یہ ہی عماد الملک ہے جس نے اپنے بادشاہ احمد شاہ کو کھول اور عالمگیر ثانی کو قتل کیا تھا

## ناصر جنگ کی سلطنت جلوس ۱۱۶۱ھ

### مدت سلطنت - تاریخ شہاد - ۱۱۶۴ھ

ناصر جنگ - آصف جاہ بہادر کے دوسرے بیٹے تھے اپنے باپ کے تختہ سوم کے دوسرے دن ۹ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ کو قریب موہن نالہ ساحل تپتی واقع قصبہ برہان پور میں اپنے باپ کی جگہ سنبھلے ہوئے ۲ سال ۷ مہینے چند روز دکن کی سلطنت کر کے ۷ محرم ۱۱۶۴ھ میں پھولچری قلعہ چنی کے قریب افغنہ و نصاری کے حملہ شب خون سے شہید ہوئے۔ اور اپنے باپ کے نزدیک مدفون ہوئے۔

ناصر جنگ کے زمانہ میں قصبہ برہان جاگیر دار سلتا نجی بنا لکڑ کھٹیا راجہ ہنونت او بن لکڑ کھٹیا اسکو نواب ناصر جنگ بہادر شہید نے اوس کے باپ کا خطاب اور جملہ حقوق بیری عطا فرمائے تھے۔ مگر یہ عیش دوست اور آرام پرست اور عظیم الفرصت تھا۔ اس نے اپنے نام سے اپنے باپ کے سلتان باغ کے قریب ہنونت باغ تھایت عمدہ آراستہ کیا۔ مگر صلابت جنگ کے زمانہ میں مر گیا۔

## صلابت جنگ کی سلطنت جلوس ۱۱۶۴ھ

### مدت سلطنت - تاریخ وفات - ۲۰ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ

صلابت جنگ - آصف جاہ بہادر کے تیسرے فرزند تھے۔ فراسیون نے آپ کو بمقام اورنگ آباد بعد قتل ہدایت محی الدین ۱۸ ربیع الاول ۱۱۲۳ھ میں تخت نشین کیا۔ آپ نے ۱۱ سال ریاست کی۔ اس مدت میں مرہٹوں کے ساتھ مقابلہ رہا۔ نظام علیخان بہادر نے آپ کو ۱۷ اردیچہ ۱۱۲۵ھ میں قید کر دئے تھے۔ قلعہ بیدر میں برابر ایک سال ۳ مہینے ۶ روز مقید رہے، ۳۰ ربیع الاول ۱۱۲۵ھ میں انتقال فرمائے اور بیدر میں مدفون ہوئے۔ احمد شاہ بادشاہ دہلی نے آپ کو آصف الدولہ ظفر جنگ کا خطاب سرفراز فرمایا تھا۔ اور عالمگیر ثانی نے امیر الممالک کا خطاب دیا تھا۔

صلابت جنگ کے زمانہ میں پرگنہ بیر کے جاگیردار سلتانجی بنا لکر کا پوتاراجہ راجہ دھیراج بنا لکر بھونٹ راؤ کا بیٹا راجہ دھیراج اپنے باپ کے مرنے کی وجہ سے عطاءئے منصب و جاگیر کا متلاشی رہا آخر کار دربار شاہی تک پہنچا۔ وہاں سے کامیاب ہو کر قصبہ بیر میں بڑے کروڑ سے آیا مگر اوسکی حکومت ایک ہی جاگیردار کی طرح تھی۔ اگر اپنے دادا کے طریق عمل سے بیر کے جاگیردار کی کو خاندان ترکہ قرار دیتا تو الجھی ہوئی حالت ایک مفید انقلاب سے بدل جاتی اور حکومت کا زور پوری قوت کے ساتھ قائم رہتا۔ مگر اوس نے عمداً اپنے بادشاہ کے ساتھ موردنی رقابت کا طریق عمل برہم کر دیا اور یہی باعث اوس کے جاگیر کی خانہ بربادی کا ہوا اور اوس کی خاندانی عزت حقیر زندگی کے ساتھ لگٹی اور ایک بہت بڑے موردنی عطیہ جاگیر کو بے موقع ہاتھ سے کھو دینا پڑا۔

نظام علیخان کی سلطنت ۱۱۲۳ھ  
جلوس ۱۱۲۵ھ - تاریخ انتقال ۱۱۲۸ھ

نظام علیخان بہادر۔ آپ آصف جاہ بہادر کے چوتھے فرزند تھے۔ نام آپ کا میر نظام علیخان خطاب فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ بہادر تھا۔ غرہ شوال ۱۱۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۸۵ء کی جنگ ۱۱۸۵ھ میں اپنے بھائی صلابت جنگ کو مقید کر کے اوزنگ آباد میں سلطنت دکن کے مستقل تخت نشین اور مالک فخا بن گئے ۱۷۸۷ء ربیع الآخر ۱۱۸۷ھ میں انتقال فرمائے اور غفراناب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ صحن مکہ مسجد واقع حیدر آباد میں مدفون کئے گئے۔

نظام علیخان بہادر کی تخت نشینی سے پہلے ولایت بیراجہ دہیراج بنا لکر کو تنخواہ جاگیر مل چکی تھی۔ قریباً (۸) یا (۹) سال تک نواب نظام علیخان بہادر کے عہد سلطنت میں راجہ دہیراج پرگنہ بیرکا مطیعانہ جاگیر دار رہا۔ اس مدت کے بعد اس نے ترقی شروع کی۔ پرگنہ بیرکو اپنی موروثی آزاد ریاست سمجھلیا اور اعلیٰ شاہی میں غفلت اور سست پیمانے کرنے لگا اس لئے حضرت نظام علیخان بہا نے ۱۱۸۷ھ میں اسکی بنیہ اور گونمالی کے لئے زیت سنگہ کو تعین فرمائے اس نے قبضہ بیرکا محاصرہ کیا اور حکمت علی سے دہیراج کا عمل دخل اٹھا دیا۔

راجہ زیت سنگہ [زیت سنگہ گوراجہ گوبال سنگہ کا بیٹا۔ اور قلعہ قندہار ضلع ناندیر کا جاگیر دار تھا۔ ۱۱۸۷ھ میں اپنے باپ کا قائم مقام ہوا مگر ناندیر میں اکثر رہتا تھا۔ اس کے جاگیرات کا محل قریباً (۲۴) ہزار (۹) سو روپے چار آنے مقرر تھا گوراجہ زیت سنگہ کو دہیراج کے دولت مند فوجی کے مقابلہ میں کچھ نسبت نہ تھی لیکن مقدار ایسا تھا کہ ۱۱۸۷ھ میں دولت بنا لکری تباہ ہو جائے اسی سنہ میں قبضہ بیر فہرست تنخواہ جاگیر سے نکل کر شاہی خالصات کے مد میں

۱۱۸۷ھ قندہار کا قلعہ ۱۱۸۷ھ میں تعمیر کیا گیا (پنج افزائے برجن کشمیر) لفظ کشمیر مادہ تانیخ ہے لیکن سپرد ۵۵ کا ہندسہ بڑا دیا جائے ۱۲

شامل ہو گیا۔ راجہ زبت سنگھ برابر ایک سال یہاں کے انتظام کے لئے ٹھہرا رہا۔  
 شرف الدولہ شرف الدولہ میں نواب شرف الدولہ بہادر کو نواب نظام علیخان بہادر نے پرگنہ بیر  
 شرف الدولہ پر روانہ کئے اور یہ حکم دیا گیا کہ پرگنہ بیر تھانہ کے تنخواہ جاگیر ہے تو پنجانہ  
 وباروت و آلات حرب مہیا رکھیں اور جبراً جمعیت فراہم کریں نواب شرف الدولہ  
 نے اس حکم کی پوری تعمیل کی۔ مردان عرب و تھم ہند و سندھ لاہور و ملتان کا بل  
 و خراسان ایران و توران حبشی و زنگی رومی و شامی مصری و عراقی سپاہ جدید  
 کی بہرتی شروع کی اور نیز قلعہ بیر کو سامان حرب و عراقی و اقواب ضرب زن سے  
 خاطر خواہ آراستہ کیا جس میں بڑے بڑے افسران صلح پوش و جیشیان حلقہ بگوش  
 و نیزہ بازان جان باز و سواران نامدار و جوان مردان کامگار کی ایک خاص تعداد  
 نواب غفراناب کی ضرورت کے وقت مستعد کارزار رہا کرتی تھی اور پرگنہ بیر کا  
 کامل محاصل شرف الدولہ بہادر کے ذلیفہ اور فوج کی تنخواہ میں صرف ہوا کرتا تھا۔  
 نواب شرف الدولہ بہادر۔ نواب میر نظام علیخان بہادر کے وزیر اعظم  
 میر موسیٰ خان المحاطب رکن الدولہ احتشام جنگ دیوان دکن کے بھائی تھے۔  
 انہوں نے اپنے ذاتی مصارف سے قبضہ بیر میں چند مساجد بنوائے اور مناسب  
 انتظامات جاری کر کے۔ بہت سے لوگوں کو بیت المال سے اراضیات اور وظائف  
 عطا کئے دور دراز شہروں کے باشندے ان کے عہد میں قبضہ بیر میں آسے  
 کوئی ایسا نہ ہوگا جو ان کے فیضان احسان سے کامیاب نہ ہوا ہو۔ و حقیقت  
 شرف الدولہ بڑے سخی شجاع عادل حق پرست معاملہ فہم سپاہ دوست تھے۔  
 شرف الدولہ کے فرزند داؤد الدولہ و یادر الدولہ بڑے قابل دلائق تھے  
 بڑے فرزند کا اصل نام میر غلام حسین بہادر اور خطاب داؤد جنگ داؤد الدولہ تھا  
 دوسرے فرزند کا نام غلام علی نقی خان بہادر اور خطاب یادر جنگ یادر الدولہ تھا۔

ایام عیدین میں ان صاحبزادوں کی سواری عید گاہ کے طرف جو قصبہ بیرہ میں واقع ہے بڑے نخل سے نکلا کرتی تھی۔ خلائق کا اثر دھام فوجی باجون کی گونجتی ہوئی آواز سواروں کی آہستہ خرامی اور زرنگاری کی شان و شوکت شاہانہ سواری کا نمونہ دکھاتی تھی۔

علی محمد نقی خان نقی محمد خان بہادر علی یادر جنگ۔ نواب شرف الدولہ کے فوج کی بخشی اور مہات مالی و ملکی کے دیوان یا مدار الملہام تھے مگر بڑے عقیل فریس مانے جلتے تھے۔ انہوں نے قصبہ بیرہ کے رعایا کے حق میں عجیب و غریب فیاضیاں دکھائیں اور آئین حکومت۔ انتظام ملکی۔ رفاہ رعایا کے متعلق ایک نہایت مدبرانہ دستور العمل اللہ ہدین لکھا تھا۔ افسوس کہ عموماً اسکی باضابطہ نقلین نہیں کرائی گئیں۔ ورنہ اون کے گزشتہ انتظامات کا پورا احوال معلوم ہوتا انکار قد حضرت شاہ کوہ قاف قدس سرہ کے روضہ رضیہ میں جانب پائین درگاہ دالان سنگین سے ملحق واقع ہے اور اون کے مزار پر خوشنما گنبد بنا ہوا تھا جو ۱۲۱۵ھ میں مہدم ہو گیا ہے۔

سکندرجاہ کی سلطنت۔ ولادت ۱۱۸۷ھ

جلوس ۱۲۱۵ھ تاریخ وفات ۱۲۴۷ھ

سکندرجاہ بہادر۔ نواب میر نظام علی خان بہادر کے فرزند تھے۔ غرہ رجب ۱۱۸۳ھ میں پیدا ہوئے ۲۲ بیع الاول ۱۲۱۵ھ کو تخت نشین ہوئے ۲۶ برس حکومت کی ۲۲ سال کی عمر تھی ۱۲۴۷ھ میں انتقال فرمائے اور (منفرت منزل) کے لقب سے مشہور ہوئے صحن مکہ مسجد واقع حیدرآباد میں دفن کئے گئے سکندرجاہ کے زمانہ میں راجہ سکھوہر ودر پرگنہ بیرکا عامل تھا۔ اسکی حکومت بڑی

راجہ سکھو دور پر جلال تھی اسکے تعزیرات کا قانونی بے انتہا سخت اور اوس کے  
 بے ڈھب خواہشوں میں ڈھلا ہوا تھا مجرم کو نادر سزا کی تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔ ایک  
 ناکر وہ گناہ تیلن کوتیل میں تدبیر کو کے جلادیا تھا واقعہ یہ تھا کہ اوس نے کسی خریدار  
 تیل کو اوس کے انجبار شراب کھے تھے کہ خدا کرے اس راجہ کا راج جل جائے  
 راجہ کو اوسکی خبر ہوئی جا بر خریدار کو جو کچھ سزا دینا تھا تو دیا مگر اوس کی طبیعت کو  
 تیلن کے اون الفاظوں نے ایسا مشتعل کر دیا تھا کہ وہ تیلن سرتا یا جلادیا لگی گئی۔  
 اس سے زیادہ عجب اوس راجہ نے اور ایک حکم صادر کیا تھا جو کسی حاکم سے  
 ویسی نوا در حرکت کبھی نہیں ہوئی ہوگی وہ حکم یہ تھا کہ چکی قابل پھانسی کے ہے  
 اسکو پھانسی دی جائے اور وہ پھانسی پر کھینچوائے گئی۔ بات یہ تھی کہ داروغہ سرکاری  
 نے آٹا پیسے والوں کے سرقہ کی راجہ سے شکایت کی راجہ نے انکو پکڑ بلایا اور سخت  
 سزا دینی چاہی۔ جب وہ پکڑے ہوئے اسے خوف و دہشت سے چہرہ پر اونکے  
 تردد اور پریشانی نمایان ہونے لگی راجہ نے پوچھا کیون تم نے آٹا چرایا یہ آواز  
 سنتے ہی اون کے دل میں خلش پیدا ہو گئی کہہ راہٹ کے مارے کہنے لگے چکیوں  
 میں مٹھی بہراٹما کم ہو جاتا ہے لیکن ہم غراب سزا کے مستحق نہیں۔ اگر اسپر تو ہم کو سزا دیگا  
 تو جگہ حق ہے اگر بخش دے تو نوازش۔ راجہ نے بظاہر شیم پوشی کر کے یہ رائے قائم  
 قائم کی کہ چکیاں بد معاش ہیں کہ ہر وقت مٹھی بہراٹما جبر الیتی ہیں ان غراب کا کوئی قصور  
 نہیں چکیوں کا قصور ہے۔ اور وہ چکیاں سزا کے مستحق ہیں اس کے اس حکم نے  
 تمام رعایا کے دل کو ہلا دیا تھا اور بد معاشوں کے بداندیش خیالات درہم برہم ہو گئے  
 تھے۔ لہذا اھ کے قحط میں بھی راجہ تھا کہ اوس نے اپنے رعایا کے ساتھ وہ معونت  
 کی جو ایک سرپرست حاکم کو سزا دار تھی تاہم ہزاروں ہی کے تخمین سے محتاجوں کی  
 عزیز جانیں تلف ہوئیں بے انتہا آباد گھرا جڑ گئے صد ہا لعین بے گور و کفن مٹ گئے



غازی پور سے کی دلچسپ آبادی کھنڈر بن گئی۔ ہنوز یہ تباہی اور دیرانی رونق پذیر نہیں ہوئی تھی کہ اودھر سے امیر علی ڈاکو اپنے بد معاش گروہ کے ساتھ تلجا پور ویراگ بار سے ریہڑہ کو لوٹا اور تباہ کرتا ہوا قصبہ بیر میں پہنچا متواتر دو روز لوٹ مار کرتا رہا۔ اور آگ لگانے کی فکر کی لیکن کہیں سارق قطعاً طریق ڈاکو لوٹیرے مستقل مقابلہ کر سکتے ہیں لڑنا اون کے آئین ڈاکہ زنی میں داخل نہیں اور نکاح صرف اس قدر کام ہے کہ زرخیز میدانوں اور آباد قصبات پر ہوشیاری اور جان بچا کر حملہ کریں اور غارت اور بیرجی سے مطلب کو نکالیں اس سے زیادہ وہ کیا کر سکتے تھے۔ تاہم اسکا آنا قصبہ بیر کی زیادہ تباہی کا باعث ہوا امیر علی دراصل بہاراجہ ہولکر کے ریاست کی کسی موضع کا رہنے والا اور یوسف خان کا بیٹا اور اسمعیل کا ستینی اور گزشتہ مشہور پنڈاروں و ڈاکوں اور سارقوں کا سرخیل تھا۔

راجہ سکھو ورد کے بعد ۱۲۲۴ھ یا ۱۲۲۵ھ میں قصبہ بیر کی تعلقہ داری پر نواب میراٹن اندر عرف ٹیپو صاحب آئے تھے اور پہراونکے بعد ایلچپور کے ٹیپان صاحب محمد خان صاحب محمد خان قصبہ بیر پر مامور ہوئے انہوں نے اپنی ابتداء ملازمت ۱۲۳۹ھ تک قصبہ بیر کی ترقی و آبادی میں اپنی عالی ہمت سے نہایت عمدہ اثر قائم کئی کھنڈروں کی درستی بازاروں کی آبادی منہدم مکانات کا بنو ادینار عالی کے تعاون اور مردین کے آسائش میں بڑی ہمدردی کی۔ آخر ۱۲۳۹ھ میں راجہ گویند بخش بہادر نے اون کو خدمت سے موقوف کر دیا تھا۔

ناصرالدولہ کی سلطنت - ولادت ۱۲۰۸ھ

جلوس ۱۲۴۴ھ - تاریخ وفات ۱۲۷۳ھ

ناصرالدولہ بہادر - نواب سکندر جاہ بہادر کے فرزند تھے - ۲۴ رمضان ۱۲۷۳ھ



بیدر میں پیدا ہوئے ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۴۷ھ کو اپنے باپ کے تحت شاہی پر جلوس فرمایا۔ عمر آپ کی (۶۶) برس چند ماہ کی تھی (۲۸) برس (۱۰) مہینے (۵) روز حکومت کئے۔ (۲۲) رمضان ۱۲۴۸ھ میں انتقال فرمائے اور غفران منزل کے لقب سے مشہور ہوئے۔ صحن مکہ مسجد۔ واقع حیدر آباد میں مدفون کئے گئے۔ اگرچہ آپ کے تحت نشین ہونیکے (۵) سال پہلے ہی سے رائے چوٹم لعل پرگنہ بیر کے حاکم مقرر رائے چوٹم لعل [مہو چکے تھے تاہم رائے چوٹم لعل نے آپ کے زمانہ میں کمال قصبہ بیر کی حکومت کی۔ رائے چوٹم لعل قوم کے کہتری اور راجہ بیربان کے بھائی اور راجہ چند دلال بہادر کے رشتہ دار تھے۔ رائے صاحب نہ صرف قصبہ بیر کے حاکم بلکہ نسبت ناندیر بردا یورگانڈاپور کی حکومت انہیں کے اختیار میں تھے۔ اونکی ماموری ۱۲۴۸ھ فصلے مطابق ۱۲۴۹ھ میں ہوئی۔ تادم زیست ملازمت میں سرگرم رہے۔ ۱۲۴۲ھ فصلے مطابق ۱۲۴۹ھ کو مر گئے قصبہ بیر میں اون کے یادگار سے عاشور خانہ عالیشان بنا ہوا موجود ہے۔ اون کا نائب موہن لعل تھا مگر رائے صاحب کے معاملات میں اوسکی فراست زیادہ پسند مانی جاتی تھی۔

امیر نواز جنگ [رائے چوٹم لعل کے بعد ۱۲۵۰ھ میں پرگنہ بیر کی حکومت امیر نواز جنگ کو عطا ہوئی اس پرگنہ کے سوانا نندیر۔ دہارا سیون۔ تیرڈھو کی قلعہ پر نیڈہ قلعہ ملدرگ کی حکومت انہیں سے متعلق تھی۔ امیر نواز جنگ مذکور کرار نواز خان عرف دولہ خان بہادر کے بیٹے قوم کے جانوزے اور کرنول کے رہنے والے بڑے عالیدماغ فیاض عادل راحم الغرباسخی حلیم المزاج تھے۔ انہوں نے قصبہ بیر کے سلسلہ تعمیرات میں بڑے بڑے عالیشان عمارات جواہم کار اور بقائے یادگار کے لئے بنوائے تھے وہ اب تک موجود ہیں۔ اور اون کے گذشتہ عظمت کی شہادت

دیر ہے ہیں۔ امیر موصوف ۱۲۵۸ھ میں انتقال کئے اور تلخہ نادرگ میں مدفون ہوئے  
 اودن کے بعد اودن کے فرزند رفیق یاوردولہ قایم مقام ہوئے اور اپنے مفوضہ خدات  
 رفیق یاوردولہ بہا کو انجام دیتے رہے ان کے معاملات گھوڑے خان کی رائے  
 سے طے ہوا کرتے تھے گھوڑے خان نے اپنے آقا کے یادگار میں حضرت سید  
 سلیمان قدس سرہ کے روضہ منورہ میں ایک مسجد اور باؤلی ۱۲۵۸ھ میں بہت  
 ہی خوشنما بنوائی ہے۔ جس پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

در حکم رانی نواب رفیق یاوردولہ بہادر خلف الصدق نواب  
 امیر نواز الدولہ بہادر الملک بہادر مرحوم دام اقبالہ خان ذی شان  
 گھوڑے خان چاہ فیض رسان مرتب کردند مادہ تاریخش اینست  
 فی سبیل اللہ چاہ خوش عجیب

۵۸ ۱۲ ۳

افضل الدولہ کی سلطنت۔ ولادت ۱۲۴۳ھ  
 جلوس ۱۲۷۳ھ۔ تاریخ وفات ۱۲۸۵ھ

افضل الدولہ بہادر۔ نواب ناصر الدولہ کے فرزند تھے۔ سلخ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ  
 میں پیدا ہوئے ۲۴ رمضان ۱۲۷۳ھ منگل کے دن تخت پر جلوس فرمایا۔ عمر  
 آپ کی ۲۲ سال کی تھی ۱۲ سال امینیا ۲۰ روز سلطنت کی ۱۳ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ  
 میں انتقال فرمائے اور منفرت مکان کے لقب سے مشہور ہوئے صحن مکہ مسجد  
 واقع حیدر آباد میں دفن کئے گئے۔

افضل الدولہ بہادر کی تخت نشینی سے ۵ سال پہلے اعتقاد جنگ بہادر پر گنہ  
 بیر کے حاکم تھے ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ میں اعتقاد جنگ بہادر کے کارپرداز

(بالاجی راؤ) سے جیونجی رتن جی نے پرگنہ بیر کی حکومت کا جائزہ لیا اور خود مستقل جیون جی رتن جی اول تعلقہ کی کام کرتے رہے۔ جیون جی قانونی باضابطہ زمانہ کا پہلا حاکم تھا جسے مغلائی کا قدیم آئین ضلع بندی کے جدید قواعد و ضوابط سے بدلایا اور امور مالی و ملکی کے نسبت حسب ذیل اصلاح کی۔

(۱) لاؤنی کے متعلق جو کاغذات نا درست تھے انکو درست کر دئے۔  
(۲) پٹیل و پٹواری زراعت سرکاری کے متعلق خود رائی سے جو قول دیا کرتے تھے اوس کا اسناد کیا۔

(۳) زمینداروں کے دماغ میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ ہم ملک کے مالک ہیں اس بیہودہ خیال سے اون کا دماغ صحیح کر دیا۔  
(۴) زمینداروں کا دستور تھا کہ سرکاری زراعت کی تحصیل لیکر اپنی دستخط سے رسیدات دیا کرتے تھے یہ عمل درآمد مطلق موقوف کر دیا گیا۔

(۵) راتوں کو ڈاکوں کے خوف سے مطلق امن نہ تھا اوسکا مقول بندوبست کیا جیونجی صاحب اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ (قبل از رواج دستور ہذا مالی این ضلع نزول شام راشامت طالع خود اندیشیدہ دروازہ ہائے مکانات چون دل ماتم زدگان بند نموده نقد جان بکف ہر اس نہادہ منظر وقت می بودند)  
(۶) بیر۔ پاترور۔ گیورائی کے شریر النفس زمینداروں نے (۱۷۵۰۰۰)

بیگے زمین دیہات خالصہ سے اخفا کئے تھے وہ برآمد کئے گئے۔ ان زمینداروں کو شرم نہ آئی کہ ہم اپنے مالک کے ساتھ ایسے مذموم اور قبیح حرکت سے کیوں پیش آئیں سرکاری زمین کو پوشیدہ کرنے میں اون لوگوں نے کچھ خوف نہیں کیا اس سے یہ ظاہر ہے کہ اپنے پرزور زمانہ میں غریب رعایا کی کس قدر تباہی کی ہوگی خانہ براندازی اور دوہائیوں میں لڑا دینا اون کا قدیم شیوہ ہے۔

- (۷) جو راستے تنگ و خراب تھے کسی قدر وسیع کر دیئے
- (۸) اطفال کے لئے مدرسے اور طلباء کے واسطے مدرسین مقرر کئے
- (۹) ٹیپ خانہ کے چوکیات بنوائے
- (۱۰) سائرو کو توالی کے ابواب موقوف کر دیئے
- (۱۱) تہذیب و فتنے کے لئے مواہیر اور محکمہ جات کے واسطے مکانات ترمیم کئے
- (۱۲) ڈاکہ چوری خون جو بردار روشن ہو کر تاحقا اسکا معقول بندوبست کیا
- (۱۳) ساہوکار جو اپنے قرضداروں کو جبراً و قہراً حراست میں دیکر بطور خود قرض کا مطالبہ کرتے تھے اسکی ممانعت کرائے
- (۱۴) عدالت فوجداری و دیوانی کے داجب الاذعان بجلیان ایسی چمکانی گئیں جن کے ہیبت سے بڑے بڑے ثابت قدموں کے عزم متزلزل ہو گئے اور اہل خدمات شرعیہ کو بھی اسی زمانہ میں زوال آیا اور بجائے خود ایک گوش دو بینی کے ساتھ فرض سند شرعیہ پر تکیہ لگائے ہوئے دم بخود بیٹھ گئے۔

سلطنت علی حضرت قوی شوکت خاقان مان  
میر محبوب علیخان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ - علی حضرت  
کی ولادت ۱۲۸۳ھ - جلوس اول ۱۲۸۵ھ - دہلی کا  
سفر ۱۲۹۳ھ - کلکتہ کا سفر ۱۲۹۳ھ - جلوس دوم ۱۲۹۳ھ

میر محبوب علیخان بہادر - نواب افضل الدولہ بہادر کے فرزند - اور سلطنت صفیہ  
کے مالک اور دکن کے پادشاہ بہن - ۶ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ میں شنبہ کے دن پیدا  
ہوئے - افضل الدولہ بہادر کی زیارت کے روزہ اذیقہ ۱۲۸۵ھ کو دوپہر کے

وقت مسند پر بیٹھے ۱۸ سالہ میں بڑے دھوم دھام سے تسمیہ خوانی ہوئی۔ تسمیہ خوانی کے وقت عمر آپ کی ۴ برس ۴ مہینے کی تھی۔ اور آخر ذیقعدہ ۱۲۹۳ھ میں حسب الارشاد گورنر جنرل بمقرب جشن دربار و خطاب قیصر ہند کوٹن و کٹوریہ کے دہلی کو تشریف فرما ہوئے ۱۶ صفر ۱۳۰۱ھ کو (لارڈ رین) گورنر جنرل بہادر نے آپ کو کلکتہ بلا کر کہا تھا کہ آپ تخت نشینی کے قابل ہو گئے ہیں۔ بیعہ الآخر کے مہینے میں تخت نشینی ہو کر پورا اقتدار ملکی حاصل کر لیں۔ اس وقت آپ نے لارڈ صاحب کو اپنے تخت نشینی کے رسم کی دعوت دی، بیعہ الاول روز شنبہ ۱۳۰۱ھ کو بڑے تکلف سے انیسویں سال تخت شاہی پر جلوہ آرا ہوئے لارڈ صاحب نے اعلیٰ حضرت کے مکریمین تلوار باندھ کر مبارکباد دے دی اور اختیارات ریاست کو آپ کے سپرد فرمایا لارڈ صاحب پہلے ویسراہین جو اس ریاست میں کلکتہ سے آئے اور ہمارے پادشاہ کو مسند خلافت پر بٹھائے ہمارے اعلیٰ حضرت کی تخت نشینی کا جلسہ ایسا پر تکلف ہوا جو اس سے پہلے شان دکن کو کبھی نصیب نہ ہوا ہوگا ہمارے اعلیٰ حضرت کے ظل عاطفت و سایہ حمایت میں ایک کروڑ لاکھ مخلوق نہایت عیش و آرام سے بسر کر رہی ہے۔ خدا اس سایہ کو ابد الابد قائم رکھے۔ آمین شہ آمین! کے اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں ضلع بیر کے عمال بیر کے امورات مالی و ملکی کو کامیابی ساتھ انجام دے اور دیر ہے ہیں اور ہر ایک عمال کی تصریح بیان کر نیکی لئے بڑی فرصت چاہی اور بالفرض ان کے حالات بیان کرنے کے لئے کوشش بھی کی جاو تو یہی نتیجہ برآمد ہوگا کہ ان عمال نے اعلیٰ حضرت کے زمانہ طفلی سے آج تک سرکاری دستور العمل سے طریق انتظام میں ہر قدم پر ہدایتیں حاصل کیں اور مالگزاری کو ترقی دی رہا یا کہ جان و مال کی حفاظت کی۔ اور ہماری اس تالیف کے زمانہ میں مولوی محمد زکی الدین صاحب ضلع بیر کے اول تعلقدار عیجاب مولوی محمد زکی الدین صاحب

مسند تعلقداری پر جلوہ آ رہا ہیں۔ صاحب مدوح قصبہ کا کوری ضلع لکھنؤ کے معزز اور محترم خاندان سے بڑے عالم اور فاضل۔ اور حافظ بشیر الدین صاحب مرحوم کے لائق اور ستودہ صفات فرد زمین اور قریباً ضلع بڑیکے ۶۴۲۷۲۲ خلق اللہ آپ کی تیار حکومت میں پرورش پاتی ہے۔ ہم اپنے جلیل القدر تعلقدار صاحب ادا م اللہ اقبالہ کے عدل و انصاف کی داستان جلی قلم سے لکھ سکتے ہیں۔ لیکن مجھ کو میرے حصاد خوشامدی اور زمانہ ساز کہیں گے۔ کیونکہ ادنین سخن فہمی کا مطلق مادہ نہیں ہے ہم نکتہ سنج ارباب کو اپنا مخاطب کرا کے کہتے ہیں کہ ہمارے تعلقدار صاحب کے معدلت کا مرتبہ ایسا بڑا ہوا ہے جسکی مثال گذشتہ حال میں بہت کم مل سکتی ہے بڑے بڑے جید اللسان آپ کی تحریر و تقریر اور حدت ذہن اور قوت فہم کے معترف ہیں علم و فضل و عدل و عفومین جو انکا پایہ ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے خداون کے قیام حکومت تک ادکی حکمرانی بہبودی و انصاف و عزت سے زیادہ رونق پائے۔

## تیسرا مقالہ

قصبہ بیر اور اس کے عمارات۔ و آثار قدیم و شاذ  
خانقاہ

سلطان احمد شاہ بہمنی پادشاہ دکن نے اپنی لڑکی کی شادی شاہ خلیل الدین شاہ نعمت اللہ دلی کرمانی کے بڑے بیٹے شاہ حبیب اللہ غازی کے ساتھ کر دیا تھا اور پرگنہ بیراؤ کو جاگیر عطا کی تھی۔ شاہ حبیب اللہ نے اپنے آزاد اور مالکانہ اختیار سے اس عمارت قدیمہ کو اپنے چھوٹے بھائی شاہ محب اللہ کے مسند و سجادہ نشینی

کے واسطے خانقاہ مقرر کر دئے۔ جس میں شاہ محب اللہ اور نیزاؤن کے طلباء و اہل علم اور طریق یا فاضی کے مسافر اپنے تصفیہ باطن و درد و ظایف و خضوع جوارح و خضوع قلب و ازدیاد فیضان مواکلات و مجالسات و مجاہدات و ردوالبالغۃ و محبت باہمی کے لیے مصروف رہا کرتے۔ اور اس مسکنیت و اجتماع باہمی میں اؤن کے قلوب و نفوس و ارواح و اشباح پر ایک نورانی اثر پیدا ہوا کرتا تھا۔ یہ خانقاہ اؤن طالب مولیٰ کے لئے اؤن کی زندگی میں گویا کفالت گاہ تھی اور نیزاؤن زمانہ سے تا انیدم سینکڑوں ارادتمند اور برگزیدہ مسلمان فدا کی چادر اوڑھ کر خانقاہ سے سر لگا کے آرام کر رہے ہیں اور اؤن کے بڑے بڑے قبور اور شاندار مقبرے اب تک موجود ہیں۔

خانقاہ کی عمارت بہت قدیم اور پرانی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے اطراف سنگین حوض ہے جو (۶۴۰۰۹) فٹ مربع ہے جس کے (۱۱۲۶) مربع گز ہوتے ہیں اس حوض میں پانی ہمیشہ بھرا رہتا ہے۔ گل نیلوفر اکثر پیدا ہوتا ہے۔ مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ موسم بارش میں پانی کم ہو جاتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ یہ مقام عجیب و غریب اور پر فرزا ہے۔ اس خانقاہ کے اندر (۳) حجرے ہیں ہر ایک حجرہ اور اس کا دور سا بان سنگین ہے۔ سنگین ستون بھی بہت سے ہیں۔ ہر ایک پہر نقش و نگار سے تراشا ہوا ہے۔

ابوالقاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ فرشتہ کے جلد دوم مقالہ سوم سلطان احمد شاہ بہمنی کے اخیر ذکر میں خانقاہ کا جو ذکر کیا ہے وہ یہی خانقاہ ہے جو قبضہ بیر کے باہر جانب شرق سیکڑوں برس سے مسلمانوں کا تبرک مقام سمجھا گیا ہے۔ اب ہم اس موقع میں زیادہ مہارت کے لئے اس کے حدود و اربعہ بھی بتا دیتے ہیں تا اوس کے تیقن میں کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہے اوس کے حدود اربعہ یہ ہیں



جانب شرق باغ۔ جانب غرب درگاہ سید شاہ منور قادری و نالہ پانپاس جانب جنوب سر او مکانات خدام سرا و زمین زراعت سرا و چار بادلی جانب شمال مقبرہ حمید و بانو و شارع عام و نالہ۔

سلطانجی بنا لکھ جاگیر دار بیر نے اپنے زمانہ میں یہ چاہا تھا کہ خانقاہ مذکور کو مسلمانوں کے قبضہ سے علیحدہ کر دین لیکن اسلام کے ایک بڑے قوی اور دلاور سرپرست ابرج خان نے اوسکو اوس کے ارادے سے روک دیا تھا۔ یہ اوس کی فخر و وصلہ مندی تھی کہ اوس نے اوس کے مستقل ولایت میں اوسکو اوس کے مذہبی تعلقات کے ارادہ سے باز رکھا تھا۔

سلطانجی بنا لکھ کے بعد پیر کشتی دئے اوس پر تعرض نہیں کیا۔ مگر مولوی یوسف<sup>ابن صاحب</sup> اول تعلقات ارضیہ کے عہد حکومت یعنی ۱۲۸۷ھ سے براہمہ متفق ہو کر پیچیدہ اشکال کے ذریعہ سے تعرض پر آمادہ ہین بہر حال یہ مقام دو متضاد گروہ ہندو مسلمان کے مذہبی تعلقات کا مرکز بنا ہوا ہے مسلمان اعتقاد کی وجہ سے اور ہندو مذہبی جوش کے باعث اپنے اپنے پرزوقوت کا اندازہ کر رہے ہین۔

براہمہ کا یہ کہنا کہ خانقاہ نہیں ہے کنکالیشور کا دیول ہے محض غلط اور گزشتہ براہمہ کے مسلم الثبوت اقبال سے بالکل مخالفت پایا جاتا ہے۔ ہم اس وقت معزز ہین ہمکو تعصب مذہب سے کچھ تعلق نہیں ہمارا فرض منصب ہے کہ ہر ایک امر کے تحقیق میں اعلیٰ مرتبہ کی روایت نقل کرین عام اس سے کہ وہ مضر بحق مسلمان ہو یا بحق براہمہ ہم نے اس خانقاہ کے متعلق قدیم و ثانیق تلاش کئے مبصداق و من وجدہ ایک چک ہمارے نظر سے گذرا جو ۱۲۸۷ھ کا لکھا ہوا تھا اور اس پر پرگنہ بیر کے نافذ الحکم قاضی اور سرکاری امین و فوجدار و دیسکھ و دیسپانڈیہ و مقدم و پٹواریوں کی مہر اور دستخطیں ثبت ہین اس چک میں اس قدیم عمارت

کو بلقط (خانقاہ) لکھا ہے لکنا لیشور کا کہیں پتہ و نشان تک نہیں دیکھا گیا۔ اور جب بئر کے گزشتہ زمینداروں نے تحریری دستاویزوں سے اس مقام کا خانقاہ ہونا تسلیم کر لیا ہے تو ان کے مذہبی قایم مقام کا یہ کہنا کہ لکنا لیشور اس کا نام ہے کیونکر صحیح تصور کیا جائے گا اور کیا یہ قول تقریر مانع مخالف کے تعریف میں داخل ہے اور نگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں اس خانقاہ پر مسجد بنوائے گئی تھی سنہ ۱۳۱۵ء میں کسی مخالف مذہب نے اس کو شہید کر دیا۔

## گنبد زندان سلطان محمد تغلق پادشاہ دہلی

سنہ ۷۲۲ھ میں سلطان محمد تغلق (دزگل) سے بیمار ہو کر قصبہ بیر میں آیا تھا لیکن اس کے دانتوں میں پہلے ہی سے درد ہو رہا تھا اتفاقاً اس کا دانت گر پڑا اس نے اپنے دانت کو موضع کرلجھنی کے پہاڑ پر بٹے کر وفر سے دفن کیا۔ اس مدفون پر ایک عالیشان نہایت مستحکم گنبد بنوایا جو اس کے گزشتہ عظمت کی شان دکھا رہا ہے۔ اس گنبد کا چوترا تقریباً (۱۲۰) فٹ مربع۔ عرضاً (۷) فٹ اور عمقاً (۲) فٹ کا ہے۔ حصار اس کی باہر کے جانب سے (۶۴) فٹ مربع۔ عرضاً (۳) اور عمقاً انتہائے گنبد (۲۰) فٹ اور خاص گنبد (۴۰) فٹ مدور ہے۔

## قلعہ بیر

یہ قلعہ نظام شامیوں کے زمانہ تک بہت ہی مستحکم اور مضبوط اور بڑا پایدار تھا کہتے ہیں کہ اس قلعہ کو دیوگر کے راجہ سنگدیو نے بنوایا تھا۔ اور یہ بھی سنا جاتا ہے کہ سنہ ۱۳۳۵ء میں سلطان محمد تغلق کے معاز ظہیر الدین نے قصبہ بیر کے قدیم آبادی لے موضع کر جی قصبہ بیر سے ۸ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہوا اور قدرتی پہاڑوں میں آباد ہے ۱۲

ظہیر الدین معمار سے کچھ دور ہٹکر رودینسرا کے اوس پار مغرب کے جانب رودینسرا کے کنارے ایک وسیع میدان کے سطح پر قلعہ بنوایا۔ اس قلعہ کے اندر جب باولیان کہو دو والی گئیں اون باولیون میں میٹھے پانی کی نہرین نکلیں علوم ریاضی کے جانور دے قلعہ بڑی و تہسبیہ سلطان قیون نے اس قلعہ کی پوری تعمیر ہونے کے بعد سلطان کو اطلاع دی قلعہ بیر کا وجہ سیمہ اور نیز انتخاب نام کے لئے گزارش کی گئی سلطان نے کثرت باولیون کے لحاظ سے اوسکا نام (قلعہ بیر) رکھا اگر یہ روایت معتبر ہے تو باولیون کے لحاظ اسکے لئے یہی نام نہایت موزون تھا۔ واقعی یہاں پر کثرت سے باولیان اور ہر ایک باولی میں میٹھے پانی کی جھیلیں موجود ہیں۔

قلعہ بیر کے (۴) دروازے (۱) کھڑکی (۳۷) برج اور ہر ایک برج پر توپیں اور حراتے رکھے ہوئے تھے۔ اوس زمانہ میں ان آلات حرب کی سخت ضرورت بھی تھی۔ عادل شاہیون نے اس قلعہ کے تسخیر کے لئے مرتبہ عظیم الشان فوج روانہ کی تھی اون کا یہ مقصد تھا کہ اس نظام شاہی قلعہ کو جو دو سلطنتوں کے درمیانی سرحد پر واقع ہے مسمار کر کے دوسرے نظام شاہی پر گناہات پر قابض ہو جائیں۔ جب عادل شاہی فوج قلعہ کے محاصرہ پر صف آرا ہوتی اوسوقت قلعہ کے گولہ انداز فن آتش باز کے وہ کمالات ظاہر کرتے تھے کہ محاصرین کی صفیں الٹ جاتی تھیں اور فوج کو میدان جنگ میں ثابت قدم رہنا مشکل ہو جاتا تھا۔ آئنین قلعہ باوجود اس قیامت خیز صدموں کے قلعہ کے اندر اطمینان کی نیند پڑے سوتے تھے کہ اون کے کان پر جون نہیں رنگتی تھی۔ اس استحکام کی وجہ سے قلعہ فتح نہوسکا اور عادل شاہیون کی پر جوش تمنا دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ مگر نیزنگی سپہر کے سامنے کس کا رنگ پائدار رہا ہوا اسکے قدرتی صدموں نے قلعہ کے کیل پرزے ٹپسلے کر دیئے۔ اور نیزنگ زیب عالمگیر نے اپنے پیش بین راتر سے یہ حکم دیا تھا کہ قلعہ بیر کا نام بوجہ

انہدام کے صفحہ روزگار سے مٹا جا رہا ہے اس نام کے بقائے یادگار میں جدید قلعہ تعمیر کیا جائے۔ حاجی صدر شاہ نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اور جدید قلعہ بنوایا۔ یہ قلعہ قدیم قلعہ کے ایک نشیبی حصہ میں بطور قلعہ ارک کے بنایا گیا تھا مگر وہ بھی تباہ قلعہ جدید کر دیا گیا قلعہ جدید پر کتبہ اس طرح کا نصب ہے۔

کہ عالم پر از نور اسلام دین شد  
ز حاجی صدر شاہ خیر متین شد  
دیگر پورہ آباد غازی دین شد  
محمد شہ است آن کرد و نظم این شد  
بدان قلعہ بئر حصن الحصین شد

بعد شہنشاہ اوزنگ زیب  
کہ در صوبہ خان فیروز جنگ  
یکے قلعہ و خندق و عید گاہ  
ز کمتر غلامان حاجی حسین  
ہمہ مصرع آخرین سال تعمیر

قلعہ جدید کے اندر جس قدر قدیم مکانات حوض نہرین عشرت محل بنے ہوئے تھے وہ سب تباہ ہوئے اب جدید مکانات عہدہ داران ضلع نے بنوائے ہیں انہیں مکانون میں سرکاری کچھریاں اور حکام ضلع رکھتے ہیں قدیم عمارتوں میں سے اس جدید قلعہ میں جان سپار خان کی مسجد۔ مسجد کہنہ۔ باروت کا کوٹہ یادگار باقی ہے اور اس کا مشرقی دروازہ ۱۹۴۷ء میں نواب شرف الدولہ بہادر نے بنوایا ہے۔ اور مسجد کہنہ کے متصل جو باؤلی ہے اس کو بھی نواب مدوح نے بنوائی تھی (بہرے خدا کر دہم) اس کے بنائے تعمیر کی مادہ تاریخ ہے۔

قلعہ بئر۔ اوس کے (۴) دروازے (۱) کھڑکی  
(۳۷) برج۔ ہر دروازے کا کتبہ

باب الظفر باب الظفر۔ قلعہ بئر کا پہلا دروازہ ہے۔ عموماً اس کو کووالی دروازہ بھی کہتے ہیں یہ دروازہ جانب شرق واقع ہے اس کو کووالی دروازہ اس لئے کہتے ہیں کہ

اوس کے متفیل امین کو تو الی کی کچھری ہے۔ اسکے ملحق ایک بڑا مستحکم قلعہ ہے جسے حسب ذیل کتبہ ہے۔

سلطان ابو المنظر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی  
بعد فتح ملک ماڑواڑ و رانا بتا قب البراغی در شہر بہت و پنج بہ دکن  
نزول اجلال فرمودہ ملک بیجا پور و حیدر آباد و ادونی و قلعہ راہیری  
و ستارہ ویرنالا و چنچی و غیرہ مفتوح ساختہ در سال ۱۶۶۵ چہل و شش  
کہ پس از فتح قلعہ کہیلنا کہ از محکم ترین قلاع دکن است متوجہ بودند و بتواری  
از بیجا پور تا محبتہ بنیاد بنام نامی نواب فلک جناب عمدۃ الملک  
غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ متعلق داشت باہتمام اتھرا العباد حاجا  
صدر شاہ دنیا بت عمدۃ الملک بہ بند و بست بیرمی پرداخت متصل برج  
در ماہ رمضان سنہ مذکور از جلوس مہمنت مانوس مطابق ایک ہزار  
و یک صد و سینہ ہجری تعمیر یافت۔

یہ شملہ جس کے لئے یہ کتبہ نصب کرایا گیا تھا سال ۱۶۵۷ء میں رود بنیراکی طغیان سے  
ٹوٹ گیا اور نیز جنوبی و مشرقی شہر نپاہ کی قدیم سنگ بست حصار جا بجا شکستہ ہو گئی تھی  
جسکو امیر نواز جنگ بہادر نے از سر نو تعمیر و ترمیم کر کے حصار کے مشرقی رخ پر حسب  
ذیل کتبہ نصب کرایا ہے۔

بتاریخ دواز دہم جادی الاول ۱۰۵۷ء رود بار قصبہ بر طغیان نمودہ ہمہ  
حصار از پائے برد ہمدین سنہ مذکور نواب فلک جنگ امیر نواز جنگ بہادر  
خلف الصدق دولہ خان مرحوم دام اقبالہ از سر نو حصار مرتب فرمودند  
مادہ تاریخش نیست (سے شدہ چون سد سکندرایت)

لہ رانا ہندی زبان میں اوسکو کہتے ہیں جو راجہ کم ملک اور عاجز ہو ۱۲ تاریخ فرشتہ

**باب النصر** باب النصر - قلعہ بیک کا دوسرا دروازہ ہے۔ عموماً اسکو احمد نگر دروازہ یا راجو دروازہ بھی کہتے ہیں۔ یہ دروازہ جانب غرب واقع ہے۔ اسکو احمد نگر راجوری دروازہ اسلئے کہتے ہیں کہ احمد نگر اور موضع راجوری کا راستہ اسی دروازہ سے ہے اور اچھے حسب ذیل کتبہ ہے۔

در عہد خلافت خاقان خواقین زمین و زمان محمد شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ  
وسلطنہ شہامت و عوالیمر تب راولستا بنی بنا لکر جاگیر دار پرگنہ بئر تعمیر  
این احمد نگر دروازہ فرمود <sup>۱۲۳۳</sup> مطابق <sup>۱۱۴۳</sup> ھ

اس دروازے کے محاذی زمانہ سابق کا سنگین پرکٹ بنا ہوا تھا اور اس میں نیکیان  
بنی ہوئیں تھیں <sup>۱۲۰۸</sup> ھ کو ضلع بیک کے اول تعلقدار یوسف الدین کے عہد حکومت میں  
وہ پرکٹ توڑ دیا گیا۔ جو قلعہ بیک کے گذشتہ غفلت کا منہ تھا۔

**باب الفرح** باب الفرح - قلعہ بیک کا تیسرا دروازہ ہے عموماً اسکو کاغذی دروازہ  
بھی کہتے ہیں یہ دروازہ جانب جنوب واقع ہے۔ اسکو کاغذی دروازہ اسلئے کہتے  
ہیں کہ اس کے اطراف کاغذیوں کے مکانات اور اون کے بڑے بڑے کارخانے  
تھے۔ اس دروازہ کے اندر اور ایک دروازہ تھا اور باہر کے جانب پرکٹ بنا ہوا  
تھا۔ قلعہ جات کے دروازے اور اون کے راستے موڑ توڑ میں جیسے ہوا کرتے  
ہیں اس قسم سے اس دروازے کی حالت تھی اور دیکھنے والوں کو اس سے قلعہ بیک  
پورا متیقن ہوتا تھا وہ بھی تباہ ہو گیا۔

**باب الفتح** باب الفتح - قلعہ بیک کا چوتھا دروازہ ہے۔ عموماً اسکو مالی دروازہ اور دہلی  
بھی کہتے ہیں۔ یہ دروازہ جانب شمال واقع ہے۔ اسکو مالی دروازہ اور دہلی دروازہ  
اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اطراف مزارعین کے مکانات اور دہلی کا راستہ اسی  
دروازے سے ہے۔ ادا و سپر حسب ذیل کتبہ ہے۔

در عهد شاہ عالم پادشاہ غازی در زمان صوبہ داری نواب نظام الدولہ  
میر نظام علیخان بہادر مطابق حکم عمدہ امرای نواب شرف الدولہ بہادر  
باہتمام خان ذیشان علی محمد خان تعمیر دروازہ در شالہ صیافتہ شدہ

**کھڑکی** - قلعہ بیر کے قدیم علامات سے رو د بنیسرائ کے پہلو سے غرب میں  
بجانب شرق باقی ہے۔ اس کے ایجاد میں دو اصول ثابت کئے گئے ہیں۔ اول  
یہ کہ زمانہ سابق میں عام دستور تھا کہ موقع مناسب پر جہلہ شہر نہاہ کے دروازے  
بند کئے جاتے تھے۔ اس غرض سے کہ مفسدین و سارقین و ڈاکوؤں کے قابو سے  
اہلیان شہر کو امن ملے۔ دوسرا یہ کہ بضرورت خاص وہی لوگ جو ساکنین شہر ہوں اور  
جن کو اس کھڑکی سے آشنائی ہو ایاب و ذہاب سے اپنی ضرورتیں ملے کرین۔

**بروج قلعہ** - قلعہ بیر کے (۳۷) برج تھے اور ان کا مختلف نام تھا۔ اور ہر برج پر  
کتبہ لگے ہوئے تھے تفادیم زمانہ اور گزشتہ زمانے کے لڑائیوں اور اتواب  
ضرب زن کے صدموں اور رو د بنیسرائ کے دوامی ٹکروں سے اکثر برج منہدم  
ہو گئے اور توہین ندی کی طغیانی سے بہ گئیں۔ اس لئے ہر ایک برج کا نام ہم تباہین  
سکتے منجملہ ان کے حال میں ایک فتح برج تباہ ہو گیا ہے۔ یہ برج قلعہ بیر کے مغربی رخ  
کے قریب جانب جنوب بڑا مستحکم اور پائیدار بنا ہوا تھا۔ زمانہ سابق  
**فتح برج** میدان توپ اور سپر رکھی ہوئی تھی اسوقت اس کا پورا نقش مٹا دیا گیا ہے کچھ  
علامات باقی ہیں اور عام زبانوں پر اس کا نام رکھا ہے۔

**دروازہ** - یہ دروازہ رو د بنیسرائ کے کنارے جانب شرق بنا ہوا ہے۔ اس دروازہ  
دھونڈا پور کا باقی قصبہ بیر کا دیسا پانڈیہ ڈھونڈا جی کشن تھا۔ اسے اوزنگ زیر عالمگیر  
کے زمانہ میں قصبہ بیر کے اندر جانب شمال اپنے نام سے ایک پورہ بسایا اور اس کا  
ڈھونڈا جی دیسا پانڈیہ نام ڈھونڈا جی پورہ رکھا دھونڈا جی نے دروازہ مذکور کی تعمیر



مین کی اور نیز اوس کے پہلو مین ایک برج بنا کر اوسپر حسب ذیل کتبہ نصب کرایا تھا۔  
 در زمان پادشاہ جهان پناہ ماحی فتن دنیوی محی سنن مصطفوی ابو المنظر  
 محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کہ خدمت صوبہ داری ملک دکن  
 بہ عمدۃ الملک غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ نیابت سرکار سیر  
 بہ حاجی الحرمین الشریفین حاجی صدر شاہ بیگ بودہ بمعرفت دہونڈا جی  
 ڈیسپانڈ یہ عمارت برج ڈہونڈا پورہ در ۱۶۱۱ھ مطابق ۱۷۹۹ء جلوس والا  
 صورت انجام یافت۔

### پیمانہ رود بینسرا

یہ پیمانہ رود بینسرا کے اندر مچھلی کھڑک کے قریب ڈہونڈا پورے کے دروازے  
 کے محاذی واقع ہے۔ عمق اسکا ۸ فٹ اور عرض مدور ۲۲ فٹ گچ اور پتھر سے  
 بنا ہوا ہے۔ اس کی قدامت قلعہ بیر کی تعمیر کے وقت کی مائی جاتی ہے۔ ریاضی کے  
 جاننے والے دانشمندان نے رود بینسرا کے تئیب و فراز سے بخوبی واقف ہو کر  
 باشندگان قلعہ بیر کی نجات کا ایک مستقیم راہنما بنا دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ  
 رود بینسرا کی طغیانی اوسپر سے گزر جائے تو شہر نپاہ کے اندر پانی کی آمد اور مکانات  
 کا انہدام مال و اسباب کا آفات اور بہت سے باشندگان بیر غرق آب ہو جائینگے  
 ہر سال موسم طغیانی مین باشندگان قصبہ و ٹپہ کی عام گاہین اس پیمانہ پر لگی رہتی ہیں  
 اور وہ نگہاندار طغیانی کے اتار و چڑاؤ کا موازنہ اسی پیمانہ کے لحاظ سے اچھی طرح  
 کر سکتے ہیں اور ریاضی دان عالمون نے اس پیمانہ کو کچھ ایسے اصول منہد سے  
 تعمیر کیا ہے جس سے ہر تئیب و فراز کو پیمانہ کے ساتھ یکساں نسبت ہے اور جب  
 طغیانی اپنے آنے والی موجوں کے ساتھ ترقی کرتی ہوئی پیمانہ کے ادب کے کنارے  
 تک پہنچتی ہے اور ہر شہر کے اندر پانی پہلیتا ہوا نظر آتا ہے۔ پیمانے ڈوب جاتے ہیں

تمام شہر میں شور وغل اور لوگوں کے دلوں میں ہیبت اترنے لگتی ہے بظاہر دیکھنے کے لئے یہ پیمانہ نظر میں نہیں جتنا اور اس سے یہ قیاس نہیں ہو سکتا کہ اس کے اوپر سے پانی جائے تو شہر تباہ ہو گیا مگر اس کے بنانے والوں نے تمام ندی کا موازنہ کر کے ایک ایسے مقام پر بتایا ہے جس کا انتخاب کرنا انہیں کے لئے سزاوار تھا۔ بارہا دیکھا گیا کہ بڑی بڑی طغیانیاں آئیں مگر اس پیمانہ کے دامن سے چاٹتی نکل گئیں بہر حال اس پیمانہ کے بنانے والے ریاضی علم کا فطرتی جوہر رکھتے تھے۔

## دارالضرب ہمینی

دارالضرب۔ ایک عربی لفظ ہے۔ لیکن ولایت مرہٹ میں اس فصیح بیان کا استعمال مرہٹواری کے عام محاورہ سے بالکل دشوار تھا اس لئے عموماً بجائے دارالضرب کے کمال، کہتے ہیں۔ یہ دارالضرب یعنی کمال شاہزادہ حسن خان کے زمانہ میں بنوایا گیا تھا مگر بیدر کے پرزور اور پیہم حملوں سے شاہزادہ حسن خان کے تمام مدنی کارخانجات بہت جلد تباہ ہو گئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اگر ولایت شیر کو سلطنت بیدر کے حریف مقابل کا ہمسایہ نہ ہوتا تو شاہزادہ ولایت شیر کی سلطنت کو وہ کر دکھاتا جو آج ہم بڑے بڑے شہروں اور ادوں کے کارخانوں اور عمدہ عمارات قدیمہ کو دیکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں دارالضرب کے بجائے پر ضلع بیر کا دارالشفاف مقرر پایا ہے۔ اس دارالشفافی شفاخانہ ضلع بیر تعمیر ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اور ۱۲۹۶ھ میں وہاں پر مطب سرکاری کھولا گیا۔ دارالشفاف کے بناتے وقت یہاں صرف ایک میدان تھا گولی لوگ رہا کرتے تھے۔ جب اس کی تعمیر آغاز ہوئی وہاں سے لوگ نکالے گئے اور وضع اس دارالشفافی بالکل شفاخانجات انگریزی کے طور پر ہے۔ اس شفاخانہ کے بنانے سے پہلے ڈاکٹر خانہ مولف ہذا کے ایک پرانے مکان میں تھا مریضوں کو اوسین سخت تکلیف رہا کرتی تھی۔

اس شفا خانے سے مریضوں کو بے انتہا آرام ہو گیا ہے۔

## مدفن افواج بھنبی

۱۶۳۰ء میں شاہزادہ حسن خان بھنبی والے ولایت بیر اور اس کے بھائی ہمایون شاہ ظالم والی ولایت بیدر کے باہم خانقاہ مذکور الصدر کے میدان میں سخت لڑائی ہوئی تھی اس جنگ میں ہزاروں ہی کے تھیں سے فوج تہ تیغ ہوئی اور بڑے بڑے افسر و سلیحہ مارے گئے میدان جنگ میں کہاں کی تجھیز و تکفین جنگی قواعد کے موافق روضہ شاہ کوچک ولی قدس سرہ کے شارع عام سے جانب جنوب متصل نالہ ایک عمیق گڑھا کھدوایا گیا اور اس میں اس جنگ کے تمام مقتولوں کی خاک و خون آلود نعشیں ڈال دی گئیں اور اس پر ظاہرہ علامت کیلئے سنگین لحد بنوا دی گئے۔ اس زمانہ سے آج تک یہ مدفن گنج شہیدان کے لقب سے عموماً مشہور و معروف ہے۔ اس لحد کے اطراف صد ہا سال کے پرانے قبور اب تک موجود ہیں۔ یہاں کے قبرستان حضرت شاہ کوچک ولی قدس سرہ کے راستے میں بہت بیڑہب حال تھے لوگ بڑی تکلیف سے درگاہ کو جاتے تھے اندھیری راتوں میں اس طرف کا جانا بڑا دشوار تھا قبروں کے سرانے کے پتھر ایسے معلوم ہوتے تھے گویا تختہ زمین پر سنگین مینچیں گڑی ہوئیں ہیں۔ ایام اعراس و اعیاد میں لوگوں کو زیادہ تر اس راستے میں زحمت اٹھانا پڑتا تھا۔ اسلئے ضلع بیر کے اول تعلقدار جیون جی رتن جی نے اس راستے کی ترمیم و درستگی و کشادگی کی فکر کی مگر وہ بطور خود امور مذہبی میں کیا کر سکتے تھے ناگزیر انکو مسئلہ شرعی کی تلاش ہوئی آخر شرعی مسئلہ حل کر کے مسئلہ حرمین اور اس پرانے قبرستان کے وسطی حصہ میں سے قبور توڑ کر سڑک قائم کر دی جس سے مرد مرین آسائش حاصل قبور توڑیکہ شرعی مسئلہ ہو گئی ہے۔ ہم نے بھی اس مسئلہ شرعی کو بحوالہ الرایق میں دیکھا ہے

اوسمین یہ لکھنا ہے کہ اگر کوئی میت خاک ہو گئی ہو تو بجائے اوس میت کے دوسری میت کو دفن کر سکتے ہیں (فی البتین لوبلی المیت وصار اتراباً جازو دفن غیرہ فی قبرہ و زرعه و البنا علیہ انتہی کلام البحر الرائق) غالباً تعلقاتار صاحب نے اسی بنا پر مسلمانوں کی پرانی قبرستان آسائش مسلمانوں کے لئے تڑوا یا ہے۔

## مدفن افواج نظام شاہی

نظام شاہیوں کے زمانہ میں کئی بار بیجا پوریوں نے قصبہ بیریا کر حملہ کئے اور ان دونوں سلطنت کے فوجیوں میں شمشیر آزمائی ہوئی۔ قلعہ بیریا ایک مدت سے نظام شاہیوں کے قبضہ میں تھا اور اکثر نظام شاہی فوج کے افسر اس قلعہ میں رہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اتفاقاً رومی خان اور اوسکا بھائی سردار خان یہ دونوں قلعہ بیریا میں آئے ہوئے تھے اور دفعتاً بیجا پوریوں کی فوج اوس کے افسروں نے قلعہ بیریا کا محاصرہ کیا رومی خان اور سردار خان دونوں بھائی کئی بہادریوں کے ساتھ قلعہ باہر نکل آئے اور بیجا پوریوں کا مقابلہ کیا اور ان کے جنگی محاربین سینہ سپر ہوتے ہوئے رو کر پرہیز ہو گئے۔ اس وسیع میدان میں شجاعت اور تہور اور ضرب شمشیر اور نیزہ بازی کے جہر دکھاتے ہوئے مارے گئے۔ جو لوگ ان کے خون ریز تلواروں سے زخمی ہوئے تھے ان کی پریشان ارواحیں اپنے نازک اندام کو میدان جنگ کے خون آلود خاک پر مرغ بھل کی طرح تڑپا کر نکل گئیں۔ غریب بیجا پوریوں کے مقتولوں کا کون ہمدرد ہو سکتا تھا اور انکی نعشیں کتوں کولوں کے نذر ہوئیں نظام شاہی فوج کی نعشیں میدان جنگ سے چن چن کر ایک جامع کی گئیں اور پھر گڑھا کھدوا کر اوسے میدان میں دفن کر دی گئیں۔ ان کے علامت مدفن کیلئے سرانے پر تہہ کا ستون نصب کر دیا گیا چنانچہ اب تک وہ ستون رنکھم کے لقب سے عموماً مشہور و معروف ہے۔

**رن کہم** یہ رنکہم ایک مستطیل تہہ ہے۔ ادھر خط عربی کچھ لکھا ہوا ہے۔ لیکن آمیزش الفاظ سے صاف پڑنا نہیں جاتا ورنہ ہم اس کتبہ سے اپنی تاریخ میں بڑی مدد لیتے۔ سلتا بنجی بنا لکر جاگیر دار پر گنہ بیر کو یہ خط ہو گیا تھا کہ اس رن کہم کے نیچے دفینہ ہوگا اس مالخولیہ نے اسکواریا مضطر بنایا کہ اس نے قدیم نصب کئے ہوئے رنکہم کو اکھڑا دیا اور دفینہ کی تلاش میں مقام مدفن کو پریشان نظروں سے دیکھ رہا تھا اس بوسیدہ اور پرانے مدفن میں سوائے گلے ہوئے استخوان کے اور کیا تھا۔ سلتا بنجی کو خجالت کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔ چند روز کے بعد وہ ستون اپنا آپ طول میں سے شق ہو گیا۔ چنانچہ ستون اس ستون کے وہ دونوں حصے اس مدفن کے قریب شارع عام کے جنوبی و شمالی پہلو میں نصب کئے ہوئے موجود ہیں۔

رومی خان و سرور خان چونکہ بڑے معزز اور نامی افسر تھے اسلئے ان دونوں کی **مرقد رومی خان** نعشیں میدان جنگ سے اٹھا کر حضرت شاہ کوچک ولی قدس سرہ کے **دسرور خان** جوار رحمت میں دفنائے گئے سرور خان کا مرقد تو کسی قدر چھوٹا سا ہے لیکن رومی خان کا مرقد بہت ہی مشین اور اس کی گزشتہ عظمت کا قابل قدر یادگار ہے مرقد کا چبوترہ مابین شرق و غرب طولا (۶۷) ہاتھ اور عرضا مابین جنوب و شمال ۴۴ ہاتھ ہے۔ چبوترہ زمین سے ۴ ہاتھ اونچا اور کعبین کا ارتفاع ۱۲ ہاتھ ہے کم نہیں ہے۔ رومی خان کے مرقد کے بڑے چبوترے پر اس کے پائین سے ملحق (۶۰) زنانی ساٹھ سہیلونکی بہاؤ عورتوں کے مسلسل قبور بنے ہوئے ہیں اور ان ہر ایک کی قبر مختلف بہادری اور اوکاقتل **ہربون** کے علامات کندہ کئے ہوئے تھے اس کے نسبت مشہور روایت ہے کہ وہ تمام ترکینان رومی خان و سرور خان کے علاقہ کی تھیں ان دونوں بہائیوں کے مارے جانے کے بعد بیجا پوری مقتولوں کے ورثہ اپنے ہلاک شدہ مورثوں کے انتقامی جوش میں رومی خان و سرور خان کے حرم سرا میں گھس گئے اور ان کا یہ

قصہ تھا کہ اپنے بے رحم ہاتھوں سے اون کے ناموس کو تباہ کرین۔ یہ دلاور عورتیں پہلے ہی ردی خان و سرور خان کے غم میں خون جگر پیتے ہوئے بیٹھی تھیں مخالفون کو دیکھتے ہی ہتیار سنبھالیں اور اون سے وہ مقابلہ کیا جو اچھے جوانزدون سے ہونا مشکل تھا آخر مخالفون کو اون پر دولحا طے سے ایک مرویت دوسری زیادتی تعداد۔ غالب آجانا کون دشوار امر تھا۔ ان ظالمون نے ناکردہ گناہ عورتوں کو مختلف ہتھیاروں سے مار ڈالا جو عورت جس ہتھیار سے ماری گئی تھی اوسکی قبر پر اوسی ہتھیار کا نمونہ کندہ کرایا گیا تھا آجک عموماً یہ قبور ۶۰ سہیلوں کے ساتھ اشارہ کئے جاتے ہیں۔ العلم عند اللہ۔

## خزانہ باؤلی تعمیر ۱۹۹۱ء

یہ باؤلی قصبہ بیر سے ۳ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہے۔ اس باؤلی کو بیر کے جاگیردار اور احمد نگر کے وکیل السلطنت صلابت خان نے ۱۹۹۱ء میں بنوایا ہے۔ یہ باؤلی پختہ اور سنگ بست مدور ہے۔ اس کے دو دائرے ہیں۔ دائرہ اول بلند ہے اور دوسرا دائرہ ارتفاع میں بہت چوڑا ہے لیکن اس دائرہ دوم میں تین دھنیں ہیں ایک دھن میں سے پانی کی آمد ہے اور اوس میں جا بجا آمد آب کی جہلیں ہیں۔ دھن شمالی سے قصبہ بیر کے طرف پختہ نہر لائی گئی ہے۔ لیکن سبھلہ اون تین دھنوں کے ایک دھن کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس مصلحت سے بنایا گیا۔ اس باؤلی کی صنعت بھی عجائبات عالم سے ہے۔ بڑی سے بڑی صنعت اس میں یہ ہے کہ آج تقریباً ۳۲ سال ہوئے ہیں کسی کو اس بات کی خبر نہ ملی کہ اس میں پانی کہاں سے لایا گیا اور کس ترکیب سے لایا گیا۔ تیس اس امر کا مقتضی ہوتا ہے کہ قبل تیار می خزانہ باؤلی یہ ایک پرزور خیمہ آب قدیم کا ہوگا یا خود اس جاگیر دار نے بنایا ہوگا جس سے پانی کی آمد ناقابل روک تھام ہو گئی تھی تو دو تہذیب کے زور سے اس نے اسکو عجائبات دنیا سے

ایک عجیب و غریب قابل یاد کار بنا کر چھوڑ گیا۔ جو آج ہمارے سامنے ایک حیرت انگیز عجیب و غریب نمونہ آثار سلف پیش نظر ہے۔ شمالی دہنہ قصبہ بیر کے اراضی حصہ جنوبی کو سرسبز اور شاداب کرتا ہے اور ان اراضی حصہ جنوبی کا نام (برگ زار) ہے اس دہنہ کی تفصیلی حالت یہ ہے کہ خزانہ باؤلی سے جانب شمال قصبہ بیر کے طرف ایک بختہ سنگ بستہ نہر باندھ کر پانی لے گیا ہے۔ اگر معمولی قیاس سے کام لیا جائے تو ایک حیرت ہوتی ہے۔ کہ شیب و فراز میں گو کیسے طے کیا ہوگا۔ اس لئے کہ خزانہ باؤلی کی زمین اور اس کی نسبتی سطح نہ سطح معنی اس برگ زار (ارضی حصہ جنوبی قصبہ بیر) کی سطح اراضی کس طرح ہموار اور درجہ مساوات کو نہیں بچھو بختی۔ مگر اذروے قواعد انجیری یہ امر اتنا عجوبہ روزگار سے نہیں ہے جتنا کہ یہ امر عجائبات ترین سے ہے کہ رود بینسرا جیسی پر زور شور نندی کے تلے سے اس نھر کو اندر اندر لے گیا ہے اور اس نندی کے مشہور و خطرناک طغیانوں سے ادسپر کچھ صدمہ نہ پہونچا خزانہ باؤلی سے برگ زار تک جو نہر بختہ سطح زمین سے ملی ہوئی چلی گئی ہے اوس میں جا بجا نھر کا مونہہ ادپر سے کھولتا ہوا چلا گیا ہے جسکو خاص قصبہ بیر کے باشندے (اساوی) کہتے ہیں اور ان اساویوں سے دیکھا جاوے تو نہر کا پانی کہیں (۱۰) فٹ کہیں (۱۲) فٹ نیچے بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ غرض کہ فن انجیری معلومات سے حیرت انگیز طریقہ پر اونچا کرتا ہوا بھا لے گیا ہے اور سطح زمین کے برابر اس نہر کو لا کر ختم کر دیا ہے۔ آگے معمولی زمین پر سے ہوتا ہوا شیب میں جانب بیر پانی بہتا چلا گیا ہے اور اس نہر سے زمانہ سابق میں قصبہ بیر کے اندر حوض کا دیر میں پانی آتا تھا۔ اور اس آمد آب کی بختہ نہر بند ہی ہوئی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس باؤلی کی نہر زمین میں سے اچھڑ کر کو گئی ہے مگر ہم اسکا یقین نہیں کر سکتے اگر یہ بیان درحقیقت صحیح ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ صلاحیت خان بڑا فراغ حوصلہ تھا جس نے اپنے پادشاہ کی خدمت میں یہ عجیب و غریب تحفہ (قصبہ بیر کا پانی بند نہر)



پیش کیا ہے۔ امرائے ذی دول ایسے ہوا کرتے ہیں بطور نقل یہ روایت مشہور ہے کہ ایک درویش سیاح پھرتے پھرتے اتفاقاً خزانہ باؤلی پر پھونچے پیاس کی ضرورت سے اندر اترے اپنا عزیز ہمد سونٹا بازو رکھے ہوئے تھے اس باؤلی میں گرا اوس سونٹے سے بالکل مایوس ہو کر باہر نکل آئے اور حسب عادت سفر کرتے ہوئے کہیں احمد نگر کے طرف چل نکلے وہاں پر کسی تالاب میں ادھکا وہ سونٹا بہتا ہوا تیرنا نظر آیا اوسکو انہوں نے لیلیا اور کہا کہ یہ وہی سونٹا ہے جو ہیر کے خزانہ باؤلی میں گرا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس باؤلی کے سنگین تہرہ میں ایک کتبہ تھا اور ادسپر یہ لکھا ہوا تھا کہ اس باغ کی امرائی عام غراب پر وقت ہے۔ مگر ہم نے اوس کتبہ کی بہت تلاش کی لیکن ہمدست نہ ہو سکا مولوی سید یوسف الدین صاحب تعلقہ دار ضلع بیر نے کمال نیک تبتی سے بزم خمد اس نہر کے دوامی بقا اور افزونی آب کے خیال سے رود بندسرا کے شمالی کنارے پر جو نہر کا موہ نہ کہا ہے اوس کہلے ہوئے موہ نہ کو توڑ کر ندی کا پانی نہر میں لینے کی فکر کی مگر افسوس کہ اون کے فکر کا نتیجہ بالکل برعکس ہوا ندی کی طغیانی سے کچھ تہر نہر میں آکر اسقدر بہر گئی کہ (۳۲) برس کی مدت میں اب تک کبھی ایسی خراب حالت نہیں ہوئی تھی۔ اگر ندی کے پانی کو اس نہر میں ملا دینا قرین مصلحت ہوتا تو صلابت خان ساعقیل و دولتمند اور آزاد راے بانی نہر کیون اس بدیہی فائدہ سے درگزر کرتا متقدمین کے بنائی ہوئے عمارت کو ہرگز اپنے اصول راے سے ترمیم یا تعمیر نہ کرتا چاہے او کی شکست و ریخت کی ترمیم اسی اصول پر کرنا چاہئے جس طرح اوس کی حالت ہے ورنہ آثار قدیمہ کے تلف ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جو آثار قدیمہ تلف ہو جاتے ہیں اون کے نسبت لوگ غیر قرین قیاس قصے کہانیوں کی طرح تذکرے کرنے لگتے ہیں۔ خدا نے اس باؤلی کو اب تک اپنی اصلی حالت پر محفوظ رکھا ہے آئندہ بھی خدا اوسکو محفوظ رکھے اور آئے والے شائقین اس عجیب و غریب باؤلی کو دیکھیں۔

## کارنیز - تعمیر ۱۹۹۱ء

یہ کارنیز قبضہ ہیر کے اندر جانب غرب احمد نگر دروازے کے قریب واقع ہے۔ خزانہ باؤلی کے ضمن میں جس کارنیز کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہی کارنیز ہے۔ اسکا بانی وہی صلابت خان تھا جس نے خزانہ باؤلی بنوایا ہے۔ زمانہ سابق میں خزانہ باؤلی کے نہر سے ہمیشہ لبریز رہا کرتا تھا۔ اسکو عموماً کارنچہ کہتے ہیں۔ یہ ایک سنگین حوض ہے جو نہشت پلو بنا ہوا ہے۔ اوسین ایک گلہ ستہ بھی قائم اور موجود ہے۔ اگر اسکی ترمیم کچا دے تو حیدر آباد کے گلزار حوض سے زیادہ خوشنما نظر آئے گا۔

## ہیر معاملہ

عموماً اس مقام کو (ہیر معاملہ) کہتے ہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں چنیاؤٹی کے عامل اسی سمت میں رہتے اور مالگزار می و جعبندی کا انتظام کیا کرتی تھی۔ مگر اصل قصہ اور ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ سابق میں قادیان کے دو مسافر درویش ایک احمد شاہ دوسرے طبیب شاہ سیاحت کرتے ہوئے یہاں پر فروکش ہوئے۔ شبانہ روز انہیں مراتب سلوک و مسائل طریقت کی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک دوسرے کو نتیجہ بحث میں (ہیر) معاملہ نازک ہے کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے آخر دونوں کا اسی اسرار پر خاتمہ ہو گیا اور وہ دونوں حضرات اسی مقام میں دفن کئے گئے اور کئی بعد بھی کئی روز تک یہ مقام اسی لقب سے پکارا گیا۔ یہ مقام قبضہ ہیر کے باہر (بڑ) محلہ کے قریب ایک بلند محصور چوڑے پردہ واقع ہے۔

## رواق صف شکن خان - تعمیر ۱۰۳۹ھ

اس رواق کو عموماً کمانی دروازہ کہتے ہیں۔ صف شکن مرید شاہ جہان آباد دہلی نے ۱۰۳۹ھ میں بنوایا ہے یہ رواق بڑی مستحکم اور پائیدار اور اسکے گزشتہ عظمت کا

یادگار ہے۔ اس رواق کے مشرقی رخ پر اس طرح کتبہ ہے۔ (بانی این رواق جرج نشان بہ صفت شکن خان مرید شاہجان) ضلع بیر کے اول تعلقدار شاہ پور جی جیون جی صاحب نے اسکی ترمیم کرواے اگر وہ اسکی ترمیم نہ کراتے تو اب تک بہت بڑا حصہ تباہ ہو جاتا۔ تعلقدار صاحب نے اس رواق کے مغربی رخ پر اس طرح کندہ کروایا ہے (در سال ۱۲۹۱ھ ترمیم یافت) یہ رواق قصبہ بیر کے اندر وسط آبادی میں مولف ہند کے مکان سر ملحق واقع

### سرا۔ تعمیر ۱۸۵۰ء

گو اسوقت سرا کی اصلی حالت باقی نہیں رہی۔ تاہم اس کے کچھ آثار باقی ہیں۔ اس کو محمد ابریح خان نے ۱۸۵۰ء میں بنوایا تھا۔ اور نیز اس کے اطراف ایک باغ آراستہ کیا تھا۔ ۱۸۵۰ء میں ابریح خان نے اپنے نواسے میر محمد ہمایون کو اس سرا کا متولی مقرر کر کے (۱۵۰) بیگہ زمین اس شرط پر عطا کیا کہ سرا کی شکست و ریخت کی ترمیم کرتا رہے فرمان سلطانی کے ذریعہ سے (۲۰۰) بیگہ زمین یہاں کے متولی کو عطا ہوئی تھی۔ چنانچہ اب تک (۴۲۰) بیگہ زمین اس سرا کے لئے مقرر و جاری ہے۔ خانقاہ مذکور الصمد بھی اسی عطیہ زمین میں داخل ہے۔ مسئلہ یہ تک یہ سرا آباد رہی۔ اکثر مترددین و مسافروں اطراف ملک سے آکر یہاں عارضی قیام کرتے تھے۔ اور انکو یہاں سے کچھ کھانا بھی مل جاتا تھا ۱۸۳۳ء میں اسکی آبادی میں زوال آیا۔ متولیوں کی غفلت سے زمین زراعت قابل کشت کار نہ رہی قدرتی کاموں میں کون کیا کر سکتا ہے آخر ان متولیوں نے اس عطیہ زمین کا بہت بڑا حصہ لوگوں کے ہاتھ پر رہن کر دیا اور شاہی اسانید بھی رہن داروں کے پاس منتقل ہو گئے۔ اب مردہ بڑی ہوئی سرا کا زندہ ہونا بہت دشوار ہے۔ کسی زمانہ میں یہ سرا منتخب آباد شہروں کے سرائوں کے مقابلہ میں کچا شمار کی جاتی تھی ورنہ دراز شہروں کے مسافروں کے لئے کفالت گاہ بنی ہوئی تھی۔ یہ سرا خانقاہ مذکور الصمد کے قریب واقع ہے۔

## مرقد حمیدہ بانو

مسماۃ حمیدہ بانو۔ ایرج خان کے علاقہ کی ایک نیک نہاد خوش اعتقاد عورت تھی  
 اوس کے مرنیکے بعد اوس کے متمول ورثہ نے بڑے کروڑ کے ساتھ دفن کیا۔  
 اور اوس کا مرقد بہت ہی خوشنما اور مشین بنوایا (۳) بیگے زمین اس مرقد کے لئے  
 مقرر ہے کسی زمانہ میں یہاں کا عرس بڑا پر شکافت اور اوس میں بیگے زمین میں چمن رانی  
 ہوا کرتی تھی اور اوس چمن کے اندر یہ مرقد اور اوس پر کا کا شانے غلاف بہت خوشنما  
 نظر آتا تھا۔ ایام عرس میں یہاں کی گل گشکی اور عوض خانقاہ کی ریفرز اور دل آویز  
 لبریزی عجب سامان دکھاتی تھی۔ یہ مرقد خانقاہ مذکورہ صدر سے ملحق جانب شمال  
 واقع ہے۔

## غازی الدین نگر۔ بنائے آبادی ۱۱۴۰ھ

اگرچہ یہ مقام بظاہر غازی پورے سے مشہور ہے لیکن دراصل حاجی صدر شاہ  
 نے اپنے آقا دلی نعمت اور ہمارے اعلیٰ حضرت میر محبوب علیخان پادشاہ دکن کے  
 جد اعلیٰ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کے نام سے ۱۱۴۰ھ میں آباد کیا تھا۔  
 یہ پورہ گویا ایک نئی بستی تھی کہ جسمیں صدائے انسان اور ہر قسم کے اہل حرفہ رہا کرتے  
 تھے۔ آبادی کے اطراف شہر نپاہ گھری ہوئی تھی اور اوس میں بڑے بڑے شاندار  
 دروازے لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ اب تک وہاں کے قدیم عمارتوں، مکانات کے  
 آثار موجود ہیں۔ جنوبی و شمالی کمانیں اس پورے کے گزشتہ عظمت کی گواہی دیتے  
 ہیں ان کمانوں پر حسب ذیل کتبہ ہے۔ لیکن یہ پورہ ۱۱۴۰ھ کے قحط میں اجڑ گیا۔  
 یہ پورہ قصبہ بیر کے باہر عید گاہ کے قریب آباد تھا۔

۱۱۴۰ھ غازی پورے میں ایک مٹہ بنا ہوا ہے جو نہایت مستحکم اور وسیع اس طرح کتبہ ہے۔ (گودھری گرونگ آیا ہے  
 سولہ سو ادناٹھ پگل سونت سری مٹہ غازی نگر۔ موتی کانتہ گلی)

در عہد خلافت پادشاہ دین پناہ ابوالمظفر محی الدین محمد اوزنگ زیب عالمگیر  
غازی و صوبہ داری و فوجداری نواب علیخانب عمدة الملک غازی الذی بخان  
فیروز جنگ ازدار الظفر بیجا پور تاجستہ بنیاد باہتمام حاجی الحرمین الشرفین  
حاجی صدر شاہ بیگ نائب فوجداری و اتفاق سدھو جی دیسکہ و ڈھونڈاجی  
دیسپانڈیہ و سنبھو سیٹھ ابن بال سیٹھ ابن پورہ مبارک غازی الدین نگر  
در قصبہ بیر بنامودہ صورت اتمام داد شکستہ جلوس۔

### مقبرہ خان عالیشان محمد مومن خان

محمد مومن خان پرگنہ بیر کا جاگیردار تھا اس نے اوزنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں عالمگیر  
سے یہ معروضہ کیا تھا کہ قصبہ بیر کے دہلی دروازہ و کاغذی دروازہ کے قریب اقوادہ  
جائے ہے اگر حکم ہو تو آباد کرانا ہوں۔ صلابت خان نے آباد کرنے کا حکم اپنی مہر سے  
مزن کر دیا مومن خان نے ادن و دون دروازوں کے قریب جائیں محدود کر کے  
یہ قید لگا دی کہ قلعہ شہر کی حصار جہان شک ٹوٹ گئی ہے اپنے اپنے مکان کے حدود تک  
نچتہ بنوا کر مکانات تعمیر کریں اس حکم سے قلعہ شہر میں بڑے بڑے مکانات بنوائے  
گئے یہاں تک کہ برابر جائے ملنا دشوار ہو گیا تھا اس کے بعد مومن خان نے اپنے  
لئے کاغذی دروازے کے قریب حصار قلعہ شہر سے ملحق نالہ فضل یا بھری میں ایک  
مقبرہ اور مسجد اور باغ بہت ہی عمدہ آراستہ کیا تھا سچلہ ادن کے صرف مقبرہ قائم ہے  
جو مومن خان کے مقبرے سے مشہور ہے۔

### بارہ دری - تعمیر ۱۲۲۲ھ

سلطان بنالکر نے صرف اقبال دولت کا قتلہ تھا بلکہ اوس کی طبیعت فطرتی نزاکتوں  
بہت آراستہ تھی۔ ایسے نازک طبائع شدت گرمی کی برداشت کہاں کر سکتے تھے انہیں

ٹہنڈی نہنڈی سردابون کے محلہ ہونی چاہئے۔ سلتانخی نے پہلے سلطان باغ آراستہ کیا اور اپنے خاص اور آرام اور فرحت کے لئے ۱۲۲۲ھ میں بارہ دری بنوایا۔ یہ بارہ دری قصبہ بیر کے باہر جانب شمال بہت مستحکم اور دل چسپ اور فرحت افزاے اس وقت اس بارہ دری میں ناظم صاحب عدالت دیوانی ضلع بیر قیام پذیر ہیں اور عدالت و اجلاس کی کرسی وہیں رکھی ہوئی ہے۔

### مقبرہ مہر النساء بیگم تعمیر ۱۲۰۴ھ

یہ مقبرہ قصبہ بیر کے اندر تبدیل پورے کے متصل لنگر پورے میں واقع ہے۔ اسکی تعمیر ۱۲۰۴ھ میں ہوئی تھی۔ اسکے بنانے کے واسطے دو دروازہ شہرون کے بڑے بڑے مشہور کاریگر اور صنایع بلائے گئے تھے۔ مقبرہ گچ اور اینٹ سے بنایا گیا تھا اور سپر گل کاری کا نقش و نگار ایسے خوشنما کیا گیا تھا۔ کہ آنکھوں میں دیکھنے سے اس کے نور آتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ مقبرہ خسرو بیگ جمدار کے علاقہ کا تھا۔ اب یہ مقبرہ نہایت اہتر جا میں ہے۔ اس مقبرے کے قریب میر نظام الدین کے بیٹے میر ابراہیم ماژندرائی کا مرقد ہے اور اذکا انتقال ۱۲۱۱ھ میں ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ شاہ ماژندرائے

مرقد میر ابراہیم  
ماژندرائے

کے قریب ایک وسیع قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں ایک بہت بڑی باولی تھی اور کتبہ بھی تھا جب یہ باولی منہدم ہوئی اور میں وہ کتبہ ہے بھی دیکھا۔ کاش ہکو وہ کتبہ نظر آجاتا تو میر ماژندرائی کی حالت ہم اچھی طرح بیان کرتے۔

اس مرقد کے علاوہ قصبہ بیر میں پرانے مقابر اور مرقد بے شمار تھے بہت سے تباہ ہو گئے اور روز بروز ہوسے جا رہے ہیں اور صد ہا قدیم کتبہ خاک میں مل گئے ہیں ہم اونکی کہاں سے تلاش کر سکتے ہیں تاہم جب قدر تلاش کی گئی اور جو کچھ دست ہوا وہ مرقد بسالت جاہ

ناظرین کے پیش نظر کیا گیا۔ محلہ پنجارگلی میں بسالت جاہ کا مرقد ہے۔

یہ صاحب قبۃ رسولی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے اور قبۃ بیر میں لکھی گھڑوں کے  
جہدار تھے ان کے مرقد پر بھی ایک کتبہ ہے جسکو ہم ذیل میں مجنبہ نقل کرتے ہیں

بود هزار و دوصد نہ پنجابہ

شصت و یک بود ہزار و دوصد

شیخ بندہ علی امیر کبیر

شد بدار البقا اب الست جاہ

چونکہ تعمیر یافتہ این مرقد

اخوسی او نمود این تعمیر

وفات ۱۲۵۹ھ

تعمیر ۱۲۶۱ھ

منو شاہ طبقاتی کے تکیہ میں بھی ایک بہت بڑا شاندار مقبرہ بنا ہوا ہے۔ اس مقبرے

مقبرہ شیخ کے اندر شیخ رمضان علی قدوائی کی قبر ہے شیخ رمضان عقیقہ حرم

رمضان علی قدوائی قبۃ رسولی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے شیخ قطب بن شیخ غلام محمد کے

بیٹے تھے۔ ہمارے گھر نظام سے انکو منصب کی خواہ ملا کرتی تھی۔ انکا انتقال

سلسلہ ۱۲۵۲ھ میں ہوا ان کے حقیقی بیٹے اور داماد شیخ عبدالعلی صاحب منصب دار نے

سلسلہ ۱۲۸۴ھ میں انکا یہ مقبرہ بنوایا ہے جو قابل دید ہے۔

## گنبد قدم رسول صلعم

یہ گنبد بابو شاہ طبقاتی کے جوڑوین گنبد کے قریب ایک پرفز اور دلچسپ مقام پر

بنا ہوا ہے اس کے بانی کا نام تو صحیح معلوم نہ ہو سکا البتہ اسکی قدامت کا اندازہ دو سو

سال کا ہو سکتا ہے۔ اس گنبد کے اندر ایک پہر ہے۔ جیسے ر قدم کی شکل کندہ کرا

گئی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت رسالت مآب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم

مبارک ہے۔ اور اس مقدس اور مطہر اضافت کی وجہ سے ہر سال ربیع الاول کے

پہلے میں لوگ اعتقاداً اسکی زیارت کرتے ہیں اور اس پہر کے غسل دے ہوئے پانی کو

تبرک سمجھ کر پیتے ہیں۔ بلکہ اس قدم رسول صلعم کے جمعیت میں بیشک تامل ہو اسلئے کہ اسکی

۱۲ شیخ بندہ علی صاحب مرحوم کی وفات سلسلہ ۱۲۸۴ھ میں ہوئی (داخل جلد ۱۰ مادۃ تاریخ ہے ۱۲)



تعلیم کے نسبت نہ انکار کرتے ہیں نہ اقرار۔ ذارئین آثار قدیمہ کو لازم ہے  
 آثار مقدسہ اور اسکے کہ جب کسی خاص آثار کے نسبت یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہہ  
 تعلیم کا شرعی مسئلہ آنحضرت کے آثار ہیں تو اول اس بات کو یقین حاصل کرنا  
 چاہئے کہ یہ آثار فی الواقع حضرت کے آثار ہیں یا دوسرے شخص کے اگر بروایت صحیح  
 اوس مقدس آثار کا وجود آنحضرت کے طرف ثابت ہو جائے تو بلاشبہ اوسکی تعلیم  
 صحابہ کرام کے طریقہ کے بموجب کرنی چاہئے جو اس الایمان اور یہی جان نشاری  
 اسلام کی علامت ہے۔ اگر کسی مخالفت مذہب کو عار آتا ہو تو آیا کرے۔ البتہ وہ  
 آثار جو طعنا بنادئے گئے ہیں اور ایسے بناوئے جانیکا پورا یقین ہو جائے تو اس کی  
 تعلیم ہرگز درست نہیں اگر اوسکی تعلیم کہجاءوے گی تو گو پارسل اللہ کی تعلیم کی اور اسے  
 اوسکو بمنزلہ آنحضرت کے سمجھا خدا اس جہالت سے بچائے۔ اور جب کسی آثار کے  
 صحیت و عدم صحیت کا یقین ہی نہ ہو تو قبل تحقیق اوسکا انکار نہ کرنا چاہئے بلکہ اس موقع پر  
 سکوت اختیار کرنا لازم ہے۔ ہم بھی اسی مسئلہ کو نہایت عمدہ احتیاط کا مقتضا سمجھتے ہیں  
 ہمارے اس مسئلہ کی نسبت حقیقہ را حدیث گذرے اون سب کا مال ہی تھا جو  
 ہم نے بیان کیا ہے۔

### امیر سنگلہ تعمیر ۱۲۵۵ھ

۱۲۵۵ھ میں نواب امیر نواز جنگ بہادر نے اس سنگلہ کو تفریح مزاج کے لئے  
 بنوائے تھے پندرہ پندرہ دن اس سنگلے میں جنگل کی سیر و یکینے کے لئے ٹھہرے  
 رہتے۔ لائنرمانڈی فانوس اس شبستان عیش میں راتوں کو روشن ہوا کرتے اور  
 ہمیشہ نہایت مکلف فرش بچھا رہتا تھا۔ کوئی خاص معنی اس سنگلے کی مذیب و زینت  
 تھی۔ خاص خاص جلسوں میں اگر گول اندام نازنین عورتوں کا جہرٹ رہتا تھا اور  
 نواب کے لئے مکلف اور رنگین طبع احباب جمع رہتے تھے۔ نواب نے اس سنگلہ

میں مصرفانہ فیاضی اور عیش کے سبب حوصلے پورے کر دئے تھے۔ یہ بنگلہ قصبہ شیرکو باہر کنٹھکائی کے دیول کے متصل بلند ٹیکڑی پر واقع ہے مگر اس وقت بہت ہی خراب اور شکستہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔

## محبوب گنج۔ بنائے آبادی ۱۲۸۹ھ

معمور پورے کی آبادی بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ درخان زقوم کا تراکم وہاں پر بقدر بیڈ سبب تھا کہ انسان اس طرف سے گزر نہیں کر سکتا تھا۔ بیر کے تعلقہ ارشیخ داؤد مرحوم شیخ داؤد صاحب مرحوم نے پہلے یہاں کے درخان زقوم کو قیدون کے ہاتھ سے کٹوا کر میدان تعلقہ ارشیخ صاف کر دئے اور پھر گنج کی بنیاد ڈالی گئی دکانیں کی تعمیر شروع ہوئی

ایک مدت میں یہ گنج بہت ہی عمدگی سے آباد ہو گیا۔ اس گنج کا نام اعلیٰ حضرت میر محمد علی خان بہادر خلد افندہ ملکہ و سلطانہ کے نام گرامی سے بجائے معمور پورے کے محبوب گنج کے ساتھ بدل دیا گیا۔ اس گنج کی تعریف فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کی گئی ہے اس رسالہ کی عبارت فارسی ہے۔ اور اس کے مصنف مومن آباد آنبہ جو گائی ضلع بیر کے

وقایع محبوب گنج۔ اور اس کے مصنف غلام جیلانی صاحب المتخلص مصنف غلام جیلانی صاحب خطیب آنبہ بعد یقی بہن خطیب صاحب نے اس رسالہ میں اپنی فارسی

لہ غلام جیلانی صاحب نے اس گنج کے متعلق جو رسالہ لکھے ہیں اس کی سیاق عبارت ناظرین کو معلوم ہونیکے لئے یہاں پر چند سطور اس کے تحریر کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

زہے محبوب گنجیت گو ہر سنج کہ از بندے بے نظیرش جو ہر بیان بساط خطہ دلپذیر قصبہ بیر اسراپا نشاط در پر۔  
وسرخ رویان سبز مندی و سپید بافان چوک و کلاہ ناز و تفاخر بر سر کار گذار قدر چون ترکیب قواسے زمین و ترتیب بنا کے دکانیں پر راحت۔ زقوم خاردار بنیش خواری پہلو بہ پہلو شکافت۔ ملہا تلہا لبکستگی چون پست بل ہوار۔ و شہا شہا بر نیگی ہمہ صرف سرمایہ غبار سبقت بر بنائے سبز مندی از ان پسندیدہ کہ آن خود پسند خامکا است و این بر ساحل رود بار لبنگ لبست محبوبی سر بار چنبد و بختہ صبار رود بنیر از تاسرائے در پائین کاوش کلاؤن شاربے سرو پای او بشارش از رنگ ناروائی و ساغوش سنگھا سرشار بے نواے پائے

لیاقت کے جوہر دکھائے ہیں۔ بیشک یہ رسالہ (ظہوری) کے ذی بلاغت پہلو میں چمک رہا ہے۔ اور نیز اس گنج کی قطعہ تاریخ ایک بڑے قابل متدین محمد عبداللہ صاحب مرحوم کے فرزند حضرت محمد کریم الدین صاحب مرحوم التخلص صابر قاضی زادہ پرگٹہ بیر نے حسب ذیل کیا خوب لکھا ہے۔

رفقار سیلاب سنگ از جارفہ چون بابائے بگی در ہم بچان پیچ دستار بریش خندی از ہم گستہ ہجو آقائے پیشگی در گلو آویزان۔ برق رفتاری اسپان اسطل بال اس والین از کتان خواری و شمر کاری چقاق فعل فعل در آتش بگجرداری۔ ہنگامیکہ بنائے دلپذیر حسرت فرمائے کارگاہ کشمیر شیخ داود ناظم خلع یہ بڑا ہی سبز منڈی فرمان دادند پیش از پیش بازاریان ہیر چدین لباط درین گنج دامن مراد کشادند۔ خاص و عام از صبح تا شام بمقام بیچ و شرمی مصروف درمزشناسان اعجاز داودی بخواندن این قصیدہ معروف۔

قصیدہ

## قصیدہ

زہدہ بشارت تازہ اشاعت امید  
زمانہ نام نوی را کنون نواے نوید  
رود ز قصبہ بر آفت گران سال  
درخت خشک برآمدہ نمونہ اسید  
اگر بیار و بریش رہ نمید ہر طالع  
خدا رہا رہا تو این سایہ کرم جاوید  
لحائے حشمت اجلال کن امیر کبر  
بسان۔ ایطہ اتحاد پیر و مرید  
رسید فرزدہ ناگہ کہ خود مارا الہام  
بروئے گلشن میک چھکاکہ رسید  
گلزار نامہ ز گین نشد ہنوز تمام  
چگونہ گوہر صفت است بجان زریہ  
نواے نہفت والا روان بلکہ شد  
ہماری اوج وزارت بپادشاہ رسید

گذشتہ کبیت دوران رسید بکثرت عید  
کہ غمغیم شود گنج تو بنا این جا  
رسد ز چار جہت گندم و جوار سپید  
نہال سبز نشان ست شیخ نامور  
توان لبایہ الطاف درخت بائذ  
خصوص سایہ اقبال شاہ در کوثر  
ہمیشہ باد بجاہ و جلال چون خورشید  
درین ترانہ تر بود صحبت عالم  
وزیر اعظم و خنیا رک ملک چن شہید  
پس از روانے بر مہات مالی و ملکی  
عروس مجلہ زہیر اہ عاری ہجو بید  
بسان حیرت آگینہ چشم دا بودم  
طباب نیمہ حالیث نیز بکشتید  
بسبح کیفیتش و کنگ قہدای قی

فلک نوشتہ لباط زبان پازینہ  
بنام نامی سلطان وقت بانجید  
ازین سیاح نوازش بجزع دلہا  
صبح بار بر و نمرہ اش توان دید  
خوش ست سایہ شاخ درخت پریہ  
مام باد باد و سخا و اسے سعید  
منوہ باد چہاں را رباط ناز و نعم  
بہ شکر خالق ازین دسا و عرش مجید  
بزبان گاہ خلافت بسان باد صبا  
گلزار خانہ محبوب گنج خواہ دید  
چسان بکری سوز دنیا ز جلوہ دہ  
کہ یک بیک ز نسیم سحر گوشت رسید  
سمند خاص بیابان خاص شد شگاہ  
بکار طرح عمارات نوروان گردید

نمیدار ہرفن سراسے سپنج چوبازار پر شد ز ہر میوہ ہا رسیدند تجار ہر کشور بارشاد عالی مدار المہام چو تاریخ صبا نو ایجاد کرد	زرو مال آوردہ اوزان و سنج زانگور و انجیر کوندہ ترنج خریدند چون زعفران و سرنج بناکشت بازار بے تاب و منج خوش آباد گردیدہ محبوب گنج
---	--

## بشیر گنج - بنائے آبادی ۳۰۰ سالہ

یگنج احمد نگر دروازے کے باہر ایک وسیع میدان کے ہموار سطح پر آباد کیا گیا۔ کچن اور دوکانیں بڑے تہذیب کے ساتھ قائم کئے گئے۔ اسکے بانی ضلع بیر کے اول تعلقدار ریاض الحسن صاحب مرحوم تھے۔ اگر اذکی زندگی و فاکرتی تو وہ اس گنج کو آراستہ کر دیا اور وہ یہ فرماتے تھے کہ نواب مدار المہام بشیر الدولہ بہادر کے نام سے اس گنج کی بنیاد ڈالی گئی ہے اگر خدا چاہے تو چین و برکات کا گلدستہ بنا کر دکھاؤ گا مہوڑ بیر گنج کامل طور سے معمور ہونے نہیں پایا تھا کہ تعلقدار صاحب اپنے وطن شیراز کی خدمت لیکر روانہ ہوئے اور وہاں مرگ مفاجات سے انتقال کئے۔ اس گنج کی ابتدا ۳۰۰ سالہ میں ہوئی تھی۔ چنانچہ صابر مذکور نے اسکی تاریخ اس مصرع میں کیا خوب کھی (کہ آباد شد گنج زر خیز گنج) ۱۳۰۰

## غزانہ باغ بنائے آراستگی ۱۹۹ سالہ

یہ باغ - قبضہ بیر کے باہر جانب جنوب (۳) میل کے فاصلہ پر سرسبز و شاداب ہے غزانہ باؤلی اس باغ میں بنی ہوئی ہے۔ پرگنہ بیر کے جاگیردار صلابت خان نے اس باغ کو

۱۹۰۰ نواب بشیر الدولہ بہادر سرسبز و شاداب کی وفات ۲۶ صفر المظفر ۱۲۹۹ میں ہوئی و کجبت شادمان سرسبز باغ مادہ تاریخ وفات ۱۲ -

آراستہ کیا تھا اگرچہ اسوقت اس باغ کی وہ آراستگی نہیں ہے جو زمانہ سابق میں تھی لیکن یہاں کی امرائی کا تختہ بہت مشہور و معروف ہے دانے اون درختوں کے لطافت و نفاست میں ایک دوسرے سے فائق اور عام کے لئے وقف تھے ہمارے زمانہ میں بھی سیکڑوں آدمی یہاں کے امرائی سے ذائقہ حاصل کرتے ہیں مگر فرق اتنا پیدا ہو گیا ہے کہ پہلے زمانہ کے لوگ مفت ذائقہ اٹھاتے تھے اب خریدی کی ضرورت تھی

## خاص باغ

یہ باغ کاغذی دروازے کے باہر جانب جنوب تقریباً (۷۰) قدم کے فاصلہ پر سبز و شاداب ہے اس باغ کی تعریف چند الفاظوں میں بیان کی جاتی ہے گو اگر کوئی مبالغہ سمجھتا ہے تو سمجھا کرے۔ یہ باغ اور اسکی صفائی اور کیا ریون کی آرائش و آراستگی نہایت نصارت بخش اور ہرچمن اوسکا دلچسپ ٹھہرین اوس کے فرحت افزا گل وریاحین و اشجار پر بار و اثمار بے شمار اوس کے سیرگاہ عالم و نظر گاہ بنی آدم ہے یہاں کی خوشبودار ٹہنڈی ہوا سے دل و دماغ کو قوت پیدا ہوتی ہے۔ غنچہ دار درختوں کے نوخیز سبز پتوں پر دیکھنے سے آنکھوں میں روشنی آتی ہے۔ یہ باغ دو اعلیٰ عالمان سرکاری کے خاص نگرانی کے زندہ چشمے سے پرورش پا رہا ہے اسلئے خاص باغ کے لقب سے اسکی شہرت ہو گئی ہے۔ اکثر سرکاری اعلیٰ عہدہ دار اسی باغ میں اترتے ہیں۔ اس باغ کے انتظام کے لئے سرکاری ایک داروغہ اور کئی ملازم اس کے ہاتھ کے شیچے مقرر ہیں۔

قصبہ برہمن اس خاص باغ کے سوائے برہمن باغ۔ و سلتان باغ۔ و ہنومت باغ فاضل باغ۔ و فرخندہ باغ۔ و فرح بخش باغ ان کے سوا اور بھی بہت سے باغات ہیں اور ان ہر ایک کے گل و غنچوں کی خوبی اور نوخیز درختوں کی تردمانگی عجیب بہار دکھاتی

ہے۔ اور ہشتم کامیوہ اوس ہر ایک سرسبز شاداب زمین سے پیدا ہوتا ہے۔  
**بیران باغ** بالکل تباہ ہو گیا اسوقت وہاں پر پنجار گلی کا محلہ آباد ہے اس محلہ کے بعض بعض  
 مقام پر اس باغ کے قدیم حوضین اور بچتہ نہرین اب تک موجود ہیں مگر اونپر خس و خاشاک  
 اسقدر ہو گیا ہے کہ وہ نیچے دگئی ہیں۔

**سلطان باغ** اس باغ کو پرگنہ بیر کے جاگیردار سلتانجی بنا لکرنے آراستہ کیا تھا۔ اور اوسکو  
 اپنے نام سے مشہور کرایا۔ یہ باغ قصبہ بیر کے باہر جانب شمال واقع ہے۔ سلتانجی بنا لکرنے  
 کے بیٹے مہنونت راؤ بنا لکرنے اپنے نام سے جو مہنونت باغ آراستہ کیا تھا وہ بھی  
 اسی باغ کے متصل تھا۔

**فاضل باغ** اس باغ کو محمد فاضل کو تو ال کے بیٹے مرزا سعید بیگ نے اپنے باپ کے  
 نام سے آراستہ کیا تھا یہ باغ خانقاہ کے جانب شرق واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ  
 اوس مرزا نے منجملہ زمین سراسے چند بیگہ زمین خرید کر کے یا قدیم بنے بنائے باغ کا کچھ حصہ  
 لیکر اوسکو اپنے باپ کے نام سے مشہور کرایا تھا۔ لیکن اسوقت یہ باغ جسکو باغ سرگینا  
 نہایت صحیح ہے قصبہ بیر کے محتب مولوی محمد قطب الدین صاحب کے قبضہ میں آگیا  
 ہے۔

**فرخندہ باغ** یہ باغ قصبہ بیر کے باہر روضہ منصور شاہ صاحب کے اوس طرف شاداب ہے  
**یا امیر باغ** اسکو ۱۲۵۴ھ میں پرگنہ بیر کے حاکم امیر نواز جنگ بہادر نے نہایت لطافت  
 و خوبی کے ساتھ آراستہ کئے تھے پہلے اسکا نام فرخندہ باغ رکھا گیا اور پھر (امیر باغ)  
 اسلئے کہتے ہیں کہ اوسمیں اوسکی مادہ تاریخ ہے۔ مگر عموماً نواب کے باغ سے مشہور ہے۔  
 اس مادہ تاریخ کو فضیلت و شگاہ جناب مولوی محمد قطب الدین صاحب محتب قصبہ بیر  
 حقیقی جام محمد حسام الدین صاحب نے ایک دل آویز نظم میں تحریر فرمایا تھا۔ اور اوسمیں  
 باغ کی لطافت و آراستگی کا سمان دکھایا تھا۔

# چوتھا مقالہ

## قصبہ بیر اور یہاں دائمی یادگار مقام اور خچہر کھلک حادثات

### رود بینسرا

رود بینسرا۔ موضع بینسور بھال طرف بالا گھاٹ سے نکل کر رود سینہنا میں ملتی ہے موضع بینسور بھال قصبہ بیر سے جانب جنوب (۲۰) میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ اور رود سینہنا قصبہ بیر سے جانب شمال (۹) میل کے فاصلہ پر بہتی ہے۔ رود بینسرا تقریباً (۲۸) میل کے اندر جنوبی بادوں درون سے نکل کر قصبہ بیر کے دو آباد حصوں کے بیچ میں سے جنوباً شمالاً بہتی ہوئی (موضع گڑھ) کے قریب سینہنا میں داخل ہوتی ہے طول اس ندی کا (۲۸) میل اور عرض اس کا قریباً (۳۰۰) قدم ہے۔ موسم بارش میں اس کی طغیانی بڑی پر زور اور قابل دید ہے اور جب رعد کی ہوش ربا آواز بالا گھاٹ اور اوس کے بادوں درون سے گونجتی ہوئی ساکنان بیر کے کانوں تک آتی ہے خدا کی نیا (و سوقت کس کو یہ بہرہ ہوتا ہے کہ آنے والے طوفان سے نجات پاسکین گے۔ ابھی لوگوں کے دلوں سے اس کی ہیبت فرو نہیں ہوتے پاتی کہ اوپر سے بینسرا مہیب آواز کرتی اور شہر سناہ کو صدمہ پہونچاتی ہوئی فیصل کے برجوں پر ٹکراتی ہے۔ اس کی طغیانی میں اس غضب کا زور ہے کہ اگر اوس کے دمار کے سامنے مست ہاتھی آجائے تو بڑی پہلی ٹوٹ کر اوس کے چڑکھیا تہیلہ بن جائیگا۔ روانی اس کی پیچیدار اور ناگن کی طرح بل کہاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ پانی کے چڑاؤ میں جب قدر تیزی ہے اوس کا اوتار بھی اوستیفر جلد ہے۔ اور اس ندی میں جا بجا کھڑکین اور چھوٹے چھوٹے مدور تپہ کثرت سے ہیں



یہی باعث ہے کہ اسکی معمولی طغیانی میں سے انسان اور جانور آسانی کے ساتھ پایاب نہیں ہو سکتا۔ زوردار طغیانیوں میں اسکا پانی کھڑکون پر سے تھپیڑے کھاتا ہوا نکلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عظیم الشان دریا پر جوش ہے اس ندی پر پل نہونے کی وجہ سے ہر سال طغیانی میں جانور اور آدمی بہ جاتے ہیں۔

**بادن درے** بالا گھاٹ کے نشیب میں بڑے بڑے عظیم الشان اور بے انتہا مہیب اور دہشت ناک بادن درے ہیں ان درون کا پانی ایک دوسرے میں ملتا ہوا بلند می سے بیر کے طرف بہتی میں آتا ہے اون ہر ایک درون کے مختلف نام ہیں لیکن کیل درہ کیل درہ [ہندون کے نزدیک بڑی مقدس جگہ ہے۔ اس درے میں منوت سامی انگایت قوم کا دیول ہے ہر سال کارتک مہینے میں یہاں بڑی دھوم سے جاتا ہوتا ہے اور بہت سے جنگ و لنگایت قوم کے لوگ دور دراز سے آتے ہیں۔ اس دیول کے محاذی آہنی سوا منڈب بہت بہاری قیمت کا بنا ہوا ہے۔

**چادر گھاٹ** یہ گھاٹ رود بنسہرا میں سلطان باغ کے مشرقی دروازے کے محاذی جانب جنوب بنا ہوا تھا کسی زمانہ میں ندی کا پانی اوپر سے بڑی لطافت کے ساتھ گذرتا تھا۔ اور موسم گرما میں اسکے پہلو سے نہرین زراعتوں میں لجا یا کرتے تھے۔ ندی کے وسط میں ہمیشہ مقدار میں کے ساتھ پانی بہا رہتا تھا۔ چادر گھاٹ طغیانیوں کے صدمہ سے ٹوٹ گیا اسوقت ظاہر دیکھنے کے لئے اسکی کچھ علامت باقی رہ گئی ہے

## کوہ ہلال

یہ ایک پہاڑ ہے جو قبضہ بیر سے داگنی کے طرف تقریباً ۴۴ میل کے فاصلہ پر ہے کا نمونہ دکھارہا ہے۔ زمانہ سابق میں مسلمان ہلال کو اسی پہاڑ پر سے دیکھا کرتے تھے۔ اس مقام سے کوف و خوف کی بھی اچھی حالت نظر آتی ہے سرکار انگریزی کے بڑی بڑی

عہدہ دار بھی یہاں آتے تھے چنانچہ ۲۸ شعبان ۱۲۵۱ھ کو جو سورج گہن ہوا تھا احمد نگر سے ایک انگریزی عہدہ دار یورپین اس پھاڑ پر آیا اور اس نے آلہ عکسی سے سورج گہن کی تصویر کھینچی تھی۔ اس پھاڑ پر قدیم حصار کی علامت پائے جاتی ہے اور اب تک پایہ کہو دا ہوا موجود ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہاں قلعہ طیارہ ہو رہا تھا لیکن پختل پڑا رہا۔ مگر ہم کو اسکا پتہ نہیں ملا کہ اس حصار کا کون بانی تھا۔ اور عموماً لوگ اس پھاڑ کو کولائیٹی کا پھاڑ کہتے ہیں بہر حال یہ ایک ایسا مقام ہے جو اس تاریخ میں اسکا ذکر کرنا لازمی تھا افسوس کہ اسکی صحیح کیفیت معلوم نہ ہو سکی۔

## رود بنیر۔ اور اسکی طغیانی ۱۲۵۱ھ

یکشنبہ۔ جادی الاول کے ۲ تاریخ ۱۲۵۱ھ میں رات کے (دہ بجے) بارش کی آمد ہوئی اور اس شدت سے تمام رات بانی پڑتا رہا کہ رود بنیر کو پر زور طغیانی شروع ہو گئی اور دفعتاً پیمانہ بھی ڈوب گیا اور سکا ڈوبنا ہی تھا کہ ہر طرف سے فرار فرار کا شور و غل اٹھا۔ طغیانی کی ستم خیز موجیں پیہم آنے لگیں (کلا سیستاحون سماعہ) کی صدا بلند ہوئی۔ اور اس طغیانی کے ہر ایک موج سے ہاگنے والوں کے پیر بندہ ہے جارہے تھے لکن ینفعکم الغرامن الموت) کا مصداق صادق آتا تھا۔ طغیانی کیا تھی گویا طوفان نوح تھا یا یہ کہا جائے (ان زلزلة الساعة شتی عظیم) کی پوری مثال تھی۔ اور (فارسلنا علیہم الطوفان) کا کامل مضمون ادا ہو رہا تھا اس طغیانی میں عمارات قدیم و آثار تبرکہ حسب ذیل کو بہت بڑا صدمہ پہنچا۔

(۱) حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہ کے روضہ منورہ کا برج اور تمام سنگین جہاں ٹوٹ گئی۔

(۲) کو توالی دروازہ کا ساگوانی کو اڑ ٹوٹ کر موضع ایک درہ تعلقہ منجھلہ گاؤں تک

بہت چلا گیا تھا۔

(۳) کو تو الی چاڈری پائے اکہڑ گئی تھی اور وہاں تین چار تاڑ براہیمین فار ہو گیا تھا  
(۴) حضرت معمر شاہ متیسی القادری کے روضہ منورہ کا گنبد نقار خانہ مسجد جو نہایت  
مضبوط اور سنگین بنی ہوئی تھی پائے سے اکہڑ گئی اور نکاپتہ و نشان تک باقی نہ رہا۔ خٹان  
پیری د بڑ و نیب جو نہایت پائیدار تھے وہ بھی جڑ سے بہ گئے۔ صرف باؤلی ظاہر دیکھنے  
کے لئے باقی رہ گئی تھی۔

(۵) شاہ منورہ قادری کے روضہ منورہ کے منیار اور شاہ بنجن و شاہ بنجن قدس  
کے قبور کی قدیم تعاونیہ تباہ ہو گئے۔

(۶) حضرت شیخ ابراہیم و پادشاہ صاحب و حجرہ حضرت محبوب بجانی د سید رضی الدین  
و برہان الدین مجذوب و اسد اللہ سہاگی کے روضہ ہائے منورہ طغیانی کے تلاطم میں  
بالکل ڈوب گئے تھے۔

(۷) سلطان باغ کا مشرقی چبوترہ اور چادر گھاٹ کا بہت بڑا حصہ منہدم ہو گیا۔  
اس طغیانی کے حادثات کو شاہ اسماعیل قادری المتخلص (دائق) نے اپنے طعنا و خمسہ  
میں خوب بیان کیا ہے زبان اس خمسہ کی غیر محاورہ اور پرانی اردو ہے لیکن روایتیں  
کی طغیانی کا پورا سامان دکھایا ہے۔

لہکریہ کا دیول۔ اس کا انہدام ۱۲۵۹ھ

گائے کا فوج ہونا۔ اسلام کے مؤند افامر

لہکریہ۔ ایک بڑا استول ہندو تھا۔ اس نے قبضہ بیر کے اندر جو نہ بازار کے شارع عالم  
سے جانب شمال کو چہ بند ارواڑی میں ایک دیول نہایت بالا و بلند بنوایا۔ جب اس  
دیول پر اس کے مذہبی لوگ چڑھتے تھے تو اس کے اطراف معزز مسلمانوں کے گھروں

میں مد نظر ہوا کرتی تھی۔ مسلمانوں نے اوسکو بارہا تاکید کی کہ لوگ اس دیول پر نہ چڑھا کریں لیکن دولت کی نشہ نے اوس کے دماغ کو خراب کر دیا تھا مسلمانوں کا روکنا سود مند نہ ہوا اور مخالف مذہب کے لوگ مذہبی پیرایہ سے دیول پر چڑھ کر عداوت مذہب کو ظاہر کرتے تھے ناگزیر مسلمانوں کے قلوب مذہبی تعلقات پر برا بھلا سمجھتے ہو گئے جمعہ کے دن مذہبی دلاوروں کا جوق جوق فراہم ہو گیا اور لوگوں نے مذہبی جوش کے ساتھ سبز ہریہ بلند کیا اور طبل جہاد پر چوب لگائی۔ جانی میان نقارچی نے شہنائی سے یہ صدا گنجائی کہ (خدا تو مسلمانوں کی شرم رکھ) اس آواز نے مسلمانوں کے خون کو پر جوش کر دیا ہر طرف سے دیول پر حملہ شروع ہو گیا گو اوسوقت کٹرے راجپوت مخالفت دیول کے لئے با مسلح تھے مگر انہیں اپنی عزیز جان کو بچا کر بہا گناڑا اور ہر مسلمانوں کے زبان سے اشدا کبر کا نعرہ بلند ہوا اور سیدھے دیول کے اندر جا گئے بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور اوسیدم گائے کو بچ کر کے اوسکا خون تمام دیول میں چھڑک کر ہندوؤں کی حسرت بہری آنکھیں مکئی رنگ بنیں۔

ہندو اسلامی سلطنتوں میں ہمیشہ سے مطیعانہ رہے ہیں اور اوان کی عام اطاعت سے اسلام نے انہیں آزادانہ حقوق بخشے ہیں کون مسلمان ہے کہ اوس نے اوان کے مذہبی حقوق کی واجبی حفاظت نہیں کی اگر ایسی حفاظت نہ ہوتی تو ہندوؤں کو ایک دن بھی مذہبی امن سے نہ گذرنا ناگزیر اور ان کو مسلمانوں کا پڑوس تو کیا حدود اسلام سے مفارقت کرنا پڑتا غرض کہ یہ ہندوؤں کو نہ چاہئے کہ دریا میں نہنگوں سے دعویٰ کریں اور خوابیدہ مسلمان مذہبی کو بیدار بنائیں اسلام اپنے نفس ناطقہ سے خطاب کرتا ہے (ما آگینہ ایم شویم از شکستہ تیز از اربابہ آنکہ بود در شکست ما) اگر لکھریہ جی پنڈت اپنے مذہبی گردہ کو دیول پر چڑھنے سے روک دیتا تو تذلیل مذہب کا آزار کیوں اٹھاتے مولوی میر قربان علی صاحب قصبہ ساکنانوں تعلقہ آنہ جو گای ضلع بیر کے رہنما

میر قربان علی اور امیر نواز جنگ بہادر کے مشہور شعرا میں سے تھے۔ انکی وفات ۱۵۱۸ء  
ماہ رمضان ۱۲۸۳ھ میں ہوئی اور اپنے امیر بہادر کے مقبرے میں دفن کئے گئے۔ انہوں  
نے اس دیول کے انہدام کی تاریخ حسب ذیل لکھی ہے۔

شکر اللہ شد نصیر الدین حسین یعنی درتخانہ سرکار بیر سال حذرش از رہ فکر سلیم	باد یارب باش حافظ مصطفیٰ گاہ گشتہ بت شکستہ بر ملا یافت قربان علی دتخانہ ر ۱۵۱۸ء
--	---

ان اشعار کے مندرجہ اول و دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہبی معاملہ میں مسلمانوں  
کے مؤید (۱۲) افسر تھے جن کے نام اور سنہ ولادت اور سنہ عطیہ عہدہ سرکاری اور  
ہر عہدہ کا فرض منصب و سنہ وفات و مقام مدفن ہم حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

قاضی محمد شکر اللہ یہ پہلے افسر ہیں جو شکر اللہ سے انہیں کی تعبیر لجاتی ہے۔ آپ ۱۵۱۸ء

میں پیدا ہوئے ۱۵۱۸ء رجب ۱۲۸۳ھ میں نواب میر نظام علیخان بہادر نے پرگنہ بیر کی  
قضا آپ کو عطا فرمایا تھا جسکی رو سے آپ احکام شرعیہ کو بڑی غفلت و شان کے ساتھ  
نافذ کرتے تھے وفات اولی ۱۲۸۴ء رجب ۱۲۸۳ھ میں ہوئی قبر انکی اندرون حصار چار دیواری  
روشنہ شاہ کوچک ولی قدس سرہ جانب شمال متصل تالاب محاذی سرانہ روشنہ منورہ واقع ہے

محمد نصیر الدین یہ دوسرے افسر ہیں جو نصیر الدین کے صاف لفظ سے محتسب مراد ہیں

۵ مرحوم ۱۲۸۳ھ میں راجہ چند ولال بہادر نے قصبہ بیر کا منصب احتساب آپ کو مقرر فرمایا  
تھا جسکی رو سے آپ شرابیوں کی تنبیہ اور تارک صوم و صلوٰۃ کا زجر اور اوزان و کیال  
کی تعدیل اور ماہ صیام میں مرتکبین افعال کبار کی سزا دہی کے لئے بہت سے پیادے  
ہمراہ لیکر گشت کرتے تھے وفات آپکی ۱۱۸۳ھ رجب ۱۲۸۳ھ میں ہوئی قبر انکی شاہ کوچک ولی قدس  
کے جوار رحمت میں ڈونگری مسجد کے روبرو ٹیکری پر واقع ہے۔

شاہ حسین نقشبندی یہ تیسرے افسر ہیں جو لفظ حسین سے خاص آپ ہی مقصود ہیں۔ آپ نہایت

بڑے عالم اور اتقیائے روزگار میں سے تھے۔ زہد و تقویٰ کے علاوہ حسن و جمال بھی خداداد تھا۔ وفات آپ کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی مزار آپ کا موضع نیکنوپور بالا لکھاٹ میں زیارت گاہ خلایق ہے۔ اس وقت اون کے مسند خلافت پر اون کے خلف الصدق جناب شاہ صیاد الحق صاحب صیاد الدین نقشبندی جلوہ آرائیں حافظ غلام مصطفیٰ خان یہ چوتھے انسر ہیں جو حافظ مصطفیٰ سے انہیں کے طرف اشارہ ہے۔ آپ بریلی ضلع پبلی ہیٹ رہنے والے قوم کے خوشگی تھے۔ ۱۲۸۲ھ میں ضلع بیدر کے تعلقدار ہوئے۔ اور ۱۲۸۳ھ میں انتقال کئے قبر انکی قلعہ بیدر کے روبرو واقع ہے۔ لیکن آپ کے فرزندان و متعلقان و بنائران ایک مدت سے قلعہ بیر میں متوطن ہیں بلکہ آپ کے نام سے حافظ جی کی گلی قبضہ بیر میں مشہور و معروف ہے۔

## سنی شیعہ کا مذہبی فساد عشرہ محرم ۱۳۰۶ھ

اس مذہبی فساد کا محض واقعہ یہ ہے کہ ۱۳۰۶ھ کے ماہ محرم میں محکمہ نظامت دیوانی ضلع ہیر کے میرنشی امداد حسین خان نے مرثیہ خوانی کی مجلس قایم کی اور کامل عشرہ تک مرثیہ خوانی ہوتی رہی مگر اس محرم سنہ مذکور کے ۱۲ بجے رات کو بانی مجلس اور اون کے امامیہ گروہ نے حضرت (علی اصغر) کی فرضی نقش مکان سے باہر لا کر باہر کرتے ہوئے رود بینسرا میں ڈال دی چونکہ سنیوں کی آنکھیں اس نئی رسم سے نا آشنا تھیں اپنے مذہب کے مخالف آئین کی وجہ سے پر جوش ہو کر اس نقش کو مذی میں سے نکال کر سید ہے ضلع ہیر کے اول تعلقدار ریاض الحسن صاحب مرحوم کے اہلکار پر لگئے تعلقدار صاحب باوجودیکہ قصر حکومت میں آرام کر رہے تھے عموم بلوہ سے باہر نکل آئے سنیوں نے باتفاق میرنشی صاحب کے پیر میں بیڑیاں ڈالوانے کی

استدعا کی تعلقہ دار صاحب کو اس سخت اور تنگ حالت میں اس امر کا فوری تصفیہ کرنا مشکل ہو گیا اور نکات امل کرنا ہی تھا کہ گروہ شیعہ کو یقین ہو چکا کہ عثمان حکومت ہمارے اختیار میں ہے اس مجرور بہرہ پر ابکر علیخان امین کو توالی تعلقہ بیر کے بہائی مردان علی خان نے کمر سے تلوار کھینچ کر محمد خان سوار پولس کو زخمی کر دئے اگر اسکے طرفدار سینہ سپر نہ ہوتے تو وہ تہ تیغ ہو چکا تھا۔ اور ساتھ ہی اون طرفداروں نے مردان علیخان کے طرف مڑ کر ہتھیار سنبھالا اور انکو بھی زخمی کر دیا اگر وہ اس زخم سے بیہوش نہ ہوتے تو اور اونپر تلوار کے وار چلتے ان دو کا زخمی ہونا ہی تھا کہ مذہبی جوش میں قصر حکومت کے اطراف تمام قلعہ کا میدان لٹ اور تلواروں سے چلتا نظر آنے لگا اس اثنا میں سکھوں کی قطعی مخالف جمیعت انتظام کے لئے آپہنچی لیکن حضرات سینہ اون کے سلج پوشی اور مخالفانہ بات چیت سے چونک پڑے اور عام خلقت کی نگاہ بدل گئی شیعہ ان عروب کی ایک وسیع جماعت مذہبی تعلقات کی حفاظت پر آمادہ ہو گئی۔ دو مخالف مذہب یعنی سکھ و عروب کے مکہ پیٹرنے سب کے ہوش پر اگندہ کر دیا تھا احتیاط کیلئے تعلقہ دار صاحب نے امداد حسین کے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوادیں اگر اسوقت یہ انتظام نہ ہوتا تو مذہب اپنی مخالفت کا بہت بد نما اثر دکھاتا یہ انہیں تعلقہ دار صاحب کا بلند حوصلہ تھا جنہوں نے ایک بھلک فساد مذہبی کو فریقین کے باہم رضامندی پر مٹا دیا اگر فریقین میں مصالحت نہوتی تو کٹ مرنے کا یقین کسکو نہ تھا خدا نے بڑا فضل کیا۔

### رودینہ ۱۔ اوسلی طیفانی ۱۳۱۳ھ

یہ طیفانی ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کی رات کے آٹھ بجے کے قریب عشا کے ابتدا اور مغرب کے اختتام پر بہت ہی زور سے ہوئی پہلے تو کناروں کے کچھ بچے ہی



نیچے پانی تھا۔ مگر سیلاب جنہیں غضب کی شورش تھی اور بلا کا زور یہ صاف بتا رہا تھا۔ کہ ہمارے پیچھے آنے والی موجیں اور ہی سامان لارہے ہیں تماشائی گھر بھی نہ بچنے پائے تھے کنارے قریب لبریز ہوئے (پیمانہ) کے نگہ انداز پیمانہ ہی کا پتہ ڈھونڈ رہے تھے۔ قدیلوں کی جھللی روشنی نے دکھا دیا کہ ایک ہاتھ پیمانہ باقی ہے۔ مگر نٹوں ہی میں یہ بھی غائب ہو گیا۔ راج کلی میں کھڑکی سے آیا ہوا بہا لو پانی کھڑا تھا۔ لوگوں نے جو پہلی شام کے سبب جاگ رہے تھے ہوشیار سی یہ کی کہ مکانون کو مع سامان خیر باد کھ کے نکل پڑے جس جگہ کو اپنے قیاس میں امن سمجھا ٹھہر گئی خام مکانون کی بری گت ہوئی کہ گر کر نیچر کی ڈھیر بن گئے۔ دہلی دروازے پر اس بلدیے بے شکام کا اس سبب سے وفور تھا کہ ایک جانب سے خود ندی کا پانی بڑھتا ہوا بارہ سے آگے بڑھ گیا تھا اور دہرے شیر گنج کا پانی اور معاون نالوں نالیوں سے ملکر دو دریاؤں کے سنگم کی طرح باہم بغلیکیر تھا۔ پنجار کلی میں بھی کمر بابر پانی بہا تھا۔ خاص بن کے قریب کا طویلہ بگیا اس محلہ کے لوگ تحفظ جان کی غرض سے قلعہ میں بھرے پڑے تھے مومن پور سے میں بھی اس پانی کا خوب عمل تھا۔ جہاں تک قریب ندی کے مکانات تھے ڈبکے۔ اودھر پیٹھ میں تو سید ہا دروازہ سے گذر کر محبوب گنج تک پھونچ گیا تھا موجیوں کے گھر صاف ہو گئے نام کو مٹی کی ڈھیریں باقی رہیں چونکہ سطح مشرقی پیٹھ کی قدر بلند ہے لوگ اودھر ہاگ گئے اگرچہ جانوں کی خیر رہی۔ مگر مالی نقصان ہزاروں ہی کے تخمین سے ہوا بارہ بجے کے قریب مشیت ایزدی منعطف العنان ہوئی مہر سے در گذر کر مہر کے طرف رخ کیا پانی کو آتا شروع ہوا طمانیت وحشت کے عوض دلوں میں اترنے لگی خانہ بدوش گھرائی ہوئی خلقت اپنے اپنے اجڑے اور آباد گھروں میں واپس آئی۔ جن کے مکانات سلامت تھے وہ تو آدھی رات کے تھکے ماندے بستروں پر لیٹ گئے۔ جن کے مکانات زمین گیر ہوئے تھے انہیں تو آسمان سایہ اور زمینی

فرش نصیب ہوا۔ اپنے تخت جگروں کے سر ہانے پارہ ہلے گلی رکھ کر سولا دیا مگر بے چینی سے پڑے رہے۔ غرض رات محذوش حالت سے گذری معمر اشخاص اس طغیانی کو سالہ ۱۲۵ھ کی طغیانی سے زیادہ زوردار بتلاتے ہیں۔

تند ہوا۔ اوسکا صد مہ ۳۱۳ھ

یہ ہوا ماہ ربیع الثانی سالہ ۱۲۵ھ کی ۱۲ تاریخ پنجشنبہ کے دن ساڑھے چار بجے دفعتاً خاص قصبہ میرین اس زور سے چلی کہ بڑے بڑے درخت تقریباً ڈھائی ہزار سے زائد گر پڑے۔ اور نفع صور کی اندیش ناک تصویر آنکھوں میں جگہی قلوب اپنے مقام ہل گئے۔ گو اس تند ہوا کا صد مہ ۱۵۵ ہی منت رہا ہو گا مگر اس اثنا میں پانی کی کالی گھٹا کر کتے بھلیوں سے اس قدر پھیل گئی کہ زمین و آسمان میں پانی کا دریا نظر آ رہا تھا۔ جہو خلق میں تشویش اور دعاؤں کے ارادے متقل ہو گئے تھے۔ جناب باری نے بہت جلد اپنا فضل فرمایا مگر صد مہ زیادہ ہونے کا کسے یقین نہ تھا۔ قدرت کے کاموں پر کون مطلع ہو سکتا ہے۔ (حیف بران خاطر غفلت شیخ رہے بغیر تے گرفت ازین کارزار)

## پانچواں مقالہ

قصبہ بر۔ اور یہاں کے مقدس اولیا  
اونکے حالات سنئے۔ و مقام و انفس قدیہ

محققان و قایق بشائر و اخبار و مدققان حقایق بصائر و آثار و سالکان مناہج شریعت  
و طریقت و مقبسان لوا مع نور معرفت و حقیقت کو روشن ہو کہ قصبہ بر کے مقدسین  
نے بڑے بڑے پاکبازان طریقت و ارباب حقیقت و اکابران معرفت کو اپنی نورانی  
آغوش میں چہا رکھی ہے۔ لیکن اون کے منازل و مواصلات قلبی و قالبی و ستری

و روحی و معرفت نفس و روح اور مدارج خلوت و وصال حقیقت کا رتبہ آفتاب سے زاید روشن اور بڑھا ہوا ہے۔ اگرچہ وہ ظاہرہ یہین کے قبرستانی آبادی میں آرام کر رہے ہیں مگر اودن کے برگزیدہ تملفظات اور ستودہ اقوال اپنے صادق ارادتمندوں کے طرف مخاطب کر کے اپنے یا مضامین کی خوشبودار ہوا سے اودن سچے طالبوں کے جان شام کو معطر کر رہے ہیں خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے ان بزرگان دین کے مقامات انفاں قدسیہ و حالات سنیہ کا ذکر کیا اور خود سنا اور دوسروں کو سنایا۔

میرے اس مقالہ کی تحریر کی ہر ساعت میں اپنا خیر اور باعث نزول رحمت الہی ہے (عند ذکر الصلحۃ تلزل الرحمۃ) اور میں ان بزرگان دین کو اپنی فلاح اور نجات کا وسیلہ گردانا ہوں (نفعنا اللہ بمحببتہم و سرزقنا الاقداء بسیرتہم) سچ ہے کہ اوس روز انہیں پیشواؤں کے ذریعہ سے نجات ہوگی اور کوئی مال یا اولاد کام نہ آوے گی (یوم لا ینفع مال ولا بنون) آخرت کا معظم ذریعہ ہے تو انہیں بزرگان دین کی منت ہے۔ اب میں اودن بزرگان و صوفیان و پیران و واصلان کامل و مقربان حضرت طلال کا ذکر کرتا ہوں جو قبضہ بیرمین سیکڑون برس سے لیٹے ہوئے ہیں۔ پہلے مجھے لازم ہے کہ اودن حضرات کا مشرعی جداگانہ لمعات قرار دوں تاہر ایک طریق کے بزرگوں کی نورانی تصویر جداگانہ لمعات سے چمکتی نظر آئے اسلئے یہ پانچوان مقالہ حسب ذیل (۹) لمعات پر شامل کر دیا گیا ہے۔

## لمعات

### تعداد لمعات (۹) ہر ایک کی تفصیل

پچھلا لمعہ۔ حضرات قادریہ کے بیان میں  
دوسرا لمعہ۔ حضرات چشتیہ کے بیان میں  
تیسرا لمعہ۔ حضرات سہروردیہ کے بیان میں  
چوتھا لمعہ۔ حضرات نقشبندیہ کے بیان میں

پانچواں لمعہ حضرات رفاعیہ کے بیانین  
 ساواں لمعہ حضرات شطاریہ کے بیانین  
 چھٹا لمعہ حضرات مداریہ کے بیانین  
 آٹھواں لمعہ حضرات مجاذیب کے بیانین  
 نوواں لمعہ اون بزرگان دین کے بیانین جنکے طریق کا احوال معلوم نہیں ہوا

## پہلا لمعہ

### قادرِ یانندان - اور اسکے مقدس شیوخ

#### دہم حضرت سید رضی الدین ملی

حضرت سید رضی الدین ملی قدس سرہ العزیز مکہ معظمہ کے رہنے والے اور وہاں کے  
 عالی نسب سادات سے تھے آپ کو خاندان قادریہ سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔  
 علوم ظاہری و باطنی کو علمائے دین و مشائخین مکہ سے حاصل فرمایا تھا آپ کی صدق و صفائی  
 ایک مستہم بالشان عظمت رکھتی تھی۔ آپ شاہ محمود صدیق مخدوم انصاری حضرت موتی عالم پاتر  
 کے ملاقات جسمانی کے واسطے دائرِ عرب سے کلکھ دکن میں رونق افروز ہوئے۔ قصبہ بیر  
 میں پھونچنے کے بعد آپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ آپ نے ہمراہ طلبا اور اراد مندوں کا بہت بڑا گروہ  
 ہے شاہ محمود کو لوازم مہانداری میں بڑی دقت اٹھنے لگی اور سردست مہانداری کے  
 مراسم نہوسکیں گے اسلئے پیش از پیش اطلاع کے لئے حاجی ملی کو آپ نے مخدوم کی خدمت  
 میں روانہ کئے ہنوز حاجی ملی پاتر و ترک نہیں پھونچے تھے کہ مخدوم کا انتقال ہو گیا اور  
 ادھر آپ کے جمال آرا چہرے پر بیقاری کے آثار نمایاں ہونے لگے آپ آہستہ آہستہ  
 کے ساتھ نہایت اضطراب سے (انا للہ) پڑھتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مخدوم  
 کی جسمانی ملاقات کی تسادل ہی میں رہ گئی۔ ایک روز بالکل برداشتہ خاطر ہوئے اور دکن  
 کے دائرہ وحشت سے باہر نکل جانے کی فکر کی لیکن بابا کو چک قدس سرہ نے آپ کو

بہت تسکین دلایا اور یہ کہا کہ آپ اپنے قیام ابدی سے قصبہ بیر کو رشک چمن فرمائی  
بابا کو چک کے پر اثر کلام نے آپ کو ایسا مطمئن کرایا کہ یہیں کے پیوند خاک ہو گئے۔  
وفات آپ کی ۱۷۲۸ بیچ الاول ۹۷۸ھ میں ہوئی روضہ آپ کا قصبہ بیر کے باہر جانب  
جنوب رود بینسرا میں بلند چوڑے پر بوسہ گاہ خلایق ہے۔

**حاجی ملی** حاجی ملی آپ کے مریدوں میں سے بڑے زبردست طالب علم اور مرشد کے  
نہایت اطاعت گزار صاحب کشف و کرامات تھے۔ مرشد کے حسب احکم قصبہ بیر سے  
جانب پاتردڑ روانہ ہوئے اور جب موضع لودل میں بچپونے وہاں حاجی ملی کو مقبرہ خیر  
موضع لودل کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا کہ شاہ مخدوم کا انتقال آج ہی کے روز ہو چکا  
ہے۔ اس خبر نے حاجی ملی کو بالکل ہلا کر دے حاجی ملی بھی اپنی زندگی سے مایوس  
ہو کر کہنے لگے غالباً اب میرا وقت پورا ہو چکا اس واقعہ کے دو تین دن کے بعد ان کا  
انتقال ہو گیا اور موضع لودل میں مدفون کئے گئے۔ موضع لودل قصبہ پاتردڑ سے تقریباً  
(۱۱) کوس کے فاصلہ پر جانب غرب آباد ہے۔

## (۲) حضرت شیخ ابراہیم

حضرت شیخ ابراہیم قدس سرہ العزیز نواح ہندوستان سے قصبہ بیر میں تشریف لائے  
اوقات آپ کی عبادت الہی میں صرف ہوا کرتی تھی۔ قیام اللیل صائم الدہر ہا کرتے۔ قناعت  
اور توکل کے بڑے پابند تھے۔ خلوت کو مرغوب اور اطعام کرامت کو بڑا سمجھتے تھے  
وفات آپ کی ۱۳۸۸ صفر ۱۰۹۸ھ میں ہوئی۔ روضہ آپ کا قصبہ بیر کے باہر جانب جنوب متصل  
مومن پورہ رود بینسرا کے کنارے زیارت گاہ خاص و عام ہے مولف ریاض الابرار لکھتے

سہ روضہ یعنی باغ و مرغزار اور یہاں اس مکان قبر شریف مراد ہے جس میں فیض و رحمت الہی کے پھول بھرے رہتے ہیں  
نظم۔ خاک تربت کہ باگت آسخت ہا بروے زمین روضہ برخت ہا ہر گیا ہی کہ ان زمین خیزدہ نافہ حبیب باسن ریزدہ

ہیں کہ موضع نیکنور پٹہ بالا گھاٹ میں آپ کا (جلہ) مشہور ہے لوگوں نے آپ کے تبرکات وہاں لیکے تھے میران سید عبدالقادر حضرت میران سید عبدالقادر قدس سرہ العزیز بغداد کے عالی نسب سادات حسینی الحسینی۔ اور حقایق علم لدنی و وقایع طریقی قادریہ میں فائق علی الاقران تھے بغداد سے مکہ منظمہ کو واسطے حج اور مدینہ منورہ کو زیارت کے لئے نہضت فرما کر عراق عرب و عجم سے گذرتے ہوئے قصبہ بیربن تشریف لائے اور آپ کے فضائل نے شہرت بکڑی۔ اراد مند خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور فوائد کثیر کو آپ سے سنتے۔ انتقال آپ کا مرض الموت سے ہوا لوگوں نے آپ کو قصبہ بیربن کے باہر پانپاس کے متصل دفن کئے۔ آپ کے روضہ رضیہ کے قریب جو مسجد ہے اس کے لئے معظم شاہ نے ۱۲۷۸ھ محرم ۱۲ سنہ ۸۳ھ میں سید اسماعیل ولد نور محمد مؤذن کو ۵۰ ہیکہ زمین عطا کئے تھے اور اسکے پہلے اس مسجد کا مؤذن اور روضہ منورہ کا خادم ملا غازی تھا اور مجاوری کی خدمت کیلئے ملا غازی کے نام پانپاس کے ۱۶ درخت آم مقرر تھے۔

### (۳) حضرت سید شاہ منور

حضرت سید شاہ منور قدس سرہ العزیز شاہ و راجہ علاقہ پنجاب کے رہنے والے اور نگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں قصبہ بیربن کو تشریف لائے۔ خاندان قادریہ میں اپنے والد سید نور قادری پنجابی سے بیعت و خلافت حاصل کئے تھے۔ خلافت کا حرقہ پہنکے بعد بھی بڑے بڑے صوفیان کرام سے استفادہ حاصل کئے تھے آپ کو دست غیب کا عمل بھی یاد تھا۔ آپ کا باوچی خانہ شبانہ روز گرم رہتا سیکڑوں مسافروں کی رہتی تھی باشندے آپ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ خصوصاً ربیع الاول کے بارہ دن اور ربیع الثانی کے گیارہ روز پلوں سے بچت ہو کر تا تھا اور اس عام دعوت میں بیشمار آدمی خوب سیر ہو کر کہاتے تھے۔ دعوت اور اسکے تمام سامان اور ضروری

چیزیں بازار سے سب نئے مول لائے ہوتے تھے معقدین کھانا ملھیا کرتے تھے باوجود اس اصراف کے آپ نے کبھی کسی سے نذرانہ نہیں لیا وفات آپ کی ۷ سربادی الثانی ۳۹۰ھ میں ہوئی روضہ آپ کا قبضہ بیر کے باہر جانب شرق متصل سرارود بنیل کے قریب زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

## (۴) حضرت شاہ دیوان

حضرت شاہ دیوان تیز روان قدس سرہ العزیز کچھ سے قبضہ بیر میں تشریف لائے آپ کا دستور تھا کہ ہمیشہ فقرا کو جمع کر کے بہنڈا رہ کرتے تھے۔ ایک دن موافق معمول کے بہنڈا رکئے اور بہت سے فقرا حاضر تھے مالیدے کے تقسیم کے وقت ایک ویش کا کشکول جو مٹہر کا نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا کسئی مریض فقیر کے دہکے سے اسکے ہاتھ میں سے گر پڑا اور ٹوٹ گیا درویش نے بڑے حسرت کے ساتھ دردناک آواز نکالا۔ آپ نے اس درویش کو اپنے نزدیک بلائے اور فرمایا افسوس مت کر میں ابھی تیرے کشکول کی طرح دوسرا کشکول مٹہر سے لا دیتا ہوں اس بات نے تمام فقرا کو متحیر بنا دیا اور آپ با وضو ہو کر مصلے پر دو گانہ ادا کئے لوگوں کو اپنے واپس آنے کے انتظار میں ٹھہرایا اور مٹہر کے طرف چل نکلے کچھ دور جا کر نظروں سے غائب ہو گئے کچھ دراز عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ایک کشکول اسی کشکول کے شبیہ پیرون سے بہرہوا لا کر درویش کو دیکئے وہ تو مسرت سے پہولاجاتا تھا مگر تعجب اس بات کا رہا کہ یہ تیز روانی کیسی پہر تمام فقراؤں کو متحقق ہو گیا کہ طے الارض کی قوت اور ادسکی مقدس وصف منجانب اللہ آپ میں موجود ہے۔ اسی روز تمام فقرائے ملک آپ کو (تیز روان) کا خطاب دیا۔ آپ کے وفات کی تاریخ ہموکھ دست نہیں ہوئی۔ روضہ آپ کا قبضہ بیر کے باہر جانب جنوب متصل پیر معاملہ بر محلہ کے قریب بوسہ گاہ خلایق ہے۔



## (۵) حضرت شیخ کریم اللہ

حضرت شیخ کریم اللہ قدس سرہ العزیز بنال کے رہنے والے اور اپنے والا شیخ اسماعیل قادری کے خاندان قادریہ میں مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے والد کے فیضان صحبت سے جمیع فضائل و کمالات معنوی میں سرآمد افاضل اعصار ہو گئے تھے۔ کسی خاص ضرورت کی وجہ سے آصفیاء بہادر کے لشکر کے طرف چلے گئے مگر مراجعت کے وقت بیمار ہوئے اور جالندہ میں پہونچ کر ۴۸ رمضان ۱۲۶۵ھ کو انتقال کئے آپ کے اراد مندوں نے جالندہ سے آپ کا تابوت لا کر قصبہ بیر کے باہر سومن پورے کے چوک میں ۷ رمضان سنہ مذکور کو دفن کیا۔

## (۶) حضرت شیخ عبدالقادر

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ العزیز قصبہ بہوم کے رہنے والے اور شیخ کریم اللہ بن شیخ اسماعیل قادری بنالی کے متبع تھے۔ قصبہ بہوم سے بنال کو جا کر حضرت شیخ عبداللہ بنالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک مدت تک اون کی خدمت کی اور مراتب سلوک طے کر کے خاندان قادریہ میں خرقہ خلافت کا پہنا۔ بعد حصول خلافت بال بچوں کو ہمراہ لیکر قصبہ بیر میں تشریف لائے۔ سومن پورے میں مکان مول لئے یہاں مدت العمر شبانہ روز عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے اور عام قبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ باوجود ہجوم خلافت کی اوقات مقررہ میں فرق نہ آیا۔ صرف سائلوں کا جواب دینا بغیر دست بات نہیں کرتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ اگر میں سائلوں کا جواب نہ دے گا تو آخرت میں بوجھ جائیگا اور نیز یہ بھی ارشاد کرتے تھے کہ نعمت بدون محنت و مشقت کے حاصل

نہ ہوتا ہے بلکہ بے مشدومے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک قصبہ ہے مگر کہہ کے نواح میں ہونگی کے جشن کے قریب دودنی سے (۲) میل کے فاصلہ پر ۱۲۔

نہیں ہوتی مگر اس محنت کے ساتھ مرشد بھی شفیق ہو۔ آپ بابا کو چک کے ایالے  
جوانہیں عالم رویا میں ہوا تھا قصبہ بیرین ابدی قیام فرمایا ورنہ وہ یہاں پر بہت بدستور  
خاطر تھے عمر آپ کی ۸۰ سال کی تھی انتقال آپ کا ۱۶ ربیع الثانی ۱۰۳۷ھ میں ہوا۔  
روضہ آپ کا قصبہ بیر کے باہر جانب جنوب موسن پورے میں زیارت گاہ خاص عالم  
آپ کو عموماً قادر پادشاہ اور آپ کے جانشین فرزند پادشاہ ولی مرحوم کو پادشاہ رضا  
کہتے ہیں۔

### (۷) حضرت صفی شاہ

حضرت صفی شاہ قدس سرہ العزیز صوبہ محبتہ بنیاد اورنگ آباد کے رہنے  
اور حضرت شاہ سراج قادری اورنگ آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کو علوم بصوفیہ  
منطق۔ معانی۔ تفسیر۔ حدیث۔ ادب میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ آپ کی علمی ترقی  
کا ایک بہت بڑا سبب یہ تھا آپ کو بڑے بڑے اہل علم کی صحبت میسر آئی تھی۔  
قصبہ بیرین آنیکے بعد یہاں کے اکثر لوگ ادن کے معتقد ہو گئے تھے۔ ۱۰۹۰ھ  
میں حافظ قرآن ہوئے۔ دیوان کاظم زبان اردو میں آپ نے بہت عمدہ تصنیف کیا،  
تخلص آپ کا (کاظم) تھا۔ تصنیف و تالیف کے طرف بہت مایل تھے۔ طلباء کو  
درس تدریس بھی دیا کرتے اور اثنائے درس میں افادتا بہت سے مفید باتیں سنایا  
کرتے تھے۔

اب ہم انکے چند ارشادات بیان کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے طلباء کو فرمایا تھا۔  
(۱) علم و درہم کی فضیلت میں (۲) باپ و استاد کے تفوق میں (۳) انسان کی ذاتی  
لیاقت کیا ہے (۴) افراد انسانی کے اقسام کتنے ہیں ان ہر ایک کی تفصیل حسب ذیل ہے  
(الف) علم و درہم۔ اسکے نسبت فرماتے تھے کہ (شرف الانسان باعلم و الادب  
لا بالمال والنسب) علم کو کبھی نقصان نہیں آتا۔ مال خچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔ علم جا

کا محافظ ہے۔ مال صاحب مال کا نگہبان۔ علم ابد لا آباد کا رفیق ہے۔ مال صرف حیات تک رفاقت دیتا ہے۔ علم محتاج نہیں۔ مال علم کا محتاج ہے۔ علم پیغمبروں کا میراث ہے۔ مال فرعون و ہامان کا متروکہ ہے۔

(ب) باپ و استاد۔ اسکے متعلق کہتے تھے کہ باپ اپنے بچوں کو صرف طعام پرورش کرتا ہے اور زمانہ کے ظاہری حوادث سے حتی الامکان محفوظ رکھتا ہے۔ استاد اسلام کا راہنما ہوتا ہے اور شاگرد کے باطن کو عذاب الہی سے بچاتا ہے۔ باپ جاکا حافظ۔ استاد ایمان کا صامن ہوا کرتا ہے (من تعلم حرفاً فہو مولاً) شاگرد کی ناقدری اور اس کے اون حرکات پر جس سے استاد کو رنج پہنچتا ہے بہت تعجب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسے شاگرد ہمیشہ محروم اور بد نصیب رہیں گے۔ شریف اپنے اعمال و افعال صالحہ سے نیک نام رہے گا۔ رذیل اپنے مذموم صفت سے ہمیشہ بدنام اور اس سے سوائے برائی کے نیکی ہرگز سرزد نہ ہوگی۔

(ج) انسان کی ذاتی لیاقت۔ اسکے نسبت فرماتے تھے کہ انسان بڑا قابل ہے جبکہ اپنی قدر آپ جانے۔ سخن در حقیقت ایک آبدار موتی ہے جبکہ اپنے جاے پر وقار سے رہے۔ انسان کی وہی قابلیت ہے کہ منہی عنہ سے بچے اور امر بالمعروف میں سعی رہے۔ اور اپنے کو جمیع وجوہ خدا پر سونپے۔ اور حرص و ہوا سے دست بردار رہے۔ سخن کی آبداری وہی ہے جب تک کوئی نہ پوچھے لب کشائی نہ کرے یہی اسباب ہیں جو خلافت میں قبولیت عامہ حاصل کراتے ہیں۔

(د) افراد انسان کے اقسام۔ اسکے متعلق کہتے تھے کہ انسان چار قسم میں منقسم ہے (۱) مومن و مسلمان یعنی جو اللہ کے وحی و نصیحت کا دل سے اقرار کرے اور زبان سے بھی کہے (۲) منافق و بے ایمانی یعنی جو اللہ کو دل سے نہ ماننے صرف زبان سے اقرار کر لے یہ لوگ عند اللہ مقہور ہیں مگر بظاہر واجب التعظیم ہیں (۳) بظاہر کافر باطن مومن یعنی

اللہ جل شانہ کا دل سے اقرار کرتے ہیں مگر زبان سے انکار یہ لوگ عند اللہ مقبول ہیں مگر  
 بظاہر کا فرد مستوجب حد ہیں (۴) مشرک یعنی جو اللہ جل شانہ کا دل و زبان سے انکار  
 کرتا ہے یہ لیکر آپ نے یہ دعا مانگی تھی (اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار ومن غضب البجاء  
 العزت للہ والرسول) آپ کا مرقہ اندرون حصار چار دیواری روحہ شاہ کو چک ولی  
 متصل تالاب ایسان کے طرف برج مدور کے قریب واقع ہے۔

## (۸) حضرت موشاہ

حضرت موشاہ قدس سرہ العزیز شادورا علاقہ پنجاب کے رہنے والے اور ابی الحیات  
 گیلانی کے بیٹے شاہ فیض قادری کے اولاد میں سے تھے۔ نسب آپ کا حضرت سید  
 عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو منہتی ہوتا ہے۔ خاندان قادریہ میں جدی سلسلہ کے  
 رو سے لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ اپنے عمر کے آخر زمانہ میں قصبہ بیر کو اپنے قدم سے  
 رشک چھن فرمایا تھا۔ کو توالی دروازے کے قریب مکان ٹل لیکر اپنے لیے گنبد نقار خانہ  
 مسجد بہت شین طیار کر لے تھے۔ قبر ذات آپکی انسانی کدورتوں اور ذاتی خواہشوں  
 سے بالکل منزہ تھی۔ لوگوں کو عاجزانہ اور پیارے لہجہ سے ہدایت کرتے اور فرماتے کہ دنیا  
 محض امتحان کی جگہ ہے اپنے نفس کو معطل نہ رکھے وقت کو ایک لفظ ضائع نہ ہونے دے  
 حتی الامکان سعی رہے یہی سعی حقیقت کے دروازے تک پہنچانے والی ہے۔  
 جو چیز نظر میں آئے فوراً اوسکو دل میں جالے اور اوسکے کنبہ ماہیت پر غور کرے۔  
 وقت کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔ آجکا کام کل پر نہ ٹالے۔ جو کچھ ملجائے مقننات سے  
 سمجھے۔ صحبت کو نعمت غلطی خیال کرے۔ ابن الوقت ہونا چاہئے۔ (الوقت سیف قاطع)  
 (ہمیں است یک سخن دریاب دریاب کہہ دایم در صدف گھر نباشد) اور نیز یہ بیت بھی  
 آپ کے درویشان تھی (بزرگ باد پائے سکر و سوار کیت پدم عزیز یا است کہ یر باد میرود)

آپ اپنی وفات کے بعد اوسے بنا کے ہوئی گنبد میں مدفون کئے گئے لیکن ۱۲۷۱ھ کی طغیان میں یہ تمام عمارات تباہ ہو گئے اب ظاہرہ دیکھنے کے لئے آپ کا صرف تعویذ موجود ہے

### (۹) حضرت سید شاہ محمد

حضرت سید شاہ محمد قدس سرہ العزیز مرج تاج گانوں کے رہنے والے اور شاہ حسن عبدالقادر دہلی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے مرشد کی خدمت میں رہے چند سال کی محنت و ریاضت و عبادت میں تکمیل کو پہنچ کر قصبہ بیر میں تشریف لائے۔ موضع سیندری تعلقہ پرندہ میں آپ کے فرزند سید شاہ برہان الدین اور موضع نیکنور بالا گھاٹ میں آپ کے پوتے سید شاہ حسین قدس سرہا بہت مشہور و معروف ہیں اور ان کی نورانی مزاروں پر انوار الہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ آپ کا روضہ قصبہ بیر کے باہر جانب شرق عید گاہ کے قریب ایک بڑے سنگین چبوترے پر پوشیدہ گاہ خلافت ہے۔

### (۱۰) حضرت مکرم علی شاہ

حضرت مکرم علی شاہ قدس سرہ العزیز بڑے عارف کامل و ذکر شاعلی درویش تھے خاندان قادریہ میں بیعت و خلافت حاصل تھی۔ ابوالمظفر جلال الدین شاہ عالم پادشاہ غازی ۸۰۰ روپیہ اور سو بیگہ زمین اس تفصیل کے ساتھ پارگانوں میں (۹) بیگہ باقی (۱۰) بیگہ ان کے مرقد کے اطراف عطا کیا تھا۔ اس دس بیگہ میں بہت عمدہ انار پیدا ہوتا تھا جو دور واز تک اوسکی عام شہرت تھی۔ آپ کا مرقد قصبہ بیر کے باہر جمعہ میٹھ کے جانب شرق تھیمہ مکرم علی شاہ سے مشہور و معروف ہے۔

### (۱۱) حضرت شاہ بہاء الدین

حضرت سید شاہ بہاء الدین قدس سرہ العزیز چکلا امرہ تعلقہ گیورائی ضلع بیر کے رہنے والے

اور اپنے بھائی سید شاہ حسین قادری کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے نسب اور نیز جدی خلافت کا سلسلہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو منہتی ہوتا ہے۔ بزرگوار آپ کے خاص بغداد شریف کے رہنے والے اور بڑے زبردست سالک اور مجاہد اور مرتاض تھے۔ نیز بدستور آپ بھی بڑے عابد عاقل قانع متوکل رہا کرتے تھے۔ امیر ٹرسی قصبہ میں ۱۲۸۴ھ کو تشریف لائے اور تمام عمر انزو پذیر رہ کر ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ میں انتقال فرمائے۔ روضہ آپ کا قصبہ بیر کے باہر بہا لدار پورے کے چوک میں اندرون حصار چار دیواری زیادہ نگاہ خلایق ہے۔

## (۱۲) حضرت مسکین شاہ

حضرت مسکین شاہ قدس سرہ العزیز کی بیعت و خلافت کا سلسلہ شاہ عبدالرزاق قادری کو پہنچتا ہے۔ آپ کو دست غیب کا عمل یاد تھا۔ مسافر نوازی اور غربا پوری میں کھائے زمانہ تھے ہر ایک شخص آپ کے یہاں آ جاوے تو اسکو تین شبانہ روز روٹی سالن ملجاتا تھا۔ آپ نے مومن پورے کے چوک میں اپنے ہاتھ سے برج بنایا تھا اور کئی صنف اوسمین خلوت گزین رہے۔ اس کے بعد اپنے مرقد کے قریب ایک باؤلی اور حضرات گنبد پنجتن پاک۔ پنجتن پاک کے نام کا گنبد بنوایا اگرچہ یہ گنبد زیادہ بالا و بلند اور باؤلی۔ بالا حصار۔ مشین نہیں ہے لیکن مقدس نام کی وجہ سے آواگاہ بگیا ہے۔ اس گنبد کے قریب ایک مسافر خانہ اور بالا حصار انہیں کے بنائے ہوئے یادگار باقی ہیں آپ کی وفات ۲۳ یا ۲۹ صفر ۱۲۶۹ھ میں ہوئی آپ کا مرقد قصبہ بیر کے باہر کوٹوالی دروازہ کے محاذی جانب شرق رود بینسرا کے اس کنارے تکیہ مسکین شاہ سے معروف ہی

## (۱۳) حضرت خیر الدین

حضرت سید شاہ خیر الدین قدس سرہ العزیز کے والد قبلہ مرحوم سید حفیظ الدین قادری اپنے بال بچوں کے ساتھ چکلہ امر ٹریڈنگ وریڈز کے صدر سے ۱۲۱۱ھ قصبہ بیر کو تشریف لائے اور سوقت آپ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ تھے۔ ولادت آپ کی ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔ آپ بڑے متین حلیم صادق صابر شاکر متقی عابد زاہد مرجع خلائق تھے سیکڑوں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ بیعت کیا تھا۔ کسر نفسی میں اور کئی کوئی نہیں تھی۔ آپ جمیع صفات حمیدہ سے موصوف اور افعال و اعمال پسندیدہ سے ممتاز تھے وفات آپ کی ۱۴ شوال ۱۲۸۶ھ میں جمعہ کے دن ہوئی روضہ آپ کا قصبہ بیر کے اندر جمنہ بازار کے شارع عام سے جانب شمال زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کے بعد آپ کے منجلی فرزند سید شاہ بہار الدین عرف پیارے صاحب سید شاہ بہار الدین المعروف پیارے صاحب سند خلافت پر جلوہ آرا ہوئے اور ارادتمندوں کی تلقین کرتے رہے وفات اور کئی ۸ مرحوم ۱۳۸۶ھ میں ہوئی اور اپنے والد کے قریب بجانب شرق مدفون ہوئے۔

## دوسرا المعہ چشتیہ خاندان۔ اور اسکے مقدس شیوخ (۱) حضرت شاہ کوچک ولی

حضرت خواجہ ابو الفیض النخاطب شاہ کوچک ولی المشہور شہنشاہ ولی قدس سرہ العزیز نواح پنجاب سے دکن میں تشریف لائے۔ آپ کی بیعت میں تین روایتیں منقول ہیں جنکو میں حسب ذیل گزارش کرتا ہوں۔

(ردایت اول) حقایق الاولیا ملفوظ قاضی مہذب الدین میں لکھا ہے کہ آپ قاضی الاولیا قاضی مہذب الدین قاضی قصبہ کچ ضلع بیر کے مرید تھے۔ انہیں کی خدمت میں ایک مدت



مک رہے اور ریاضتیں کیں اور حاصل نعمت کے بعد حسب الارشاد قاضی صاحب کے  
مشائخہ میں رونق افروز قبضہ بیر ہوئے۔ اثنائے راہ میں منہ کچ کی جانب اور پشت بیر  
کے طرف کئے ہوئے راستہ طے فرماتے تھے انتہی کلامہ۔

(روایت دوم) برہان الدین اولیا کے شجرہ طیبہ اور خواجہ زین الدین قدس  
کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ آپ سید زین الدین بن خواجہ حسین بن سید محمود شیرازی ثم الدرد  
آبادی کے مرید تھے۔ اور موضع مرج کے حضرت شمس میران اور مونگی پٹن کے حضرت  
سید السادات اور خلدا آباد کے حضرت زین الدین یوسف قدس سرہم آپ کے  
پیر بہائی ہیں۔

(روایت سوم) خواجہ موسیٰ اوزنگ آبادی اپنے ملفوظ میں سیر محمدی سے نقل کرتے  
ہیں کہ آپ حضرت مولانا شیخ برہان الدین محمد بن ناصر الملقب بالغریب الہام نسوی ثم الدرد  
آبادی قدس سرہ کے مرید ہیں اور حضرت شیخ برہان الدین حضرت شیخ نظام الدین اولیا  
رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے والے تھے۔

ہم نے جب اپنے پرانے ذخیرہ کی اس اختلاف کے نسبت الٹ پھیر کی اور نہایت  
جستجو کے ساتھ اوسمیں دھونڈ مارتا تب ہم کو پوری صحت اور یقین سے یہ متحقق ہو گیا  
کہ آپ حضرت برہان الدین غریب کے خاص مرید ہیں اور حضرات قاضی الاولیا و خواجہ  
زین الحق قدس سرہما سے صرف استفادہ حاصل کیا تھا اگر کوئی ریزہ چینی کے ذریعہ  
سے اس بات کو باور کر لے کہ آپ برہان الدین غریب کے مرید نہیں ہیں خواجہ  
زین الحق یا قاضی الاولیا کے مرید تھے اوس کے اس یقین کا مذاق اور ادسکا سچا  
اندازہ ہرگز صحیح نہ ہو گا اور اوس باور کرنے والے کو ہم ایک ادنیٰ نقیب کی طرح سمجھینگے  
کہ وہ ایک ہی بات پر اکتفا کرتے ہیں تاہم شیخ کے قرائن سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس

سے زین الدین یوسف کی تربت حضرت سید زین الدین زین الحق کے روضہ مطہرین واقع ہو کر وہ زین الحق کے نیم مرید تھے

بات کی نزاکت خوب جانتے ہیں کہ مہم عصر زمانہ اون معاصروں کے لئے ایسا مستند ہوتا ہے جو ایک نقیب کی مجرد صدا و سکور پریشان نہیں کر سکتی ہم بئر کے اون معتبر و ایتون سے کافی تصدیق اور پورا اطمینان کرتے ہیں کہ قاضی مہذب الدین اور برہان الدین غریب اور خواجہ زین الدین قدس سرہم مہم عصر تھے۔ کیا عجب کہ آپنے برہان الدین غریب سے بیعت کر نیکی بعد ان دونوں حضرات کے فیضانِ صحبت سے بھی استفادہ حاصل کیا ہو مگر آپ کا خاندان حشت میں قطب الاقطاب اور جلیل القدر عظیم الشان ہونا حضرت برہان الدین غریب کی خاص توجہ کے باعث تھا۔ برہان الدین غریب نے چند روز کی خلوت میں ان کے تمام مراتب سلوک طے کر کے اونکو منظر تجلیات ربانی بنادئے تھے۔ آپ کو دولت آباد سے قبضہ بیر میں آکر تقریباً ۴۵ سال ہوئے تھے کہ سلطان محمد تغلق بھی یہاں آیا اور آپ کا نام سنکر ملازمت میں حاضر ہوا اوس نے آپ سے پوچھا کہ چاروں مذاہب برحق ہیں مگر بالیقین فرمائے کہ کونسا مذہب فاضل تر ہے آپنے فرمایا کہ امام اعظم رح کا مذہب زیادہ افضل ہے اور دوسرے مذہب انکے پس رو ہیں اور امام ابو حنیفہ افضل المتقدمین ہیں الحمد للہ کہ میں اسی مذہب کا پابند ہوں اور نیز میرے پرورش نمیزبۃ العارفین برہان الدین اور اون کے مرشد سلطان المشائخ نظام الدین اور اون کے مقدس پیشوا سید العابدین خواجہ فرید الدین شکر گنج انہیں کے مذہب میں تھے۔ سلطان چونکہ خود محقق اور فاضل اجل تھا جواب سنکر خاموش ہو رہا اور اپنے خیمہ گاہ کے طرف واپس چلا آیا۔

قبضہ بیر کے مشرقی گھاٹیوں میں آپ نے ایک مختصر سا حجرہ بنوایا تھا۔ اوس حجرے کے اندر قریباً ۶۳ برس سربراہی میں رہے۔ اگرچہ آپ جو ہم خلق اللہ سے بہت متنفر تھے مگر سچے الاعتقاد لوگ آپ کو کہاں آرام لینے دیتے تھے ناگزیر اونکا قفا و جھاسہنا پڑتا تھا بڑے بڑے سلاطین آپ کے آستانہ مبارک سے شرف اور سعادت دارین حاصل

کرتے تھے علاؤ الدین حسن کانکوی بہمنی کا بہتیجا خان محمد بن علی شاہ سال میں ایک دو مرتبہ حاضر خدمت ہوتا تھا۔ بہرام خان ماژند رانی حاکم دولت آباد نے اگرچہ آپ کی آستانہ بوسی کی مگر ہمیشہ معتبور رہا۔ سلطان محمد شاہ بہمنی بن سلطان علاؤ الدین حسن کانکوی بہمنی کو بڑی تمنا تھی کہ آستانہ مبارک سے سعادت دارین حاصل کرے مگر شرابی ہونے کی وجہ سے آستانہ جلہ سکاف خود اس کے دل پر رعیت مستولی ہوتی جاتی تھی جو مبارک کے اطراف سے ہلٹ جاتا تھا۔

سنہ ۷۰۰ میں حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ العزیز گجرات کے راستے سے ہوتے ہوئے خاص آپ کے سلب ولایت کی نیت سے مقبضہ بیرم تشریف لائے ہمراہ اونکے بہت سے طلباء ارادتمند شیوخ۔ فقرا تھے۔ ہر ایک اپنی اپنی جداگانہ شان و عظمت رکھتا تھا۔ ان سب کی چشم انتظار ادون حضرات کے باہم معاملت پر لگے ہوئی تھی۔ اور یہ خیال کر رہے تھے کہ اب بابا کو چیک کے بقائے ولایت یا سلب ولایت کے نسبت کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اگرچہ ادون گردہ فقر کے دلون میں حضرت سید محمد گیسو دراز کی مہتم بالشان غمت پہلے ہی سے جمی ہوئی تھی مگر اندیشہ تھا تو بابا کو چیک کا کہ وہ ادون کے پر جلال نظر کے سامنے کیسے ٹھیر سکیں گے۔ جب حضرت سید محمد گیسو دراز حجرے کے قریب آگئے اور چاہتے تھے کہ اس حجرے میں سید با جلا جاؤں مگر دروازہ اس کا بہت چوٹا تھا سر جھکائے بغیر جانہیں سکتے تھے اور ایسا اندر جانا ادون کی شان غمت کے بالکل خلاف تھا اسلئے دروازے کو جلال کی نظر سے دیکھے وہ فوراً کشادہ ہو گیا اس کے کشادہ ہوتے ہی اندر سے اپنے اس پر توجہ کی وہ ایک چشم زدن میں صلی حالت پر آگیا اور اندر سے اپنے فرمایا (نہورے آوے نہورے جلے لالے کون تیرے بارے) اسکے ساتھ ہی گیسو دراز حجرے میں داخل ہو گئے مگر کس طرح اندر چھوچھو ادسکی حقیقت کسی پر ظاہر نہ ہو سکی جب گیسو دراز کے استقبال کے لئے اپنے قیام فرمایا

اوسوقت آپ کا وہ پیوستہ پوست جو ایک مدت کے مراقبہ میں ران پنڈلی سے اور پہلو ہاتھ سے اور ہاتھ پہلو سے چسپیدہ ہو گیا تھا صدمہ قیام سے پھٹ گیا اور خون کے شرارے جاری ہو گئے تھے۔ سید محمد گیسو دراز قدس سرہ نے معانقہ جہانی کے بعد فرمایا ابوالفیض تم نے اپنا مرتبہ کہا شک پہونچا یا ہے آپ نے کہا غالباً جناب کو اس درجہ پر امتحان ہو گیا ہوگا اور اسی دن کے امتحان کے لئے میں نے اوسکو بنا رکھا تھا اسبھی آپ کو توقع نہ ہوا۔ خاصاً آپ کے سلب ولایت کی فکر کی اور غضبناک چہرے سے آپ پر توجہ فرمائے قریب تھا کہ اوسوقت آپ مسلوب الولایت ہو جاتے لیکن آپ کی باطنی قوت کے پر زور حدت نے سپر کا کام کی اونکی پوری قوت آنائی کے بعد آپ نے فرمایا (سید محمد اوس نہ تیائی) آخر سید محمد اپنے رفقا و طریق کے طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ بابا کو چک کے شیخت کا پریرہ اعلیٰ مدارج پر لگا ہوا ہے اتنی بات کہنہ سے آپ کی ذیشان عظمت ہمعصر اولیا کے دلون میں باوقار جگمگی۔ آپ نے ان تمام مراتب کے بعد اون کی مہانداری کے پورے لوازم ادا کر کے سید محمد گیسو دراز کو رخصت فرمایا۔ کہتے ہیں کہ اوس دن بندہ نواز حسینی نے بہت سے اولیا کی ولایت جو سلب کر لئے تھے واپس دیدئے۔

حضرت بابا کو چک کا انتقال ۳ ربیع الاول سنہ ۷۰۰ھ میں ہوا۔ (مقبول خدا ہے بود) تاریخ وفات ہے روضہ آپ کا قصبہ ہیر کے باہر جانب شرق (۱۲) میل گھنے فاصلہ پر بوسہ گاہ خلافت ہے۔ آپ کے پرتکلف سالانہ عرس کے علاوہ ہر خیشنبہ کے دن اون پر ہندو مسلمان کے خاص خاص اعیاد دیوتا ر دن میں آپ کے روضہ منورہ پر خلق اللہ کا ہجوم رہتا ہے خیشنبہ کی صبح کو بلاناغہ اہل طوائف حاضر ہو کر گاتے ہیں۔ باد و جاس مجمع کوئی عورت آپ کے چو ترے پر جہان آپ کا مزار پر انوار ہے جا نہیں سکتی۔

اباجی خوش باش | اباجی مذکور قاضی مہذب الدین قاضی الاولیا کا پرورش یافتہ تھا جسوقت

قاضی الاولیاء نے بابا کو چک کو رخصت فرمایا اور سوقت اباجی آپ کے ہمراہ کر دیا گیا تھا اور اسکو قاضی الاولیاء نے وقت رخصت یہ کہا تھا کہ (بابا کو چک خوش باش) اوس روز سے اباجی کا لقب اباجی خوش باش کے ساتھ مشہور ہوا اور باختلاف ہمت یہ بھی معلوم ہوا کہ بابا کو چک کی صحبت فیض برکت سے اوس کے دہن و بدن میں جو پیدا ہو گئی تھی۔ جو لوگ اباجی سے ملتے تھے اونکا شام اوسکی خوشبو سے معطر ہو جاتا تھا اباجی کی قبر و ضہ منورہ کے پائین میں دل قصبہ ہے۔

## (۲) حضرت سید سلیمان

حضرت سید سلیمان قدس سرہ العزیز بڑے عظیم الشان بزرگوار تھے۔ آپ نے ابتدائے سلوک کو انتہائے اصول تک پہنچا دیا تھا۔ حضرت بندہ نواز حسینی سید محمد گیسو دراز قدس سرہ کے ساتھ آپ کے مشنری ارتباط بہت بڑے ہوئے تھے۔ اور سید محمد کے والد سید یوسف (بن سید علی بن سید محمد حسینی) المشہور راجو قال سے اتحاد نسبی کا آپ کو بہت بڑا فخر حاصل تھا۔ آپ اپنے بال بچوں کو ہمراہ لیکر ہندوستان سے قصبہ بیر میں تشریف لائے اور دمام الحیات عبادت الہی میں مصروف رہے ذیچہ کی تیسری تاریخ سلاٹہ میں انتقال فرمائے روضہ آپ کا قصبہ بیر کے اندر کاغذی دروازے کے متصل زیارت گاہ خاص دعام ہے۔ آپ کی بیوی آپ کے مشرقی پہلو میں اور آپ کے فرزند سید محمد اپنے والدہ کے پائین میں مدفون ہیں۔ امیر نواز جنگ بہادر نے آپ کا گنبد بہت ہی مشین بنوایا ہے (قبت الانوار پر انوار باد) تاریخ تعمیر گنبد ہے ۱۲۰۸ ۱۲۰۹

## (۳) حضرت شاہ پیر بالا

حضرت شاہ پیر بالا قدس سرہ العزیز ہندوستان کے رہنے والے۔ اور حضرت

نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کے مرید تھے۔ ہندوستان سے موضع تلے کانون جو قصبہ ہیر سے جانب غرب (۴) میل کے فاصلہ پر آباد ہے رونق افروز ہوئے ہمراہ آپ کے حقیقی بھائی شاہ راجو اور نیز والدہ ماجدہ تھیں۔ مزدوری کے ذریعہ سے اپنے بھائی اور والدہ کی پرورش کرتے تھے باوجود اس محنت و مشقت کے مامور بکار دل بیار رہا کرتے ایک سال ایام خشک سالی میں ذات سے دعا استغاثہ کے لئے صحرائین نکل آئے جناب باری سے دعا کیا دعا آپ کی مقبول ہوئی پانی خوب برسانی نام لے بھر پور ہو گئے آپ ایک درخت کاری کے نیچے بارش کے پانی میں بیگے جا رہے تھے شدت کی سردی سے نازک اور لطیف جسم کانپ رہا تھا سر کا عامہ اور کاندھے پر کی پوسیدہ چادر بھی تر ہو گئی تھی۔ مارے ضعف و برودت کے زمین پر گر پڑی اسی وقت روح مطہر قالب بدن سے خدا کے سایہ رحمت میں چلی گئی۔ آپ کی وفات ۱۶ رجب ۱۱۸۱ھ میں ہوئی اور اسی درخت کاری کے پہلو میں مدفون کئے گئے۔ روضہ آپ کا قصبہ ہیر کے باہر ۲ میل کے فاصلہ پر جانب غرب رود کر پرہ کے اوس کنارے زیارت گاہ خاص دعائم جس صحرائین اپنے نزول باران رحمت کے لئے دعا فرمائے تھے اوس صحرا کو مسلمان مستجاب دعا کا تبرک مقام سمجھتے ہیں اور خصوص خشک سالی میں قصبہ ہیر کے جملہ سادات صلی علیہم اجمعین ضعیف شیوخ اس صحرائین جا کر استغاثہ کی دعا اور نماز پڑھتے ہیں اور نہایت عجز و نیاز و فروتنی کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے پانی مانگتے ہیں اور تمام مسلمان اسی ماثور سلف کے پابند ہیں۔

کنبد بیضاوی [یہ کنبد حضرت شاہ پیر بالا قدس سرہ کے سید ہے پہلو کے جانب جنوب واقع ہے اس کنبد کے اندر حضرت شاہ پیر بالا کے والدہ ماجدہ اور حقیقی بھائی شاہ راجو مدفون ہیں۔ یہاں کے قدیم موروثی مجاوروں کے زبانی معلوم ہوا کہ شاہ پیر بالا (سیدنی) ہیں۔

سلسلہ میں شاہ پیر بالائی قبر شریف شق ہو گئی تھی شق ہوینکا سبب یہ تھا کہ کچلی قبر سے ملحق نیب کا درخت بہت بڑا اور پرانہ تھا جسکا تنہ تقریباً (۲۰) فٹ تھا لہذا اور عرض تخمیناً (۱۱) فٹ دور تھا رمضان المبارک کی تیسری تاریخ دو شنبہ کے دن سندھ کو سین طلوع صبح صادق کے پہلے دفعتاً گر پڑا اس کے صدمہ سے شق ہو گئی اور نیز حضرت کے زمانہ کا درختکاری بھی ٹوٹ گیا۔ سلسلہ میں جناب مولو محی قطب الدنویا محاسب قصبہ بیر نے از سر نو قبر اور اسکا سنگین چوترا تعمیر کرواے جزاک اللہ خیر الجزا۔

## (۴) حضرت سید بنجن

حضرت سید بنجن قدس سرہ الغریز ہندوستان سے اسد الاولیا برہان الدین غریب کے زمانہ میں رونق افروز قصبہ بیر ہوئے۔ یہاں مادام الحیات زاویدہ جوشی میں ذکر شافل رہے آپ درحقیقت سالک مجذوب تھے وفات آپکی ۱۱۴۴ھ میں ہوئی روضہ آپ کا قصبہ بیر کے باہر جانب شرق (اردو بازار) میں رود بندیل کے کنارے بوسہ گاہ خلایق ہے۔ آپ کے روضہ منورہ کے سنگین عمارات مسجد پر شاہی کتبے لگے ہوئے تھے لیکن رود بندیل کے طغیانی میں تباہ ہو گئے۔ مسجد کا شکستہ کتبہ بڑا ہوا اب تک موجود ہے مگر شکستگی کی وجہ سے پڑھا نہیں جاتا۔

## حضرت خواجہ شمس الدین شہید

حضرت خواجہ شمس الدین شہید قدس سرہ الغریز نے الہام غیبی کی بنا پر ظاہری سلطنت چھوڑ کر باطنی سلطنت کا تاج سر پر رکھ لئے تھے اور بزرگان حجت سے فیضان حاصل کرتے ہوئے بال بچوں کو ہمراہ نیکر قصبہ بیرون شریف لائے آپ نہایت سیاح۔ شجاع۔ دلیر۔ قوی بازو۔ فن جناس سے بھی واقف تھے ایک روز



مصاف جنگ میں شیر و ہنگ کی طرح تڑپ کر اٹھے اور کئی سروں کو اپنے آبدار اور خون ریز شمشیر سے مثل گیند کے گراتے ہوئے خود بھی اسی میدان جنگ میں نہایت بہادری سے لڑ کر شہید ہو گئے شہادت آپ کی ۱۴ رجب ۱۰۷۸ھ میں ہوئی۔ روضہ آپ کا قبضہ بیر کے اندر جانب جنوب فیصل کے قریب متصل برج زیارت گاہ خلافت آپ کی وفات کے بعد آپ کے اہل و عیال قبضہ آشٹی کے طرف چلے گئے۔

### (۶) حضرت محمد سالار

حضرت محمد سالار قدس سرہ العزیز قلعہ پرنڈہ علاقہ صرف خاص ضلع ندرگ کے رہنے والے اور حضرت شاہ نظام الدین ثانی اورنگ آبادی کے مرید و خلیفہ تھے خلافت کا خرقہ ملنے کے بعد بال بچوں کو ہمراہ لیکر قبضہ بیر میں تشریف لائے۔ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن۔ ذکر الہی اور صوم و صلوٰۃ میں مصروف رہا کرتے تھے قوت بیری کسب حلال سے فرماتے اور مسلمانوں کو نماز کی تحریص و ترغیب دیا کرتے تھے۔ جو مسلمان پابند صلوٰۃ ہوتا اوکو بہت محبت سے دیکھتے اور یہ فرماتے کہ فیض الہی کسی خاص کے لئے مقرر نہیں ہیں (من جد وجد) آپ کی وفات ۸ ربیع الاول ۱۰۷۸ھ میں ہوئی روضہ آپ کا قبضہ بیر کے اندر کاغذی دروازے کے قریب شارع عام سے جانب شمال برج قلعہ کے نیچے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

### (۷) حضرت سید محمد خلیب

حضرت سید محمد خلیب قدس سرہ العزیز عید گاہ و جامع مسجد بیر کے خلیفہ اور

۱۰ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ العزیز تاریخ ۱۳ ماہ ذیقعدہ ۱۰۷۸ھ میں انتقال فرمائے روضہ آپ کا اورنگ آباد میں زیارت گاہ عالم ہے ۱۲۔

سید بہاء الدین صاحب مرحوم کے فرزند اور حضرت شاہ نظام الدین ثانی اور نگاہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ شریعت کے بڑے پابند لیکن تبک حدیث نبوی (السمع مباح لاہلہ) کی رد سے گناہ سنتے تھے۔ اکثر چلپ کشی کیا کرتے۔ کہا نیکی طرف بہت کم میلان تھا۔ اور یہ اکثر فرماتے تھے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے نفس پروری کے لئے نہیں پیدا کیا گیا گو طعام سے بدن کی قوت اور تن کی تازگی ہوتی ہے مگر اس غذا سے اتنا ہی کام لینا چاہئے جس قدر حاجت ہے نہ اس قدر کہ حد سے گزر جائے اور بہایم کا حکم پیدا کرے۔ ذاکر ان خدا کو خدا ذکر کی غذا اور یہاں خدا کو خدا کے فکر کی دوا کافی ہے۔

ایک روز آپ فرح بخش باغ میں تشریف فرما تھے۔ ہمراہ آپ کے قوال اراد مندوں کا بہت بڑا حلقہ تھا۔ آپ نے قوال سے فرمایا کہ وقت (ملہار) کا ہے۔ قوال نے حکم کی تعمیل کی رباب کے تار ملہار کے پردوں پر کہنچا۔ اور گانا شروع کیا باوصف اس کے کہ گرمی کا موسم اور خاص زوال کا وقت تھا راگ شروع ہوتے ہی ابرایا اور اس قدر پانی برسا کہ اوس مجلس سماع سے ارباب مجالس کے ساتھ اٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔ وفات آپ کی غرہ شعبان ۷۷۱ھ میں ہوئی۔ عمر آپ کی تقریباً ۸۰ سال کی تھی روضہ آپ کا قصبہ بیر کے اندر متصل چوک قدیم شارع عام سے جانب شمال گنبد میں زیارت گاہ خلافت ہے محمد امین خوش نویسنے آپ کی وفات کے مادہ تاریخ کیا جو کہا (خطیب مرشد بود) ۱۱۷۷ھ

## حضرت شاہ فتح (۸)

حضرت شاہ فتح قدس سرہ العزیز نے ممبور خان جاگیر دار قصبہ بیر کے زمانہ میں گویند گوسالین سے وحدۃ الوجود کے نازک مسئلہ میں بہت بڑی بحث کی تھی مگر نتیجہ بظاہر ناخواندہ معلوم ہوتا تھا مگر مسائل تصوف سے پوری آگاہی رکھتا تھا۔ آپ نے

اپنے دعویٰ کو اس کے خلاف میں عمدہ دلائل سے ثابت کر دئے تھے آخر اسکو اپنا  
بیچا چھڑانا مشکل ہو گیا آپ کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ہاگ گیا۔ آپ نے اسی جگہ جہان وہ  
رہتا تھا اپنا دائمی مصلے بچا دئے اور انتقال کے بعد وہیں مدفون ہوئے۔ سید لشکری  
اور اون کے فرزند سید احمد اور اون کے فرزند سید معاد آپ ہی کے جوار رحمت  
میں مدفون ہیں اور ان تمام حضرات کا طریق حقیقتہ تھا۔ حضرت شاہ فتح کامر قد سید  
رضی الدین کی کے روضہ کے قریب رود بینسرا کے کنارے عموماً تارکے تکیہ سے  
مشہور ہے چند سال کے پہلے یہاں کی مسجد اور بنگلہ بہت آراستہ تھا۔ رود بینسرا کی  
لطافت اس بنگلہ میں بیکھر دکھائی دیتے تھے اسوقت یہ تکیہ ویران پڑا ہوا ہے۔ قدیم  
عمارات جو ندی میں بنے ہوئے تھے منہدم ہو گئے ہیں۔

## (۹) حضرت شاہ قایم شاہ دہلوی

حضرت شاہ قایم و شاہ دایم قدس سرہما العزیزین نے بڑے بڑے حضرات حقیقتہ کی صحبت  
سے فیضان حاصل کئے تھے۔ شریعت و طریقت کے اسرار سے خوب واقف تھے۔ زہد  
و ریاضت میں یکساں اور امر معروف و نہی منکر میں اون کے سامنے خویش و بیکانہ یکساں تھا  
ان دونوں کے قبور کرار پورے میں عموماً تکیہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

## (۱۰) حضرت شاہ غلام حسین

حضرت حاجی سید شاہ غلام حسین قدس سرہ العزیز نجار کے عالی نسب سادات  
اور صوبہ خجستہ بنیاد اور رنگ آباد کے رہنے والے اور حاجی حرمین الشریفین تھے۔  
اپنے والد سید شاہ کمال اللہ سے بیعت کر کے خاندان حقیقت میں بڑا رجحان پیدا  
کیا تھا۔ عامل بڑے زبردست تھے۔ قبضہ برہمن نواب بشیر نواز جنگ بہادر صوبہ دار

اورنگ آباد کی پاگاہ کے تھے آپ اس پاگاہ کے صدر وغیرہ تھے۔ انتقال کے ایک روز پہلے قبر کی جائے پسند کئے اور اوس کے دوسرے روز ۲۴ شعبان ۱۰۸۰ھ میں رحلت فرمائے روضہ آپ کا حضرت شاہ کوچک دلی کے جوار رحمت میں بہنڈا ریصا کے تکیہ کے اندر جانب شمال لب سڑک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

## تیسرا المعہ سہروردیہ خاندان۔ اور اوس کے مقدس شیوخ (۱) حضرت گوشہ نشین

حضرت ابو الفتح گوشہ نشین بن شیخ بدر الدین بن شیخ نور الدین قدس سرہ العزیز حضرت شاہ مخن کنج نشین کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے طریق کا سلسلہ حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت سے ہوتا ہوا حضرت غوث الزمانی بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو منہتی ہوتا ہے۔ آپ بڑے متوکل تھے نزدیک آپ کے سوائے ایک ابریق و عصا کے دوسری کوئی چیز نہ تھی۔ مگر حاجتمندوں کی غیب سے حاجت روائی فرماتے تھے۔ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند برتن تانبے کے آپ سے طلب کیا۔ آپ اوس کے دلی منشا سے واقف ہو کر تبسم فرمائے اور تالاب کے طرف اشارہ کر کے کہئے تجھ کو برتنوں کی حسب ضرورت ہو وہاں سے لیجا جب وہ

۱۵ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے نسب آباؤی گوشہ علی قانع نے اپنی تاریخ تحفۃ الکرام کے جلد سوم میں اس طرح لکھا ہے بہاء الدین زکریا بن شیخ ابو محمد بن شیخ ابراہیم بن شیخ عبداللہ بن شیخ شہاب الدین بن شیخ زکریا بن شیخ نور الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ وجد الدین بن شیخ مسعود بن شیخ رضی الدین بن القاسم بن الجعفر بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ اور مجموعہ خلاصۃ العارفین جو قدیم علمی رسالہ ہمارے سامنے موجود ہے اس میں حضرت بہاء الدین زکریا کا مادری نسب اس طرح لکھا ہے بہاء الدین زکریا از بطن حضرت بی بی فاطمہ بنت عیسیٰ بن عبداللطیف بن عبداللہ بن علید اللہ بن احمد بن جعفر بن محمد بن شیخ الاسلام غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر گھنسی اجملا بن بودوکان عیسیٰ فی سجادہ جدہ الاعلیٰ شیخ محی الدین عبدالقادر گھنسی اجملا بن ۱۲

تالاب کے طرف گیا بزمون کا انبار دیکھا اور سکو حیرت ہوئی کہ بظاہر سوائے ایک ابریق اور عصا کے نزدیک کچھ نہیں ہے یہ انبار کہاں سے پیدا ہو گیا ہے اور سکو تو امتحان کرنا منظور تھا لیکن امتحان آزمانے کے بعد بجائے خود بڑا شرمندہ ہوا۔ ایک روز آپ کی خدمت میں بہت سے طلبا اور فقرا جمع تھے۔ طریقت کے ایک پیچیدہ مسئلہ میں سب ملکر بحث کر رہے تھے ہنوز اس بحث کا خاتمہ نہیں ہوا تھا کہ موزن نے مغرب کی اذان کھی نماز مغرب پڑھنے کے بعد پھر اسی طرح مباحثہ کا حلقہ قائم ہو گیا لیکن شمع میں تیل نہ تھا آپ نے خادم سے فرمایا اگر تیل نہ ہو تو پانی اور سین ڈال کر روشن کر دے خادم نے بجائے تیل کے پانی ڈال دیا اور بتی روشن کر دی وہ چراغ تمام رات تیل سے نایدر روشنائی دیر رہا تھا۔ آپ کے اس تصرف سے تمام مجلس تعجب تھی پھر آپ نے اس پیچیدہ مسئلہ کو اس توضیح کے ساتھ سمجھایا کہ وہ مسئلہ ہر ایک کے سمجھ میں فوراً آ گیا۔ جسکو آپ اس طریق میں اہل سمجھتے تھے اور سکو مرید کو کے خلافت کا خرقہ پہنتے تھے۔ ایک روز قوال نے ادن ابیات کو جو سید نجم الدین ہرودی کے بیٹے امیر حسین نے مخدوم بہاء الدین زکریا کے مدح میں لکھا ہے آپ کے روبرو دکایا آپ اسکی ساعت سے ایسے بیہوش ہو گئے تھے کہ تین دن تک بخود پردے رہے جو تھے روزستانہ حالت کے ساتھ آنکھ کھولے مگر جیسے نظر بڑھتی تھی وہ دیوانہ کی طرح ہوتی ہوئی آواز لگاتا ہوا پہاڑوں کے طرف چلا جاتا تھا۔

رسالہ اوراد۔ جو ایک مہلا و مذہب شیعہ کا لکھا ہوا ہے اسکے مآشیر پر حلی قلم سے مرقوم ہے کہ آپ سے حضرت شیخ علیشاہ المعروف بہ سائکرٹے سلطان شکل آسان بن شیخ

سلہ حضرت شیخ علیشاہ قدس سرہ کا ذکر رسالہ انوار القنداد مصنفہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہ الغفرین میں مصرع ہے۔ مولانا اس رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علیشاہ کا مولد اور مدفن قندہار ہے۔ اور عین الجمال آپ ہی کی تصنیف تھی جو قبضہ قندہار کے تاجدار نے میں لکھ ہو گئے۔ نسبتاً آپ شیخ ہیں لیکن کون سے شیخ تھے اسکی تحقیق نہ ہو سکی بعض حضرات کا بیان ہے کہ غالباً آپ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد میں سے ہیں اور اصل طریقہ آپ کا سہروردیہ ہے طریقہ رفاغیہ میں طالب ہوئے ہیں اور انسی وجہ سے مشہور زکریا مای الرفاغی ہیں دفنا آپ کی ہر صفحہ میں ہوتی (شکل کشا و دین دنیا) مادہ تاریخ وفات ہی انتہی کلام اب ہم کہتے ہیں کہ مولانا کے تحریر اور

رسالہ اوراد کے مضمون پر غور و فکر کیا جا تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ علیشاہ سہروردی مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی کے بیچ القنداد اولاد میں سے تھے ۱۲۔

بن شیخ احمد بن شیخ محمد زکریا الرفاعی کو بے انتہا محبت تھی۔ نہ صرف اتحاد بلکہ ان دونوں میں سلطان ساگر کی اصلی طریق سہروردیہ و یک جدی ہونے کا خلوص بڑا ہوا تھا۔ اور باہم خط و کتابت سے بھی مقاصد طے ہو کرتے تھے۔ حضرت شیخ علیشاہ قدس سرہ کا جسوقت انتقال ہوا آپ نے اسی وقت فرمایا کہ قندمار کا چراغ گل ہو گیا ہے اور وہ میرے دینی امور پر دبی خاندان کا شمع تھا۔ اس واقعہ کے چوتھے سال ۸۰۰ سالہ شعبان المنظم ۱۳۳۷ھ میں آپ کا بھی انتقال ہو گیا۔ جسوقت آپ کا جنازہ مالاب کے اوپر وسیع میدان میں جباً غرب رکھا گیا مصلیان جانے کی تعداد غیر معین تھی اور اس جماعت میں حضرت سلطان سانٹڑے کو طلباء و طریقت نے شریک ہوتا ہوا دیکھا مگر سلام کے بعد ہی مشرقی کہاٹیوں کے طرف تیز رفتار نظر آئے اور کچھ دور جا کر غائب ہو گئے۔ اور طلباء نے اسی حیرت میں حضرت شیخ ابوالفتح کو دفن کیا۔ مزار پر انوار آپ کا قبضہ بیر کے باہر جہاں شرق تقریباً (۱۰) میل کے فاصلہ پر بوسہ گاہ خلافت ہے۔

## (۲) حضرت سید شاہ سمجہ کھیل

حضرت سید شاہ سمجہ کھیل قدس سرہ العزیز ترکستان کے رہنے والے اور شاہ عبدالحمید نوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی بیعت کا سلسلہ حضرت ابوالفتح گوشہ نشین سہروردی کو منتہی ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص نے دنیا کے کاموں کو عقبی پر مقدم رکھا اسکی دنیا اور دین دونوں خاک میں مل جائیں گے نہ اسکو دنیا میں فائدہ ہوگا نہ آخرت میں سرسبز رہے گا اور ایسے شخص کی شان میں (خسر الدنیا و الآخرہ) دار رہے آپ کا روضہ قبضہ بیر کے باہر حضرت گوشہ نشین کے روضہ کے قریب بلند ٹیکڑی پر زیارت گاہ خلافت ہے۔

## (۳) حضرت شاہ منصو

حضرت شاہ منصور قدس سرہ العزیز قبضہ بارہمہ کے عالی نسب سادات اور سید شاہ  
 سمجھہ کھیل کے مرید و خلیفہ اور سید شاہ بودل کے فرزند تھے۔ جس وقت آپ کے والد قبضہ  
 بیرمین تشریف لائے آپ نہایت کم سن۔ مگر کم سنی میں بہت کم سن کی پیشانی سے آثار ولایت  
 و مراتب نمایان تھے۔ باپ کے فیضان صحبت سے دل آپ کا انوار الہی سے معمور اور  
 طلعت اسرار سے سرور رہتا تھا۔ تین تین سید شاہ سمجھہ کھیل سے بیعت کی اور بزرگان  
 سہروردیہ کے خلافت کا خرقہ پہنکر مقتضائے شریعت نبوی متاہل ہوئے۔ خدا نے  
 فرزند عطا کیا۔ مہدی سند یہ عایجاد والی گوالیار آپ کا بڑا معتقد اور سچا اراد مند تھا  
 آپ کی تعظیم و بزرگی کا سکہ ریاست گوالیار میں بادقار جا ہوا ہے وفات آپ کی ۱۲۴۸  
 ربیع الاول ۱۲۸۷ء میں ہوئی روضہ آپ کا قبضہ بیر کے باہر ایک میل کے فاصلہ پر  
 مابین شرق و شمال زیارت گاہ خاص و عام ہے آپ کے بعد آپ کے خلف الصدق  
 سید حبیب شاہ صاحب سند خلافت پر جلوہ آرا تھے۔ حضرت منصور شاہ کا روضہ  
 سنگ مرمر سے بہت ہی خوش نما اور دلچسپ و دل آویز طیار کیا گیا ہے۔ و بار  
 گوالیار سے آپ کے جانشینوں کے نام ہزار ہا روپیوں کے فتوح اور ہمارے  
 سرکار سے روضہ منورہ کے عود و گل کیلئے صد ہا روپیوں کے جاگیرات مقرر ہیں۔

## (۴) حضرت شاہ اسد اللہ

حضرت شاہ اسد اللہ سہاگی قدس سرہ العزیز ہاتون مین چوڑیاں سرسبز اوڑ  
 دانتوں مین مسی آنکھوں مین کاجل سر مین بالون کا جوڑا اور زانی لباس پہنا کرتے تھے  
 عبدالرحیم صاحب مرحوم کے فرزند غلام محمد صاحب نائب واقع نگار قبضہ بیر ناقل ہیں  
 غلام محمد صاحب کہ رائے چوٹم لعل کے ایام حکومت مین ایک بار خشک سالی ہوئی تھی  
 نائب واقع نگار رائے صاحب نے آپ کو دعاء استغاثہ کے لئے مجبور کیا آپ نے



یہ سمجھ لیا کہ لوگ میرا پچا نہ چوڑینگے جو شین آکر ہاتھ میں سوٹائے ہوئے بستر سے اٹھے  
 غضبناک اور پہرہ جلال نظر کے ساتھ آسمان کو دیکھتے ہوئے فرما رہے تھے کیوں  
 سہاگن کی بات نہیں سنتا پانی برسا نہیں تو یہ سہاگن سہاگ تیرا پھینک دے گی  
 اتنا کہنا ہی تھا کہ ابراگیا اور خوب پانی برسا۔ آپ نے چوٹم لعل کو چشم نمائی کی  
 اور فرمایا بار دیگر زاویہ نشینوں کو تکلیف نہ دینا اس نے یہ کلام سن کر قدس مہوس  
 ہوتا ہوا اور پانی میں بہگیتا ہوا اور ندی نالوں سے بدقت عبور کرتا ہوا اپنے  
 گھر پہنچا۔ وفات آپ کی مسئلہ اہم میں ہوئی دسہاگن داخل جنت ہوئی تاریخ وفات  
 ہے۔ روضہ آپ کا قبضہ برکریاہر سلطان باغ کے جانب شمال ایک پرانی شکستہ  
 دیول کے قریب رود بینسرا کے کنارے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ زندگی میں بھی  
 آپ اسی دیول کے اندر رہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس دیول میں سلطانی بنا لکھ  
 نے بڑا آیا ہے۔

## (۵) حضرت رفیق شاہ

حضرت رفیق شاہ قدس سرہ العزیز بانوا فقیروں کے سرگروہ اور طریق سہروردیہ  
 کے باخبر و درویش تھے آپ کی مریدی کا سلسلہ حضرت ابوالفتح گوشہ نشین قدس سرہ  
 کو منتہی ہوتا ہے مرقد آپ کا مابین درگاہ گوشہ نشین و عید گاہ کے ایک بلند ٹیلے  
 پر عموماً کتبیہ کے لقب سے مشہور ہے۔

## (۶) حضرت کالے شاہ

حضرت کالے شاہ قدس سرہ العزیز متوکل درویش تھے طریق آپ کا سہروردیہ تھا  
 بیعت کا سلسلہ حضرت ابوالفتح گوشہ نشین قدس سرہ کو پہنچتا ہے۔ مرقد آپ کا خاص  
 کے قریب عموماً کتبیہ کے لقب سے مشہور ہے۔ اس کتبیہ کی تعمیر نہایت سادہ ہے

بیان کا کون سا ستر اکیلہ بہت ہی بالیدہ ہوا کرتا ہے۔

## (۷) حضرت احمد شاہ

حضرت احمد شاہ قدس سرہ العزیز بامروت درویش تھے۔ طریق آپ کا سہروردیہ تھا اور بیعت کا سلسلہ حضرت گوشہ نشین کو منتہی ہوتا ہے۔ مرقد آپ کا رومی و سر درخانہ کے مرقد کے وسیع میدان میں عموماً تکبہ بہنڈاری کے لقب سے مشہور ہے۔ اس تکبہ میں ایک باؤلی اذرحمد سنگین رومی خان کے زمانہ کی قابل قدر یادگار باقی ہے اور سلطنت نظام شاہیہ کے بڑے بڑے امرا اس تکبہ میں مدفون ہیں۔

## چوتھا لمحہ

### نقشبندیہ خاندان

### حضرت شاہ غلام احمد

حضرت شاہ غلام احمد قدس سرہ العزیز کا اصل نام غلام محمد المعروف قاضی محمد الدین احمد تھا۔ آپ کو شاہ زین العابدین قدس سرہ العزیز قندھاری نے عطائے خلافت کے وقت (شاہ غلام احمد) کا خطاب سرفراز فرمایا تھا اس لئے اس تبرک نام سے آپ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ رجب کے ۹ تاریخ ۱۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور اہل عمر میں علوم ظاہری کے طرف توجہ کی صرف نحو فقہ حدیث تفسیر میں دستگاہ حاصل کر نیکی بعد حضرت مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہ العزیز قندھاری الناندیری کے بڑے فرزند

۱۵ مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہ العزیز کا مولود مدفون قندھارہو۔ آپ ۹ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ کو حشر بعد نماز صبح پیدا ہوئے ۱۲۹۷ھ میں حرمین الشریفین سے بعد فراغت علوم ظاہری و باطنی قندھارہ کو تشریف لائے ۱۳۱۳ھ میں (انوار القندھار) تصنیف فرمائے اس سالہ میں قندھارہ کے بزرگان دین کا اجلا تذکرہ ہے

حضرت شاہ زین العابدین صاحب مرحوم کی لڑکی سے شادی کر کے اپنے حقیقی خسر  
خاندان قادریہ میں بیعت و خلافت کا فخر حاصل کئے اور پھر وہاں سے حضرت مولانا  
حافظ محمد علی صاحب خیر آبادی شہتی کی خدمت میں حاضر ہو کر یہاں سے خاندان حشمت  
کا فیضان حاصل فرمایا اور نیز بیعت کر کے تکمیل سلوک کے بعد حضرت شاہ سید اللہ  
قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پھونچے اور خاندان نقشبندیہ میں ارادت حاصل کئے  
اور ایک مدت تک شاہ صاحب قدس سرہ کے حلقہ ریاضت و مجاہدہ میں رہ کر  
میدان معرفت میں راسخ القدم بن گئے اور آپ کو اسی شرب میں زیادہ غلو تھا اسلئے  
ہم نے آپ کا احوال خاندان نقشبندیہ کے لمحہ میں ذکر کیا ہے قصبہ بیر میں سوائے  
آپ کے نقشبندیہ طریق کا کوئی راہنما موجود نہ تھا۔

۱۲۴ھ  
حیدرآباد کے وزیر السلطنت راہہ چند ولعل بہادر نے ربیع الاول کی ۲۶ تاریخ  
میں برگنہ بیر کی منصب قضا آپ کو عطا کیا۔ آپ نے اس جلیل القدر منصب کو ادا و احیاء  
نہایت دیانت و راستی کے ساتھ انجام دئے۔ شرعی معاملات کے نفاذ امر معروف  
اور حق بات کہنے میں کسی کی آزر دگی کا خوف نہیں رکھتے تھے اور بلحاظ شریعت  
طریق نقشبندیہ کے بڑے پابند تھے۔ باوصف کثرت اشتغال و مراقبہ و پابندی صوم  
وصلوۃ و تہجد و تدریس و افتاد و انتظام امور معاش کم کروگان راہ ہدایت کو انہماکی  
فرماتے تھے۔ خصوصاً ربیع الاول کے ۱۲ دن اور ربیع الثانی کے ۱۱ روز اپنی دارالافتاء  
میں مدت العمر وعظ کرتے رہے۔ اور جب کسی آیت کی معانی کرتے وہ مضامین عالی  
بیان فرماتے کہ سامعین ششدر ہو جاتے تھے۔ آپ کا فکر علم۔ مباحثہ و عظمت میں  
مثل روشنی برق کے چمکتا تھا۔ اور نہ کوئی آپ کے قول و فعل پر شکوتہ چینی کر سکتا تھا۔  
آپ ہمیشہ خانہ نشین رہا کرتے صرف جمعہ کے روز جامع مسجد اور سال میں دو مرتبہ عید گاہ  
کو میانہ میں سوار ہو کر جاتے تھے۔ جمعہ کے روز پیدل جاتے مگر راستے سے نہایت

فروتنی کے ساتھ چلتے نظر نیچے رہتی تھی گویا نظر بر قدم کی مصداق ہے نماز جمعہ کے بعد وعظ فرماتے۔ اور جو کوئی مباحثہ پیش آتا تو اس کا ثبوت کافی دیتے تھے۔ آپ کو دو خصلت کے آدمی سے بہت تنفر تھا ایک بدعتی دو سراحقہ کشوں سے اور آپ تادم زیست اور انکی صحبت سے پرہیز کرتے رہے کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ آپ کے سامنے حقہ پیئے یا گائے یا زامیر بجائے۔

۱۹۲۷ء میں خشک سالی سے خلق اللہ تباہ ہوئے جا رہے تھے۔ پانی کا ایک قطرہ نہیں برسا آسمان پر ابر کا ہتیلی برابر ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا۔ ندیاں خشک ہو گئیں تھیں لوگ مارے بھوک کے تڑپ رہے تھے جانیں نکل رہیں تھیں عام لوگوں نے اپنے تنگی سال طلت مال ضعف حال کی سرگذشت دردناک لہجہ میں آپ سے بیان کی آپ نے یہ سنکر مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ حضرت شاہ پیر بالا قدس کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ طریقہ اسلاف کے بموجب صحرائین جا کر دعا و نماز استسقا ادا کئے مگر وہاں پر تقریباً (۱۲) مہینے کا قیام رہا روزانہ کرپہ ندی میں کمر بابر پانی کے اندر کھڑے رکھ کر عمل کو پورا کرتے تھے۔ اور شام کو مسجد میں آکر آرام فرماتے ایک شب میں آپ نے خواب دیکھا کہ نیشکر کا استعمال کر رہا ہوں جب صبح ہوئی آپ نے اس خواب کی تعبیر فرمائی کہ میری مستعار زندگی کا بہرہ سنہ نہیں ہے اس سرائے فانی میں چند روز کا وہاں ہوں اور ملک بقا کے سفر کا غم قریب سامنا اس تعبیر کے بعد تمام دن نہیں گزرا تھا کہ عصر کے قریب دفعتاً لرزہ پیدا ہوا اس کے تخفیف ہوتے ہی شدت کا بخار آگیا حالت بالکل متغیر ہوتی جاتی تھی ضلع بیر کے اول تعلقدار شاہ پور جی جیونجی صاحب کو اسکی کیفیت پھونچی تعلقدار صاحب نے کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف گوارا نہ کیجئے معالجہ اور صحت مزاج کے لئے مکان کو واپس تشریف لائے آپ نے فرمایا تا وقتیکہ پانی نہیں بہے گا میں جناب باری کے دربار

مایوس ہرگز نہ اٹھو گا اگر میری روح اس صحرا میں قالب بدن سے نکل جائے تو پروا نہیں خدا اپنے خاص بندوں کو اپنے دروازے سے نامراد نہیں پہیرتا اس روز آسمان پر پانی کی کالی گہٹا جگئی رعد تسبیح کرتا ہوا اپنے پر زور آوازوں کو سناتا تھا اور تند ہوا چل رہی تھی اور پانی اس زور سے برس رہا تھا کہ آئندہ دعاؤں کے ارادے پست ہو گئے تھے خلق اللہ میں آپ کی مستجاب الدعا ہونے کی عام شہرت پھیل گئی تھی اور تمام مال ضلع کو تعجب ہو رہا تھا۔ یہ پانی کا برسنا اور ناصبور خلق کی تشویش کا دور ہونا آپ کے اثبات تقدس کے لئے کیا مبین دلیل نہیں ہے یہ اوکا ذاتی وصف تھا کہ جسکو ہم بربتنہ بیان کر رہے ہیں اس سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ اپنے بزرگوں کی ستائش کریں یا اون کے ستودہ صفات پر اپنے شیخت کی باتیں بگاریں یہ تو بالکل استخوان جد فروشی ہے۔ مگر آپ کے حسن اخلاق۔ تواضع۔ حلم۔ وفا۔ کرم۔ رعب۔ شفقت۔ حیا۔ وجاہت کی سچی تصویر کہنچے میں ناظرین کو ذرا بھی خوش اعتقاد دی اور مبالغہ کا رنگ نظر نہیں آئے گا کیونکہ ان تمام واقعات کا ثبوت سمعی نہیں ہے بلکہ عیانی ہے سیکڑوں لوگوں نے اون کو ستودہ اوصاف کے ساتھ بچشم خود دیکھا ہے اب ہمواد کی شان یکتائی دکھانے کی ضرورت نہیں کون سی ایسی مجلس تھی جہاں فخر و شرف کے ساتھ ادکا استقبال نہیں کیا گیا ہوتا و مخالف شخص کے نزدیک اون کے جامعیت اور فضل و کمال کا صحیح اندازہ ہو چکا ہے۔ الغرض آپ اسی حالت بیماری میں شاہ پیر بالاقدس سرہ کی درگاہ سے مکان کو تشریف لائے یہاں اگرچہ صحت فزاج کے لئے بہت کچھ معالجہ کیا گیا مگر شفا حاصل نہ ہوئی آخر ۲۶ ماہ شعبان روز چار شنبہ ۱۲۹۴ھ میں ظہر کی نماز کے وقت رو قبیلہ ہو کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنی امانت حیات کو رب کائنات کے سپرد فرمائے۔ غسل آپ کو حضرت حافظ غلام محمد بیگ صاحب اورنگ آبادی

خسر نواب افسر الدولہ افسر جنگ بہادر نے دئے۔ اور نماز جنازہ حضرت سید خیر الدین صاحب قادری بن سید حفیظ الدین صاحب مرحوم نے پڑھا۔ جنازے کی نماز میں سیکڑوں سلمان شریک تھے۔ جنازے کے اطراف ہندو مسلمانوں کا ہجوم تھا۔ دفن کے روز تمام رات پانی برس رہا تھا اسلئے پختہ بندہ کے صبح کو دفن کئے گئے قبر شریف آپ کی روضہ شاہ کو چلی کے اندرون حصار چہار دیواری جانب شمال تالاب کے متصل اپنے والد کے غزنی پلو میں واقع ہے۔ غلام سرور صاحب مرحوم کے فرزند احمد غلام حسین صاحب المتخلص جذبی ساکن قصبہ پرلی تعلقہ نمون آباد عرف آنہ جو گاؤں ضلع بیر نے آپ کی وفات کی قطعہ تایخ حسب ذیل خوب لکھی ہے۔

تایخ خیر البشر بودہ مدام  
پاک بازے رفت در دارالسلام  
۹۴ ۱۲

بود رکن الدین کہ مرشد نیک نام  
گفت جذبی وصل آن قاضی نوح

## آپ کا نسب اولاد کو

آپ ملتان کے معزز خاندان سہروردیہ سے حضرت سلطان الاولیا حقیقت الایمان غوث الزمانی شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا آبائی نسب اس طرح پربا بت اور متحقق ہے۔ قاضی محمد رکن الدین احمد بن قاضی محمد شکر اللہ بن قاضی محمد افضل الدین خان بن قاضی محمد فضل اللہ بن قاضی محمد فیض الدین بن قاضی محمد عبدالقادر بن قاضی محمد نظام الدین بن قاضی برہان بن قاضی اسحاق بن قاضی محمد بن قاضی اسماعیل عرف قاضی تاج بن قاضی حسین بن قاضی محمد نظام الدین بن شیخ ابوالفتح بن شیخ رفیع الدین بن شیخ بدر الدین بن شیخ ابوالقاسم بن شیخ سکھا بن شیخ عبید اللہ عرف دکھنی کہ از اولاد ایشان در دکن آئندہ بن شیخ موسیٰ بن میان خیر شاہ بن مولانا ابوالخیر بن مولانا جلال الدین بن مولانا علاء الدین بن حضرت خواجہ مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

## آپ کے حسب ذیل فرزندین

فرزند اول - ابوالبرکات محمد قطب اللہ المعروف قاضی احمد محی الدین - یہ پانچویں قاضی احمد محی الدین ربیع الاول کی تیسری تاریخ ۱۲۹۷ھ میں شنبہ کے دن پیدا ہوا۔ مولف تاریخ ہذا (خادم الشریعہ) ہوا پیدا آج (تاریخ ولادت ہے ۱۲۹۷ھ میں مولف ہذا کو حیدر آباد دکن کے صدر الصدور نواب محی الدولہ بہادر رسول یار خان مغفور نے پرگنہ بیر کے منصب قضا سر فراز فرمایا اور ۲ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ میں اپنی خاص دستخط اور مھر سے اثر ادا انتقالاً (سند) عطا کی۔ ہمارے والد قبلہ مرحوم کی وفات کے بعد کلا نیت کی وجہ سے خاندانی جھگڑے اور مخالفت اعام و بنی اعام کے مختلف نزاعی مہمات کا بار انتظام ہمارے سر تھا اور اب تک اسکا سلسلہ باقی ہے جسکی وجہ سے روزانہ اوقات اور دل و دماغ کا اثر انہیں نامہربانوں کے نذر ہوا باوصف اس کے ہمنے چار رسالہ تالیف کئے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) ہدایۃ القضاۃ - اس رسالہ کو ہمنے ۱۳۰۷ھ میں تالیف کیا تھا۔ ۱۳۰۹ھ میں اوسپر نظر ثانی کی گئی اور باضافہ بعض مسائل طبع ہو کر شائقین کے منظور نظر ہوا۔ اس رسالہ میں شرعی معاملات مثل نکاح و طلاق وغیرہ جو عدالت دارالقضا سے متعلق اور جن مسائل کی قاضیوں کو فصل خصومات کے لئے ضرورت تھی لکھے گئے ہیں۔ (ب) بدرالمکارم فی مطلع اولاد ابوالقاسم - اس رسالہ کو ہمنے ۱۳۰۷ھ میں لکھا ہے اس میں ہمارے گذشتہ اجداد اور انکی اولاد کے سوانحات اور عام معمولی واقعات اور سلسلہ قرابت اور انساب بطور کرسی نامہ کے لکھے گئے ہیں۔ ہمارے قدیم اور پرانے سرمایہ نے اور نیز موجودہ معمر اشخاص کے زبانی خاندانی واقعات کے بسیط مطالب کی راہنمائی کی اور یہی سبب تھا کہ ہمنے اطمینان کے ساتھ اون کے



برگزیدہ احوال اور مفاد و ستودہ کام کو تاریخی یادگار کے طور پر قلمبند کیا۔

(ج) سیر نظامی۔ یہ رسالہ بھی مرتب کیا جا رہا ہے۔ یہ رسالہ (تذکرۃ النظامی) کا مکملہ ہے مگر تذکرۃ النظامی کے بعض ریاض اقوال پر جرح و تعدیل کر کے صحت و اقا کی زیادہ کوشش کی جا رہی ہے اس رسالے میں ہمارے جدِ اعلیٰ قاضی نظام الدین فرزند چارم قاضی برہان قاضی پرگنہ بیر اور اودن کی اولاد کا ذکر ہے جو اپنے طبقہ میں عظمت حکومت قضا کے اعتبار سے اپنا ہمسر نہیں رکھتے تھے۔ تذکرۃ النظامی کے مصنف قاضی محمد فضل اللہ بن قاضی فصیح الدین کے تیسرے فرزند قاضی حمید الدین مرحوم تھے۔ انہوں نے اوسکو ۱۲۹۹ھ میں لکھا تھا جو اس وقت وہ ہمارے پاس موجود ہے۔

(د) تاریخ بیر۔ اس تاریخ کے لکھنے کا ہمکو مطلق خیال نہ تھا اتفاقاً ہم موضع کنیو علاقہ بالاگھاٹ کے طرف تقریب عرس چلے گئے تھے وہاں (ریاض الاربار) کا نسخہ ملیا اوس کے دیکھنے کے بعد اور ہماری تالیف و تصنیفی آگ پر اوس نے روغن کا کام دیا اور بے اختیار تاریخ بیر کی تالیف پر طبیعت مائل ہوئی گو مجھ کو کثرت عوادی سے بہت کم فرصت تھی مگر خدا نے میری اس تمنا کو بھی پوری کر دیا فرزند دوم۔ محمد عبدالقادر صاحب ہن انکی کنیت ابو الخیر ہے ولادت انکی محمد عبدالقادر ۱۹ محرم ۱۲۳۳ھ کے دن ۱۳ شعبہ ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔ علیم المزاج سلیم العقل ہیں۔ انکو کتب تواریخ و سیر کے دیکھنے کا بہت شوق ہے تاریخی مطالب زبانی بہت یاد ہیں۔ علم فارسی میں استاد اور کہتے ہیں۔

فرزند سوم۔ محمد صدیقی صاحب ہن انکی کنیت ابوالحسنات اور نام محمد عبدالحق ہے محمد صدیقی مگر اصل نام اذکا محمد صدیقی ہے۔ ۵۱۵ ذیقعدہ روز شنبہ ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علماء حیدر آباد دکن و پنجاب و کوہاٹ و مراد آباد و غازی پور وغیرہ

علمائے درسیہ کتب کی پوری تحصیل کی مقول منقول حکمت میں بلیغ البیان میں سلیقہ مباحثہ دانشا و تحقیقات نفایس علوم و مذاکرہ و مناظرہ خصوم میں بڑی دستگاہ رکھتے ہیں۔ اور علم مناظرہ میں ہدایت النظار اور اصول حدیث میں معیار الحدیث اور اصول فقہ میں (معیار الاصول) اور علم طب میں رسالہ منوعات و کتاب العلاج و رسالہ قارورہ و رسالہ نبض اور ان کے تصنیفات یادگار زمانہ ہیں۔

حکماء سے حاذق اور اطباء رفیق بنے اور کا علمی اور علمی امتحان لیکر درجہ اول کا لیاقت نامہ اپنے خاص دستخطوں اور مہر نیابت دیوانی سے تزلین فرما کر ۲۴ محرم ۱۳۵۵ھ میں عطا کیا اور بذریعہ جدیدہ اعلامیہ سرکار آصفیہ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۳۸ء جزا اول صفحہ (۳۲۸) کی رو سے اشاعت طبابت کی اجازت دیکئی۔ خصوم میں بڑی دستگاہ رکھتے ہیں۔

ہم نینوں بھائی کلبہ نوری ضلع یرکھنی کے قاضی محمد سعید اللہ صاحب عجم کے حقیقی نواسے ہیں ہمارے ننیال کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا عمر

رضی اللہ عنہ کو منتہی ہوتا ہے۔ قاضی محمد سعید اللہ بن قاضی محمد عزیز اللہ بن قاضی

محمد عبدالقادر بن قاضی مراد بن قاضی علی بن قاضی محمود بن قاضی کبیر بن قاضی محمد بن قاضی احمد بن شیخ محمد

بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن زین الدین بن نور الدین بن محمد شمس الدین

بن شریف جہان بن صدر جہان بن شیخ اسحاق بن شیخ سعود بن بدر الدین

بن محمد سلیمان بن قاضی شعیب بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن

شہاب الدین فرخ شاہ کابل بن شیخ اسحاق بن شیخ سعود بن عبداللہ اصغر

بن عبداللہ اکبر بن ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن عبداللہ

بن امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ۔

## پانچوان لمعہ

## رفاعیہ زندان

## (۱) حضرت شاہ رکن الدین

حضرت شاہ رکن الدین قدس سرہ العزیز لدہ بیجا پور کے رہنے والے اور اپنے والد سید حمید قطب الدین رفاعی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بیجا پور سے اپنے بال بچوں کو ہمراہ لیکر قصبہ بیر میں تشریف لائے۔ آپ عابد زاہد متوکل اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو خدا نے (دلقدہ کرنا بنی آدم) کی بشارت دی ہے باوجود اس جوہر ذاتی کے کمینوں کے پاس روٹیاں مانگتے پھرتے ہیں اور اون رزیوں سے حاجت روائی چاہتے ہیں خدا پر توکل اور بہرہ و سہ نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ وقت سے پہلے اور قسمت سے زائد کچھ نہیں ملتا۔ آپ سالکوں اور دنیوی ابن العزیز کے چہروں کو تعجب اور بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ وفات آگے ۴۴ منفر ۱۰۱۱ھ میں ہوئی روضہ آپ کا قصبہ بیر کے باہر جانب شرق اتوارے کی پہاٹک کے قریب زیارت گاہ خلائق ہے آپ کے بعد آپ کے خلف الصدق سید مظفر مند خلافت پر جلوہ آ رہے تھے میرا نجان غوری اس روضہ کے قریب ایک پرانہ گنبد بنا ہوا ہے جس کے نسبت بنائے گنبد دو روایتیں منقول ہیں۔ (۱) روایت یہ ہے کہ میرا ن خان غوری سید شاہ رکن الدین رفاعی کا مرید تھا اوس نے یہ گنبد اپنے لئے بنوایا (۲) روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گنبد میں کسی عالی نسب سادات کی پرانی قبر تھی۔ گو یہ گنبد قدیم ہے مگر اوس میں کسی کی قبر پائی نہیں جاتی۔

## چٹالمعہ

## مدار خاندان - اور اسکے مقدس شیخ

## (۱) حضرت شاہ توکل

حضرت محمد حسین المشہور شاہ توکل قدس سرہ العزیز تیم دیسیر تھے۔ والد اداون کے اوس زمانہ میں انتقال کئے جو اذکی رضاعت کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی۔ ایک اہم نے پرورش کیا۔ جس کے والدین کم سنی میں مر جاتے ہیں اوس تیم کو کون ادب سکھا سکتا ہے۔ اہم کے آغوش تربیت میں سوا سہ درزش اور بانگھ پٹے کے اور کیا تعلیم ہو سکتی تھی گو آپ کی اوائل عمر کا حصہ درزش اور ڈنڈ مونڈے پہلانے اور کشتیوں کے بند سیکھنے میں گذرا لیکن ازلی معرفت کی شمع دل میں روشن تھی اور اوسکی پرزور وحدت نے آپ کو بے چین کر دیا تھا دفعتاً ایک روز ظلمت کے دائرے سے باہر نکل آئے اور اپنے منور شمع کی چمکتی ہوئی روشنائی سے سید ہر شاہ صادق مداری کے حلقہ ارادت میں پہونچے یہاں سے مدار یہ طریق کا فیضان حاصل کرتے ہوئے (نذر بار) علاقہ خاندیس کو چلے گئے اور وہاں سید غلام محمد الدین سید بسین قادری شیر سوار کے فرزند سالار دین سید بسین قادری کے مرید ہوئے

قدس سرہ العزیز | حضرت سید بسین قادری کے طریق کا سلسلہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری سے ہوتا ہوا حضرت ابوسعید ابو الفتح بغدادی سے خاص سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو منتہی ہوتا ہے۔

شاہ توکل نے ایک مدت تک سید بسین قادری کی خدمت کی اور حصول نعمت بعد نذر باد سے قبضہ بریں تشریف لائے اور اپنے مرشد سابق شاہ صادق سے

طریق مدار یہ کا خرقہ پہنا۔ جہاں آپ کا مدفن ہے اسی مقام پر بدت العمر خدا پر قانع اور متوکل بیٹھے رہے۔ لوگ آپ کو دعوتوں میں مناسبت سے بلاتے مگر آپ کبھی کسی کی دعوت میں تشریف نہیں لگئے اور فرماتے کہ (من بستہ ام خناسے قناعت بہ پاسے خویش گردنیا دہند نہ جنم ز جائے خویش) اس بیت کے مضمون کے علاوہ ہمیشہ (ومن توکل علی اللہ فہو حسبہ) کا کلمہ ورد زبان تھا اور خاتمہ بھی اسی آیت پر ہوا تو کل شاہ کے نام سے مشہور ہونے کی بھی یہی وجہ تھی۔ آپ کی وفات ۷۷۰ ہجری شوال ۱۳۷۱ء میں ہوئی رد فدا کا قصبہ بیر کے باہر دہلی دروازے کے رد و دروازہ کا گاہ خلافت ہے۔

## حضرت شاہ صادق

حضرت شاہ صادق قدس سرہ العزیز شاہ سدار سدار سدار کے مرید و خلیفہ اور نیک سیرت اور پاک صورت زاہد عابد متوکل مراتب سلوک سے واقف عقاید خدا کیشی میں باخبر اخلاق و اشفاق میں مشہور اذکار و ادرا دین مہمور تھے۔ قادریہ شیخ سے بھی استفادہ حاصل کیا تھا۔ کبھی کبھی حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے شان میں اردو زبان سے مدح لکھا کرتے مگر دو انا عادت نہ تھی۔

آپ اوس شخص کو خدا کا بہت بڑا دشمن سمجھتے تھے جس نے پیری و ضعیفی میں بدکاری کی یا دولت مندی کے زمانہ میں بخلت کیا یا علم پڑھ کر متکبر بن گیا۔ آپ اوس شخص کو بہت عزیز اور خدا کا دوست سمجھتے تھے جس نے جوانی میں پارسائی کی یا اپنے فقر میں جو اندر دانا یا بزرگی حاصل ہونیکے بعد تواضع کو اختیار کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ نزاع کا وقت بہت نازک ہے اوس حالت میں انسان کو گویائی کی قدرت اور قیام کی یاری بہت کم نصیب ہوتی ہے مگر انشاء اللہ میں اس پر نزاع کے وقت بولتا چلتا اور قیام کے ساتھ اپنے طریق کے مراسم بجالاتا ہوا خدا

سایہ رحمت میں چلا جاؤنگا جب نزاع کا وقت عنقریب پہنچا صحت ہوش و حواس کے ساتھ اٹھ بیٹھے خادم کو نزدیک بلوایا اور کہا کہ نقارہ بجانقارے کی آواز سے ارادتمند جمع ہو گئی اوں سب کے روبرو نقارے کی آواز کے ساتھ آواز بلند حق حق کہتے ہوئے اپنے نفس کو حق حقیقی کے سپرد کر دئے۔ وفات آپ کی ۱۲۷۰ھ ماہ رمضان شب قدر ۱۱ھ میں ہوئی روضہ آپ کا قبضہ بیر کے اندر کا ریز کے متصل زیارت گاہ خلائیق ہے۔ آپ کے روضہ کا دوازدہ رواتی گنبد مشہور ہے صندوق آپ کے روضہ منورہ میں ایک صندوق ہے جس میں قدم رسول و اکابر ائمہ شریف مبارک و نیز دوسرے تبرکات متفصل رہتے ہیں چند سال کے پہلے ہر پنجشنبہ کو وہ صندوق کھولا جاتا تھا خاص و عام اس کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ اب بھی وہ آثار نبوی و معجزات مصطفوی محفوظ ہیں۔ ہر سال بیع الاول کے پہنچنے میں لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

### (۳) حضرت بابوشاہ

حضرت بابوشاہ قدس سرہ العزیز ذاکر شافل باخبر و درویش تھے ان کا زمانہ شاہ توکل مداری سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنے مرشد کے لئے جوڑوں گنبد بنوایا ہے اور نیز اوکلی بنوائی ہوئی سنگین مسجد ایک موجود ہے۔ آپ کا مرقد قبضہ بیر کے باہر داؤد پورے کے متصل تکیہ کے لقب سے مشہور ہے

### (۴) حضرت احمد شاہ

حضرت احمد شاہ قدس سرہ العزیز عابد زاہد و درویش تھے آپ کا مرقد قبضہ بیر کے باہر جانب جنوب رود بنیر کے کنارے تکیہ کے لقب سے مشہور ہے۔ اس تکیہ

میں پرانی قبرستان بائی جاتی ہے۔ شرفیہ کے درخت اس تکیہ میں کثرت سے ہیں۔

## (۵) حضرت شاہ جمال الدین

حضرت شاہ جمال الدین قدس سرہ العزیز خوش تقریر اور عابد و زاہد تھے۔ آپ کا مقبرہ قصبہ بیر کے باہر بی بی حمیدہ کے مرقد کے قریب زمین سرا کے حدود کے اندر تکیہ کے لقب سے مشہور ہے۔ شاہ جمال الدین طبقاتی فقرا کے ہندواری تھے۔

## (۶) حضرت شاہ مطاہر

حضرت شاہ مطاہر قدس سرہ العزیز ایک معمولی فقیر تھے مگر اوقات او کی معمور تھی مرقد آپ کا قصبہ بیر کے باہر شیخ ابراہیم قدس سرہ کے روضہ کے قریب رود بنیر کے کنارے تکیہ کے لقب سے مشہور ہے۔ اس تکیہ میں ایک باؤلی ہے ہر خیشنبہ کے صبح کو بعض بعض جاہلہ عورتیں اس باؤلی پر آ کر اوسین پھول چھوڑتے ہیں اور مراد مانگتے ہیں خدا جانے اس باؤلی میں کیا کرامت رکھی ہے۔ وہ عورتیں یہ اعتقاد کرتی ہوں گی کہ اس باؤلی میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں جتنے مانا کہ حضرت کو بروجر سے زبردست تعلق ہے مگر اس باؤلی سے حضرت کو کیوں خصوصیت ہو سکتی تھی اور تپہ لطف یہ کہ باؤلی کے رواق میں سبز چڑیوں کے جھیلے لٹک رہے ہیں۔ ائمہ اربعہ کے سوائے عورات کا کوئی بیجم امام ہوگا جس نے ناہم اور جہاں عقیدہ تند عورتوں کو اپنے خرافات اجتہاد سے مقلد بنالیا اور اپنی تقلید کا اونکو ایسا مضبوط پابند کر دیا کہ انہوں نے اپنے دیندار سوہون کے عمدہ نپند و نصیحت کی پوٹلی مسجدوں کے منبروں پر رکھوا دی خدا ایسے باطلہ عقاید سے ادن کے ایمان کو بچائے اور وہ راہ راست پر آویں۔



## ساتوان لمعہ

شطاریہ خاندان  
(۱) حضرت شاہ پیران

حضرت شاہ پیران قدس سرہ العزیز طریق شطاریہ کے بڑے تیز رو اور اوس باطنی اشغال و کسب میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا رتبہ رکھتے تھے۔ آپ کے طریق کا سلسلہ حضرت شاہ وجہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ کو منتہی ہوتا ہے۔ آپ اوزبکستان عالمگیر کے ہمعصر تھے۔ سنہ وفات کا پتہ نہیں چلا لیکن ۲۴ شعبان کو آپ کا عرس ہوا کرتا تھا۔ روضہ آپ کا قبضہ بیر کے اندر کاغذی دروازے کے جانب غرب فصیل سے ملحق زیارت گاہ خلایق ہے۔

شاہ جلن اللہ اس روضہ کے پائین میں شاہ جان اللہ قدس سرہ کا مزار ہے جو اسی خاندان شطاریہ کے مرید تھے آپ اپنی زندگی میں اکثر رضیوں کو گنڈا باندھا کرتے تھے مگر فی گنڈہ ایک روپیہ اونکی نذر مقرر تھی اور آپ روپے کو خر مہرے کی جائے پر سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک روپے کی وقعت ایک سفید کوڑی کے برابر ہے آپ کی وفات کے بعد آپ کا مسکن اور مرقد عموماً گچیہ کوڑی شاہ کے لقب سے زبان نزد خلایق ہو گیا ہے۔

## آٹھوان لمعہ

حضرت مجاہد بابا اور اونکی جذبی حلت  
(۱) حضرت بو بکر شامی

حضرت بو بکر شامی قدس سرہ الغریز قوم کے شیخ اور قلعہ بک کے رہنے والے  
 بڑے مستغنی المزاج تھے راستون کو چون میں متانہ حالت سے پہرا کرتے۔ تمام رات  
 بیدار رہتے۔ جس نے جو کچھ دیا کہا لیتے تھے مگر کسی کے گھر نہ جاتے۔ اور نہ اپنا  
 مستقر جوڑ کر کہیں بیٹھ جاتے اگرچہ تمام شہر میں گشت کرتے تھے لیکن قیام بستر  
 ہی پر ہوا کرتا تھا۔ آپ نے مستقر کو اپنا ابدی قیام گاہ سمجھ لیا تھا۔ جس روز آپ کا انتقال  
 ہوا لوگوں نے غسل دیا اور کفن پہنا یا اور یہ شور ہوئی کہ آپ کے جنازے کی نماز  
 رود بنیر کے کنارے ادا کی جائے اور کسی دلچسپ میدان میں دفنائے جائیں ہنوز  
 مشیرون کی مشورت کسی پہلو پر قائم نہیں ہوئی تھی کہ آسمان سے باران رحمت آگئی کا  
 نزول شروع ہو گیا لوگ اسکا انتظار کر رہے تھے کہ بارش موقوف ہوتے ہی جنازہ کو  
 باہر لجا یں گے مگر وہ لوگ مشیت کے خلاف کیا کر سکتے تھے اور انکی مصلحت حسب  
 میت کی روحانی وصف کے سامنے کیا کام آ سکتی تھی آپ کی خواہش تو مستقر دفن  
 ہونے کی تھی مشیرون کی مصلحت بجائے خود رگمئی ندی کو بے انتہا طغیانی ہوئی تھی  
 طغیانی اور سرریا بارش کی آمدان دونوں قدرتی موانعات نے وہ کر دیکھا یا جو خاص  
 آپ کا نشانہ تھا ناگزیر آپ کو مستقر ہی پر دفن کرنا پڑا اولیاء اللہ مرنیکے بعد بھی یہی وصف  
 رکھتے ہیں جو زندگی میں رکھا کرتے تھے سچ ہے کہ اولیاء اللہ کو حقیقتاً موت نہیں وہ  
 زندہ ہیں کیا آپ کا جنازہ بدست زندہ ہو سکتا تھا اور خلاف مرضی آپ کے شہر کے  
 باہر لوگ انکو دفن کر سکتے تھے یہ امر ہرگز ممکن نہ تھا بہر حال آپ کا روضہ قبضہ بکر کے  
 اندر کووالی دروازے کے قریب شارع عام سے جانب جنوب بوسہ گاہ خلایق ہے۔

قلعہ بک ایک شہر ملک شام میں واقع ہے اس شہر کا اصل نام بعلبک مشہور ہے اور بعلبک میں دولفظ  
 ہیں ایک بعل و دوسرا بک بعل بت کا نام تھا اور بک اس شخص کا نام تھا جس نے اس شہر کو اپنے  
 بت اور اپنے نام سے آباد کر کے اسکا نام بعلبک رکھا ہے ۱۲

۱۲۵ھ کی طغیانی رود بنیر کے پہلے آپ کے مزار شریف کا تعویذ وسط چوکنڈی میں بنا ہوا تھا لیکن ۱۰۰ ماہ ذی الحجہ ۱۲۵ھ میں وسط چوکنڈی سے بطور خود شمال کے جانب بڑھتا ہوا یکایک رگ گیا جس سے عموماً لوگ متحیر اور تشویش میں تھے کہ اس کا غیبی اسرار کیا ہے آخر اس کا ظہور ۱۲۵ھ جمادی الاول ۱۲۵ھ میں یہ ہوا کہ رود بنیر اکوٹے انتہا طغیانی ہوئی مگر اس کی ریزہ ریزہ جہیں مزار سے ٹکرا کر کم قوت ہو جاتی تھیں طغیانی کے آثار کے بعد یہ ثابت ہو گیا تھا کہ آپ پیش از پیش آنے والے طوفان کے سدرہ ہونے لگے تھے ورنہ اس طغیانی سے شہر تباہ ہونے پر کسی کو یقین نہ تھا۔ عرس آپ کا شعبان کی ۲۳ تاریخ ہوا کرتا ہے ۱۲۔

حضرت حاجی الہداد حضرت حاجی الہداد قدس سرہ العزیز بہت قدیم اور پرانے زمانہ قدس سرہ العزیز اولیاء اللہ ہیں شاہ بوکر مجذوب کے زمانہ سے آپ کا زمانہ پیشہ کا ہی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ سید رضی الدین مکی کے طلباء اور اراد مندوں سے تھے۔ آپ کے صاحب تصرف ہونے میں کون انکار کر سکتا ہے اگر کوئی بشرط صدق اعتقاد آپ سے امداد چاہی ضرور آپ اس کی دستگیری فرمائیں گے اگر کسی غیر مقلد کو ہمارے اس بیان سے حار آتا ہو تو آیا کرے۔ سمجھنے بہت سے تپ دلرزے کے بیماروں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے آپ کے چو ترے کا سنگریزہ یعنی مدور حصاة لیکر گلہ میں بطور تعویذ کے باندھا اور خدا نے اذکار اس مرض سے شفاء عطا فرمایا۔ آپ کا مزار پر انوار شاہ بوکر قدس سرہ کے پہلو سے غرب میں چند ہاتھ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

## (۲) حضرت شاہ بلند

حضرت شاہ بلند قدس سرہ العزیز قوم کے افغان اور شجاعت و سخاوت میں یکتا تھے نام او کا دراصل بلند خان تھا۔ آپ کو مجاذیب سے بہت انت تھی۔ ہر ایک

مجنوب سے ملتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو ادن کی صحبت میں عجیب لطف حاصل ہوتا ہے۔ گواذ کو لوگ مجنوبوں کے پاس جانے سے منع کرتے تھے مگر تقدیری بات کہان رک سکتی ہے ایک روز کسی مجنوب سے ملاقات ہوئی مجنوب صاحب اپنی آنکھیں پر چلا بنائے ہوئے اسی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آنیوالے پر جذبی رنگ جڑا دون اتفاقاً آپ اونکے سامنے آگئے انہوں نے نظر کی تاثیر سے ایسا رنگدیا کہ ہمہ تن مجنوب ہو گئے اور دمان سے بڑھانکے ہوئے نکلے۔ کہان کی تمیز کسکی قرابت کسکالباس کہانکی شرم کون ادب ان سب معاملات ماسوی اللہ کو آتش جذب نے ایک آن واحد میں جلاہن کر خاکستر بنا دیا اور خود ہی خود باقی رہ کر ماضی اور مستقبل کی باتیں۔ اور ایک چوٹے سی حصیر پر بیٹھے ہوئے قدرت کے وسیع میدان کی سیر کرنے لگے ظاہری حال بدگیا آنکھوں کی رنگت سرخ اور زبان دنیوی عام محاورے کے الفاظ سے نا آشنا اور بول و براز اور ستر کا لحاظ جاتا رہا۔ اور نفس باللقہ متغیر ہو گیا نجا طبت انسانی کے اسباب بد لگئے ہمارے ظاہر دیکھنے کے لئے یہ سب دماغی مخدرات معلوم ہوتے تھے مگر دیاطن اذکی طبیعت میں معرفت کی نورانی شمع ایسی روشن تھی کہ وہ آنے والی راحت و مصیبت کا سچا پتہ دیتے تھے اور یہی سبب تھا کہ لوگ آپ کے اطراف نفو لاشبانہ روزاڑ رہا کرتے۔ اور ہر شخص اپنی لی ہوئی فال میں تجربہ اٹھاتا تھا آپ کا روضہ احمد نگر دروازہ کے جنوبی برج پر واقع ہے۔

### (۳) حضرت شاہ سجن مرست

حضرت شاہ سجن مرست قدس سرہ العزیز خلق اللہ سے مطلق بے پردا تھے۔ ہجوم خلافت سے کنارہ کش رہا کرتے مگر اونکا ذاتی وصف ایسا نہ تھا کہ لوگ اون کے تعاقب سے باز آتے ہر دم ہر ساعت لوگوں کا آپ کی خدمت میں ہجوم رہتا تھا۔ صدق دل سے وہان کے آستانہ پر بوسہ دینے اور جبین نیاز ملنے کو سعادت دارین سمجھتے تھے۔

آپ اکثر پرانے ٹھیکریان جمع کرتے اور اپنے اطراف ادسکا ڈھیر لگایا کرتے تھے۔ خوش نصیب وہ شخص ہوتا تھا جسکو آپ اپنے ڈھیر میں سے ایک ٹھیکری دیدیا کرتے خدا کے فضل سے وہ تمام مقاصد و مرادات میں کامیاب ہو جاتا تھا روضہ آپ کا متصل جعبہ پیٹھ رو و دبیر کے کنارے زیارت گاہ خلایق ہے۔

### (۴) حضرت شیخ عبدالقادر

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ العزیز قلعہ میدر کے رہنے والے۔ اور شاہ جمال کے مرید و خلیفہ تھے لیکن مجذوب سا لک تھے۔ حضرت شاہ جمال نے آپ کو تارک الدنیا اور اوکی طبیعت کو آتش عشق سے بھڑکا دیا تھا۔ آپ کی متوالی مستی لوگوں کے نظر میں بہت نظر آتی تھی قلعہ میدر سے سیدہ قصیہ برین رونق افروز ہوئے ایک مدت ایسے بخود رہے کہ راستوں اور دوکانوں کی امتیاز باقی نہ تھی۔ جہان بن وہین بیٹھے رہے بول و براز کہ دے مگر کبھی آپ کے بول و براز میں بدبو نہ آئی کچھ دیر کے بعد بول و براز بے یثہ ہو جاتا تھا اور جائے بھی پاک و صاف نظر آتی تھی شراب کا بہت استعمال کرتے تھے۔ اگرچہ کہ وہ ام الحجابٹ ہے لیکن ہموں بزرگوں کے غیر مشروع حرکات پر حجت کرنے کا حق نہیں ہے وہ جانے اور انکا معاملہ خدا جانے ہم ظاہرہ واقعہ نویس میں بزرگان دین کے باطنی امور کو اسباب طواہرین سمیٹ کر نکلتے چینی کرنا گویا بے ضرورت معرض ہلاکت میں مبتلا ہونا ہے۔ آپ کبھی تو سرتاپا برہتے رہتے اور کبھی صرف لنگوٹ کسلیا کرتے تھے۔ عرب کا مقولہ ہے (الناس مع اللباس) یہ اسی کے لئے زیبا ہے جو ظاہرہ اپنے کو انسان سمجھا اور جب محبان ذات جسکا نشانے و جدی خاص ذات سے مراد ہے پس جسکی ذات خود منور ہو اور وہ اپنے اوائل و جد میں مغلوب ہو جائے اور اوسکی

عقل اور تمیز اور بصیرت کا رابطہ تو اترا نور کی وجہ سے باقی نہ رہا اور اسکو مسلوب الانقیاء کہنا چاہئے یا مرفوع القلم اور جو صوفیہ مرتبہ سکریں رہے ہیں اور اون پر اسرارِ بوبیت کی کامل افشان ہوتی ہو وہ ایسے نہیں ہیں کہ مقولہ عرب کی پابندی کریں اور اچھے برے لباس پہنیں بلکہ وہ لوگ (انا سبحانی وانا الحق) کے آواز لگاتے ہیں۔ آپ کے جہانتک اوصاف تھے وہ سب اچھے تھے کیونکہ ادنیٰ وجدانی حالت اور تساکر لوث حدوث سے مٹھرتھے۔ کثرت سے شراب پیتے تھے لیکن اسکی مستی پائی نہیں جاتی تھی اور حد سے باہر نہیں ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک خلایق کا ایک ہجوم رہتا تھا مگر کسی نے آپ کو حاجت کے لئے جانا ہوا نہیں دیکھا۔ اخیر عمر میں شوق علیشاہ کے سکینہ میں جا کر بیمار ہو گئے اور ۷۷۰ھ میں انتقال فرمائے روفنہ آپ کا قبضہ کے باہر جانب جنوب فتح برج کے محاذی زیارت گاہ خلایق ہے۔

**شاہ مہتاب** شاہ مہتاب آپ کے مرید تھے۔ انہوں نے آپ کے نزاع کے وقت عرض کیا کہ اے میرے پیر و شفیع اس خادم کے نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپ انکو آواز کو سنکر اٹھ بیٹھے اور دونوں ہاتھ پیر ہن سے باہر نکالے اور اپنے آغوش میں لیکر خوب دبایا یہاں تک کہ اونپر بیہوشی طاری ہو گئی ہوش میں آنے کے بعد اون سے کہا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہیں اور تم بھی ودہی تین دن میں ہمارے پاس آ جاؤ گے تم اور ہم ملکر ملک بکاکی اچھی سیر کرتے رہیں گے۔ آپ کے فاتحہ سوم کے روز شاہ مہتاب کا انتقال ہو گیا اور اپنے مرشد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ قبضہ برہین ان دونوں کا مرقد تکیہ خواجاؤں کے لقب سے مشہور ہے مگر عوام الناس خو جون کا تکیہ کہتے ہیں۔

## (۵) حضرت برہان الدین

حضرت برہان الدین قدس سرہ العزیز سر پر پوشیدہ چادر ڈالے ہوئے بے ستر

مضطرب المزاج گا ہے عدم کا ہے موجود کبھی حویلیوں کے بالا حصار پر کبھی اس کو چھ  
اور کبھی اوس بازار میں کبھی دیوڑی کبھی تو زنانی مکانوں میں نظر آ جاتے تھے۔ گا ہے  
سکوت گا ہے خندیدگی اور گا ہے زاری اور پیراوسی دم میں آہستہ آہستہ باتیں شروع  
کر دیتے تھے۔ باتیں بھی ایسے جو بالکل غیر مفہوم۔ نہ کسی سے مخاطب اور نہ ہجوم خلایق  
سے پروا نہ طعام کی خواہش نہ پانی سے مطلب نہ کسی پر آنکھ اٹھا کر دیکھتے تھے۔ کچھ  
عجیب حالت تھی اگر اودن کے حالات کی سوانح لکھی جائے تو بڑی داستان مرتب  
ہوگی۔ آپ کا روضہ کاغذی دروازے کے باہر شارع عام سے جانب غرب زیارت گاہ  
خلایق ہے۔ وفات آپ کی ۱۱۹۹ھ میں ہوئی۔

## (۶) حضرت شاہ اسماعیل

المزاج

حضرت شاہ اسماعیل قدس سرہ العزیز خاص بیر کے رہنے والے اوزبکچن سے منجذوب  
تھے من رشد میں جلال و عظمت بہت بڑا ہوا تھا۔ ہمیشہ سر پر پانے اور بوسیدہ کپڑے  
اور خستہ خراب ٹوکر یاں اور اودن میں کتون کے شیر خوار بچے پٹے رہتے تھے۔ رات  
کے وقت اجاڑے اور خطرناک کہنڈیر میں رہا کرتے اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ  
راگنی شروع فرمائے خصوصاً حقانی غزلیات کو بڑی لطافت کے ساتھ گاتے تھے۔  
صبح کے وقت ہم نے اونکا گانا سنا تھا ہنڈول کے طرز میں گارہے تھے۔ اور جب  
پہر دن ہوا۔ اوسوقت مالکوس۔ توڑی بھر دی کا آواز آ رہا تھا۔ دوپہر دن کو سانگا  
میں اور سہ پہر دن کو دہنا سری اور اول شب میں کانڑا بہاگ دیکھ اور رات کے  
ایک بجے شانانہ مالکوس اور اخیر شب میں بھی مالکوس گارہے تھے۔ مگر ہر شخص کا یہ  
مجال نہ تھا کہ اوسوقت آپ کے نزدیک جاسکے۔ آدمی کی ذرا سی ہٹ پر آپ کے  
پاس بان کتے ٹوٹ پڑتے تھے۔ کتون نے جہان غل اٹھا یا اوس کے ساتھ ہی خاموش



ہو جاتے تھے۔ آپ کو وہی خشکی سے بڑی رغبت تھی۔ سرد پانی سے بہت نہاتے تھے ہنود اور انکی عورتیں آپ کے سر پر گھڑون سے سرد پانی ڈالیں مگر آپ کو مطلق سردی نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی ظاہری حالت کتوں کے چاٹنے سے کیونکر پاک نظر آسکتی تھی مگر صورت ظاہر نہ ارد اعتباراً باطنی باید مبرا از غبار اسکی پوری مصداق تھی۔ جسمین معرفت کی بونہیں اسکی خشک طہارت سے آپکی غلاطت اچھی طہیت (سنگ و گیاہ ہے کہ درو خاصیتی ہست بہ از آدمی دان کہ درو معرفتے نیست)۔ ایک روز آپ راستے سے چلے جا رہے تھے۔ دفعتاً مرض وبا میں مبتلا ہوئے باوجود اسکے کہ تھے اور دست و دونوں جاری تھے کرتے پڑتے حالت ضعف میں سیدھا ڈھونڈا پورے کا راستہ لئے اٹنا و راہ میں اپنے رفیق اور جان نثار کتوں کو نزدیک بلایا وہ تو ساتھ لگے ہوئے تھے اطراف جمع ہو گئے اون سے ایسی باتیں کیں جیسا انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ اب میں کوئی دم میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور تم کو رخصت دیتا ہوں ہمارے ایمان کا اور تمہاری جان کا خدا حافظ حقیقی ہے یہ سن کر کتوں نے اپنے سروں کو آپ کے پیر پر بنا شروع کیا اسکے بعد کچھ دور ہٹ کر آپ کے چہرے کو حسرت بہری نگاہوں سے دیکھنے لگے جنکے آنکھوں سے غم و اندوہ کا پورا اظہار ہو رہا تھا۔ بعد اسکے کہ پراگندہ ہو گئے ہر کسی نے اون کتوں کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا اور آپ اسی مرض سے انتقال فرمائے وفات آپکی ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۰۷ھ میں ہوئی روضہ آپ کا قصبہ بیر کے اندر ڈھونڈا پورے کے دروازے کے متصل جانب شمال زیارت گاہ خلایق ہے آپ کی تجہیز و تکفین ضلع بیر کے اول تعلقہ ارمنصور علیخان صاحب مرحوم نے کی تھی

حضرت شاہ

حضرت لعل شاہ قدس سرہ العزیز قلعہ پر بندھے کے رہنے والے اور قوم کے افغان تھے۔ نام آپ کا لعل خان تھا۔ صورت آپ کی ہمیشہ پر غضب آنکھیں سرخ اور پر جلال کمر میں تھمدا تھے مین کپڑوں کی ٹوٹلی ہاتھ مین پیر کے انگلیوں مین تلنبے پتل کے چہلے اور کان مین حلقے اور اپنے آپ مین مست رہا کرتے تھے۔ کیسا ہی زہر ملا سا ہوا و سکوزندہ کھڑ لیتے اور وہ بل کہا کر کے اپنے زہر پٹی دانستین آپ کے جسم مین جہان قابو پاتا دھسا دیتا تھا مگر آپ کو اوس کے زہر آلود زخم سے سرو جنبش نہیں ہوتی تھی۔ جب تک طبیعت اوس کے ساتھ مائل رہتی اوس کو لئے ہوئے کہہ لیتے تھے اور جب لہو لعب کا خیال مرتفع ہو جاتا تھا اوس کو زندہ دانتوں سے چابتے ہوئے ہضم کر لیتے اور کبھی قصاب پورے سے گوشت لاتے اور اوس کو زیر ہمار کہہ دیتے اور پانی لاشیکے لئے ندی کے طرف چلے جاتے تھے مگر زاغ و زغن اور کتے بلی کی یہ مجال نہ تھی کہ اوس گوشت مونہ یا پنجہ لگا سکے ندی سے پانی لاشیکے بعد کچا کچا بہو کر کہا جاتے تھے۔ اور جب شاہ اسمعیل سے ملاقات ہوتی تو شاہ اسمعیل آپ کے سامنے ستر کر لیتے اور راستہ کترا کے دوسرے طرف نکل جاتے تھے۔ آپ کی وفات شاہ اسمعیل کی وفات کے چند روز یا مہینے کے بعد ۱۰۹۶ھ مین ہوئی روضہ آپ کا رمضان علی صاحب مرحوم منصبدار کے مقبرے کے قریب شارع عام سے جانب شمال زیادہ گاہ خلائیق ہے۔

## نوان لمعہ

بزرگان دین جن کے طریق کا احوال معلوم نہ ہوا  
اور نہ اولی وفات کی صحیح تاریخ ہمدست ہوئی  
(۱) حضرات سید چاند و سید کمال

حضرت سید چانداور سید کمال قدس سرہا العزیز یہ دونوں حقیقی بہائی خدا کے بڑے برگزیدہ لاڑ لے تھے۔ حاجی صدر شاہ کے زمانہ سے کئی سال پیشتر قبضہ برہمن رہتے تھے۔ اوقات میں انکی مہمورتہیں خلق اللہ کو بند و نصیحت فرمایا کرتے۔ جہاں دونوں حضرات کا انتقال ہوا خادموں میں سے جسکو تقریب زیادہ حاصل تھا اوس نے قبضہ کے نشیبی وسیع میدان میں ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے کے پہلو میں دفن کیا۔ دونوں بہائیوں کے مزار میں ایک غلاف کے اندر بوسہ گاہ خلائق تھیں۔ حاجی صدر شاہ نے قلعہ جدید کی بنیاد ڈالی اور جب اوسکی سنگین حصار اور برج مشیدہ جا بجا تعمیر ہونے لگے اتفاقاً قواعد معماری کے لحاظ سے ایک برج کی بنیاد ایسی قائم ہوئی جس میں یہ دونوں مزار میں آگئیں تھیں ناگزیر معماروں نے دونوں مزاروں کو برج کے اندر لے لیا اور اوس کے تعمیر ہونے کے بعد برج کے متصل کچہ دور ہٹکر اوس کے نقلی قبور عام زیارت کے لئے بنوا دیا ہے۔ عرس انحضرات کا ۵ مئی ۱۸۷۵ء کو ہوا کرتا ہے۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے ۱۷۷۵ء ہے یا ۱۷۷۶ء

## (۲) حضرت شاہ سلطان

حضرت شاہ سلطان زرد پوش قدس سرہا العزیز عمر بہر افادہ و افاضہ میں مشغول رہے اور تمام بروجر کے کیفیتیں بیان کرتے تھے۔ سامعین کو اس امر کا تعجب تھا کہ بیٹھے ہوئے ایسے دور دراز خبریں آپ کو کہاں سے معلوم ہوتی ہیں۔ واصلان حق کے نزدیک روئے زمین خوردل کی طرح تہلی میں بیٹھا کیا تعجب تھا کہ وہ بروجر کی خبریں بیٹھے ہوئے بیان کر دیں۔ آپ کا روضہ مومن پورے کے قریب رود بینسر کے کنارے زیارت گاہ خلائق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طریق آپ کا قادیان تھا بعض کا قول ہے کہ چشتیہ خاندان کے پیشوا تھے۔ سنہ وفات میں بھی اختلاف ہے ۱۷۷۵ء ہے یا ۱۷۷۶ء ہے۔

## (۳) حضرت شیخ علی و شیخ ولی

حضرات شیخ علی و شیخ ولی قدس سرہما العزیز صوفی باوقار صاحب ذوق تھے۔ کرامات آپ کے معروف اور فضائل آپ کے مشہور ہیں۔ گذشتہ عالون نے سلسلہ میں یہاں انتظام کے لئے متولی مقرر کئے تھے مگر نواب مستطاب قطب الدین خان نے قدیم متولین کو خدمت سے علیحدہ کر کے جدید منظم کا تقرر کیا تھا۔ ان دونوں حضرات کا روضہ قبضہ بیر کے باہر جانب جنوب مومن پورے کے قریب رود بینسرا کے کنارے زیارت گاہ خلافت ہے اس روضہ کے پائین کے طرف بہت دور تک ایک مربع حصار کہنچی ہوئی ہے خطیرہ مہدیوان اس سنگین حصار میں سید یعقوب کے فرزند سید شاہ عالم کا مزار ہے مہدیون کا بیان ہے کہ وہ ہمارے مرشد تھے۔ اکثر مہدیون کے قبور اوسین موجود ہیں۔ نواب امیر نواز جنگ بہادر نے سلسلہ میں اس مربع حصار کی تعمیر کروائی ہے اس تعمیر کے قبل صرف غیر محصور قبرستان تھی مگر اس خطیرے میں سنیہ مسلمانوں کی بہت پرانی اور قدیم قبرستان شامل ہو گئی۔ سلسلہ سے اس خطیرے میں سنیوں کی لاشیں دفن نہیں کی گئیں۔

## (۴) حضرت سید سراج الدین

حضرت سید سراج الدین شہید قدس سرہ العزیز بڑے زاہد عارف متوکل تھے دینی حرارت سے خون آپ کا ہمیشہ موج زن رہا کرتا تھا۔ اور آپ ہمیشہ ایک سونٹا ماتھ میں رکھا کرتے تھے۔ اور یہ فرمایا کرتے کہ اسکا نام دکفار شکن ہے کسی مخالف مذہب کو آپ سے خصومت پیدا ہو گئی تھی اس نے قابو پا کر آپ کو شہید کر دیا آپ کا روضہ قبضہ بیر کے اندر کارنیک کے قریب زیارت گاہ خلائق ہے۔ اور اب تک آپ کے مزار کے اطراف سونٹے لٹکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

## (۵) حضرت شاہ نسیم

حضرت شاہ نسیم قدس سرہ العزیز۔ عارف کامل درویش تھے۔ اپنے خمس الاوقات نماز کیلئے سفالین مسجد بھی بنوائے تھے۔ اکثر قصبہ بیر کے عطاروں کو آپ سے اعتقاد تھا آپ کی وفات کے بعد یہ مسجد ویران پڑی تھی تھی اسلئے قصبہ بیر کے منصف اور شاہ رفیع الدین قدس سرہ قندہاری کے حقیقی نواسے حضرت حافظ مولوی ابو محمد شجاع الدنصا ابو محمد شجاع الدین مرحوم ساکن قندہار ضلع ناندیر نے اس مسجد کو از سر نو نچتہ تعمیر کرا دئے اور خود وہاں مدتوں نماز پڑھے اور خصوصاً ماہ صیام میں ختم قرآن اور نماز تراویح ادا فرماتے تھے۔ شاہ نسیم کا مرقد قصبہ بیر کے اندر اسی مسجد کے صحن میں شاہ نسیم کے تکیہ سے مشہور ہے۔

## چٹا مقالہ

### قصبہ بیر اور بیان کے قدیم مناجاتی جگہ کا نام معاش کی تعداد و تعمیر

قصبہ بیر کے اندرون و بیرونی آبادی میں کم از کم دو سو مساجد کا پتہ چلتا ہے۔ مگر اس سے ویران اور بانگ و صلوة سے خالی پڑے ہوئے ہیں۔ بعض مساجد کہنہ دیروں میں اس اتر حالت کے ساتھ ٹوٹے ہوئے نظر آتے ہیں جنکی کیفیت بیان کرنا خانہ خدا کے شان و عظمت کے خلاف ہے۔ اب ہم دور از کار قصوں سے درگزر کر کے صرف ان مساجد کا ذکر کرتے ہیں جنکو سرکار نظام سے معاش مقرر ہے۔ مگر اس قدر کہنا ضرور ہے

کہ بے معاش مساجد بھی بہت سے آباد ہیں اور انہیں خمس الاوقات بانگ و صلوة ہوا کرتی ہے۔ با معاش مساجد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

## مسجد کہنہ

اس مسجد کو مسجد کہنہ اسوجہ سے کہتے ہیں کہ قصبہ بیرین جبوقت اسلام آیا مسلمانوں نے اس کے قدیم عمارت کے اندر سے بت کو جو مرہٹوں کا معبود تھا تو ٹکڑ کر پھینک دیا اور صحیح سالم عمارت کو مسجد قرار دے اور مغربی دیوار میں شملہ بنوایا۔ قصبہ بیر کے قیام مسلمانوں کی یہ پہلی عباد گاہ ہے جو مسجد کے لقب سے پکارے گئے۔ اسکو مسجد کا خطاب دینے سے پہلے قصبہ بیرین کوئی مسجد نہ تھی۔ مسلمانوں نے یہاں آکر اپنی پہلی نماز اسی مسجد میں ادا کئے اس لحاظ سے اسکو مسجد کہنہ کا لقب نہایت موزون دیا گیا۔ خزانہ سرکار سے سالانہ (۵۰۰) معاش مقرر جاری ہے مگر افسوس بلکہ نرا افسوس کہ ایسے مقدس خانہ خدا کو عمالان قصبہ بیر نے پاک اور ناپاک قید و ن کا قید خانہ بنا رکھا ہے اور تمام ضلع کے مختلف قومی و ملتی مجرم۔ اوسین مجبوس ہیں اس مسجد کی عزت و حرمت دیدہ و دانستہ ذلیل ہو چکے ہیں۔ یہ مسجد قلعہ جدید کے اندر مشرقی دروازہ کے متصل محبس بیر سے مشہور ہے۔

## مسجد جامع اندرن قلعہ

اس مسجد کو نواب جان سپار خان نے بنوایا ہے۔ یہ مسجد نہایت مشین اور سنگین اس کے چوترے کی بلندی (۹۰) گز شرعی اور طول باہر کے جانب سے ما بین شمال و غرب (۵۰) گز عرض اسکا باہر کے طرف سے ما بین جنوب و شمال (۲۴) گز اور اندر کے جانب سے (۲۱) گز ارتفاع اسکا (۱۴) گز کا ہے اس مسجد کے محراب پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

اِنَّا يَعْمَسُ جَدُّ اللّٰهِ مِنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَوَّلًا هَمْ  
 الْمَفْلُحُونَ۔ نگویم مسجد و منبر بنا کر دکھ اسلام محمد را بنا کر د۔ در زمان دولت  
 بے زوال و آوان سلطنت ابدی الاتصال حضرت خلافت پنلہ سے  
 ظل الہی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ نواب نادر  
 گردون اقتدار جان سپار خان نبلسے این مسجد عالی را تعمیر فرمود سلطنت  
 با تمام رسید۔

منبر فرس سنگین اس مسجد کے ممبر اور فرش سنگین کو قصبہ بیر کے سب سے سالار دربار خان  
 ترین نے غزہ شوال ۹۱۰ھ میں بنوایا ہے۔ اس سنہ میں اورنگ زیب عالمگیر کا  
 سنہ جلوس چو بیسوان تھا۔ اس مسجد کے جانب شرق (۲۱) گز کے فاصلہ پر ایک  
 حوض ہے جو ہر طرف سے (۲۰) گز مربع ہے۔ محمد مصام الدین صاحب عرف شیخ بسم  
 بیان کے پیش امام اور محمد معز الدین صاحب عرف شیخ دیوان موزن ہین خزانہ سرکار  
 سے (ص ۱۵) سالانہ معاش مقرر و جاری ہے۔ خمس الاوقات اور نیز ہر جمعہ کو اور  
 سال کے دو اعیاد میں بانگ و صلوة ادا ہوتی ہے۔

## مسجد دیوان بارہ

کسی زمانہ میں ہندون کا دیول تھا سرکار میں مسجد کا پتہ دیکر (ص ۱۵) سالانہ معاش  
 چل کیا گیا جو اب تک جاری ہے۔ اور نام اس دیول کا مسجد دیوان بارہ رکھ لیا گیا۔ مہنے  
 اس مسجد کے متعلق خدام مسجد سے حقیقت گزشتہ کو بہت کچھ دریافت کیا اور لوگوں  
 نے مختلف پریشان اور گنہگار روایتوں سے میرے کان ایسے بہرے کہ میں ایک بات کو  
 بھی صحیح باور نہ کر سکا۔ اگر ادن کی طینت مجھ سے صاف ہوتی اور وہ مجھ کو صحیح حالات کا  
 پتہ دیتے تو آج وہ بھی اس یادگار کے برابر زندہ اور نیک نام رہتے۔ یہ مسجد قلعہ جدید کے



مشرقی دروازے کے محاذی واقع ہے۔

## مسجد چوک

اسکی ابتدا سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ کے زمانہ کی ہے۔ بانی اس کے مولف نام کے بزرگوار تھے قبضہ بیر کے اندر سوائے اس چوک کے دوسرا کوئی چوک نہ تھا یہ مقام ایک چوراہ کے نیچ میں ہے جو زمانہ سابق میں یہاں پر بلخانہ مرکز آبادی و نافت شہر ہونیکے ہر قسم کے جنس اور اشیاء مہیا رہتے تھے جسکے لئے ہر شخص یہاں آتا تھا اور جنگو نماز سے رغبت تھی وہ یہاں کے خمس الاوقات بانگ صلوٰۃ میں شامل ہو جاتا تھا۔ خزانہ سرکار سے (۱۱۲۰ھ) سالانہ معاش مقرر و جاری ہے

## مسجد جونہ بازار

یہ مسجد زمانہ سابق میں بالکل منہدم تھی کچھ آثار باقی رہ گئے تھے۔ ایک زرگرنے یہاں پر اپنا گھر بنا لیا تھا مسجد کی حالت اس زمانہ دار کے بود و باش سے بالکل تباہ ہوئے جا رہی تھی حضرت شیخ نجم الدین کبریا سہروردی کے منشی پوتے شیخ شہاب الدین کے فرزند شیخ لعل نے اس مسجد کے نسبت اسلامی ہمدردی کے زرگرنے کا قبضہ اٹھوایا اور محرم کے یانچون تاریخ ۱۰۹۷ھ میں از سر نو اسکی تعمیر کروائی۔ مگر اسوقت اونکو اس کے بچتہ بنوانے کی مساعدت نہو سکی اسلئے سہرست سنگ و گل سے تیار کرائی گئی تب بھی (۱۰۵۰) برس تک قائم رہی۔ ۹۷ھ میں دوسرے بار اسکی تعمیر ہوئی اور حسب ذیل کتبہ نصب کیا گیا تھا۔

شدہ محراب آن عین عواطف  
عبادت خانہ دین گفت با تفت

برہان الدین جو مسجد را بنا کرد  
چو صوفی خواست تاریخ تماشے

اس مسجد کو خزانہ سرکار سے (۳۵) سالانہ معاش مقرر و جاری ہے اور یہ مسجد حافظ جی کی گلی میں واقع ہے۔

### مسجد گڑ دیو پورہ

۳۵ سالہ تک یہ مقام معبد کہلاتا تھا۔ محمد ثناء پادشاہ دہلی جب تخت نشین ہوا اور تخت نشینی کے (۶) سال کے بعد ۳۶ھ میں قمر الدین خان بہادر جنگو (وزیر الممالک نصرت جنگ اعتماد الدولہ) کا خطاب تھا انہوں نے اس معبد کو مسجد قرار دیا اور رمضان کی ۲۰ تاریخ ۳۶ھ کو یہاں کے پوجاری بہاؤ سنگھ ولد میارام جو ذات کا (گولی راجپوت) تھا اسکے فرزندوں کے نام سے ایک سند عطا کی جس میں دو روپیہ یومیہ اور دو چار زمین انعام بکڑ اٹھی اور ایک آثار تیل سے زمین پورہ مذکور طولاً ۲۵۰ وغیرہ اگر معماری اور نیز اس محلہ دزدین کا بیت المال لکھا ہوا ہے منجملہ اس تمام معاش کے صرف سالانہ یومیہ معاش مشروط ۶ ماہ رجب ۳۹ھ کو (۳۵) سرکار سے بحال و جاری رکھا گیا ہے۔ زمین انعام کے بحالی کا تختہ ہماری نظر سے نہیں گذرا اور نہ یہ تحقیق ہو سکتا ہے کہ دو چار زمین کس سوا میں واقع ہے۔ اب رہی وہ زمین جو اس مسجد سے متعلق ہے اور جس پر اولاد بہاؤ سنگھ کے مکانات واقع ہیں قصبہ ہیر کے سوم تعلقدار (کاؤس جی صاحب) نے اس زمین پر ۳۵ھ میں غلہ کے لئے مونڈا بنوایا اور مہاجنوں کو دھان پر دوکانین بنوانے کی اجازت دی مگر اولاد بہاؤ سنگھ کا حق ملک ساقط نہیں کرایا گیا۔

بہاؤ سنگھ ولد میارام کے منجملہ اولاد میں سے (دیوی سنگھ) معاش مذکور الصد کے برابر نصفی کا حصہ دار تھا اور اس نے بتوفیق اکھی مولف ہذا کے ہاتھ پر بیعت اسلام سے شرف حاصل کیا تھا اور نیز اس کی اہل و عیال اس کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئے ہیں (اور منجملہ ۳۵) میں سے برابر نصف حصہ مشروط پر تقابل و متصرف ہیں۔ دیوی

ماہ محرم سنہ ۱۲۸۵ھ میں مسلمان ہوا اور سکنا نام (عبدالاسلام) رکھا گیا۔ انتقال اسکا غورنشاہ  
سنہ ۱۲۸۵ھ کو ہوا اور مسجد مذکور کے محاذی صحن مسجد سے دور ہنگر شارع عام سے جانب  
شرق دفن کیا گیا۔ اس مسجد میں خمس الاوقات بانگ و صلوٰۃ ادا ہوتی ہے اور خداموں  
کے طرف سے پیش امام نوکر رکھے جاتے ہیں۔ یہ مسجد قصبہ بیر کے باہر محبوب گنج کے  
جانب شمال واقع ہے۔

### مسجد نورمی

یہ مسجد نہایت نچتہ اور سنگین بنی ہوئی ہے۔ اسکو سید نور اللہ نے سنہ ۱۲۹۵ھ  
جلوس میں بنوایا ہے خزانہ سرکار سے (۵۰۰) سالانہ معاش مقرر و جاری ہے لیکن  
ایک غیر مستحق شخص یہ معاش کھا رہا ہے۔ اور لطف یہ کہ وہ ان نہ بانگ دیتا ہے نہ صلوٰۃ  
ادا کرتا ہے سائر خدمات معطل ہیں مگر مال ضلع باوجود اطلاع کے بے خبر ہیں یہ معاش  
خزانہ سرکار سے مفت دیا جا رہا ہے اصل مستحق محروم ہیں۔ یہ مسجد قصبہ بیر کے اندر پنجابلی  
میں سنہ ۱۲۸۵ھ پر واقع ہے۔

### مسجد کالے شاہ

اس مسجد کو معصوم علی شاہ درویش نے سنہ ۱۲۸۵ھ میں نہایت نچتہ اور سنگین بنوایا ہے  
جبکہ لئے سرکار سے ۲۰۰ ایکڑ گنٹہ زمین محامی (۵۰۰) مقرر ہے۔ یہ مسجد شہر کے  
باہر جانب جنوب متصل خاص باغ واقع ہے۔

### مسجد بابوشاہی

یہ مسجد بھی نچتہ ہے۔ خزانہ سرکار سے (۵۰۰) سالانہ معاش مقرر و جاری ہے  
یہ مسجد قصبہ بیر کے باہر جانب شرق بابوشاہ کے مکان میں واقع ہے۔

### مسجد کالی

اس مسجد کو کالی مسجد اسلئے کہتے ہیں کہ وہاں پر سرکاری کالی کا تعزیہ بنا کرتا ہے مگر دراصل بانی اس مسجد کا عبدالرحمن خان بن خان محمد تھا جس نے اسکو سنہ ۱۱۵۷ھ میں بنوایا ہے۔ خزانہ سرکار (لعمہ) ماہانہ معاش مقرر و جاری ہے یہ مسجد قبضہ بیر کے اندر کاغذی دروازے کے قریب محمد سالار قدس سرہ کے روضہ منورہ میں واقع ہے۔

## مسجد سرگروہی

یہ مسجد حال میں ازبیر نو ترسیم ہوئی۔ خزانہ سرکار سے (۱۱۵۷ھ) سالانہ معاش مقرر و جاری ہے۔ یہ مسجد شاہ صادق قدس سرہ کے روضہ منورہ میں واقع ہے۔

## مسجد متولی

یہ مسجد دراصل خانہ مسجد ہے۔ خزانہ سرکار سے (۱۱۵۷ھ) سالانہ معاش و جاری ہے۔ یہ مسجد قبضہ بیر کے اندر محمد کریم الدین صاحب مرحوم متولی درگاہ شاہ مخدوم صدیق انصاری پاتروٹی کے مکان میں واقع ہے۔

## مسجد شمیم شاہی

اس مسجد کے لئے خزانہ سرکار سے (۱۱۵۷ھ) ماہانہ معاش مقرر و جاری ہے۔ یہ مسجد قبضہ بیر کے اندر واقع ہے۔ اور ہمارے شفیق اور مخلص دوست سرفراز حسین صاحب منشی کے والد لعل حسین صاحب مرحوم اسی مسجد کے صحن میں مدفون ہیں اور وہ اس مسجد کے پیش امام تھے۔

## مسجد خندقی

یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر خزانہ سرکار سے (۱۱۵۷ھ) سالانہ معاش مقرر و جاری ہے۔

یہ مسجد قلعہ جدید کے نیچے خندق میں واقع ہے۔

## مسجد بنیدیل پورہ

یہ مسجد بھی مختصر سی ہے لیکن اس کیلئے ۸۔ ایکڑ گنٹ زمین محاصلی (لویہ) بجالی  
دجاری ہے اس مسجد کے جانب مشرق کسی بزرگ دلی کی مزار زیارت گاہ خلائق ہے  
عموماً اون دلی کو (سیان فقیر) کہتے ہیں یہ مسجد قصبہ بیر کے اندر بنیدیل پورہ کے  
اخیر آبادی میں قریب شہر نیاہ کے واقع ہے۔

## عید گاہ اور چند مساجد اور اون کے قدیم عید گاہ

یہ عید گاہ بہت ہی مشین اور خوشنما بنی ہوئی ہے۔ اسکے چوترے کی بلندی  
(۲۱) گز اور طول بائیں جنوب و شمال (۶۴) گز اور عرض (۵۰) گز کا ہے۔ اسکے  
مغربی سنگین دیوار ارتفاعاً (۱۱) گز کی ہے۔ اور اوپر حسب ذیل کتبہ نصب ہے

چراغ مسجد محمد اب و منبر	ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر
--------------------------	------------------------------

در عہد خلافت خاقان بن خاقان سلطان بن سلطان ابو المظفر  
محمی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی بعد فتح ملک نارواڑ  
ورانا بتعاقب البرباغی در سنہ سبست پنج بدکن نزدل اجلال فرمودہ  
ملک بیجا پور و حیدر آباد و ادوئی و قلعہ راہیری دستارہ و پرناہ و چنچی وغیر  
مفتوح ساختہ در سنہ چہل و شش کہ بمحاصرۃ قلعہ کہلینا کہ از محکم ترین قلاع  
دکن است متوجہ بودند و صوبہ داری از بیجا پور تا حجتہ نبیاد بنام نامی  
نواب فلک جناب عمدۃ الملک غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ متعلق

داشت باہتمام احقر العباد حاجی صدر شاہ بنیابت عمدۃ الملک بندوبست بر  
می پرداخت بنائے مصلیٰ عالی در ماہ مبارک رمضان سنہ مذکور از  
جلوس مہنیت مانوس مطابق ۱۳۱۳ھ یکہزار و یکصد و سینزدہ ہجری صورت  
اتمام پذیرفت۔

یہ عید گاہ قصبہ بئر کے باہر جانب شرق تقریباً (۱۱) میل کے فاصلہ پر واقع ہے  
سال میں دو مرتبہ نماز عیدین ادا ہوتی ہیں سیکڑوں مسلمانوں کا ہجوم رہتا ہے۔ عمال  
ضلع بھی حاضر ہوتے ہیں قاضی خطیب محتسب صاحبون کو خلعت ملتی ہے نماز کے بعد  
مصلیان عید گاہ حضرت شاہ کو چاک قدس سرہ کے روضہ منورہ پر فاتحہ دیتے ہوئے  
اپنے اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں۔

### مسجد بنگالی

یہ مسجد نہایت مستحکم سنگین اور بالکل جامع مسجد کے شبیہ ہے فرق اتنا ہے کہ  
وہ جامع مسجد بہت ہی بڑی اور کشادہ اور بلند ہے یہ اداس سے بہت چوٹی ہے مگر استحکام  
اور مضبوطی اور شبابست میں برابر ہے اسکے محراب پر حسب ذیل کتبہ ہے۔ اور یہ مسجد  
قصبہ بئر کے اندر احمد نگر دروازے کے قریب واقع ہے۔

انما یعمد مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخران یکنوا المہتدین  
در عہد خلافت پادشاہ محمد شاہ غازی طال اللہ عمرہ بتائید الہی بانی این مسجد  
خادم الشرع متین قاضی محمد رکن الدین متوطن قصبہ ہستی صوبہ بہار باہتمام  
محمد تاج الدین برادر در ۱۳۱۳ھ باتمام رسید

قاضی رکن الدین قاضی محمد رکن الدین بن محمد افضل قصبہ مہسی صوبہ بہار کے رہنے  
والے تھے۔ چونکہ بہار بنگالے کے نواح میں واقع ہے اسلئے آپ کی مسجد کو بنگالی  
کہتے ہیں۔ شاہ عالم بہادر کے پوتے۔ عظیم الشان کے بیٹے معین الدین محمد فرخ بیگ شاہ

کے زمانہ میں بطریق ضابطی پر گنہ بیر کے منصب قضا پر مامور ہو کر آئے تھے۔ اور  
چندے یہاں کی حکومت کی مگر خدمت مذکور اوکو مستقل نہیں عطا ہوئی تھی۔ اوکو  
شاہجہان آباد دہلی کے صدر الصدور سید فضل خان نے اپنے طرف سے ۴۷  
جمادی الاول ۱۰۳۵ء جلوس مطابق ۱۰۳۵ھ میں ایک پروانہ دیکر روانہ کر دیا تھا ہونہ  
کامل آٹھ مہینے تک انہوں نے حکومت نہیں کی تھی کہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۳۵ھ میں لغو  
ہذا کے پڑدادا کے دادا قاضی فصیح الدین بن قاضی عبدالقادر نے شاہی حکم اور  
دفتر دیوانی سے اون کے پروانہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ مگر فرخ سیر کی سلطنت بڑی پر اثر  
تھی اور یہ پراشوبی محمد شاہ کے زمانہ تک باقی رہی دہلی اور دکن کا انتظام اس  
مدت میں بالکل نہ ہوا اس فرصت میں تقریباً ۲۴ سال قاضی رکن الدین منسوخ پروانہ  
کے ذریعہ سے پر گنہ بیر کے منصب قضا میں داخل ہوتے رہے، ۷۷ ماہ شعبان  
۱۰۳۹ھ میں نواب آصف جاہ بہادر بادشاہ دکن نے قاضی محمد رکن الدین کو گنہ  
بیر کے منصب قضا سے مطلق برطرف اور بالکل موقوف فرما دیا اور چونکہ مولف  
ہذا کے پڑدادا کے والد قاضی محمد فضل اللہ صاحب مرحوم بن قاضی فصیح الدین  
قاضی محمد فضل اللہ بڑے فاضل فارغ التحصیل صالح متدین اور توبہ سے ممتاز تھے  
آصف جاہ بہادر نے ان کے اوصاف کی تصدیق کے بعد اور نیز اونکے ۴۰۰ روپے  
کی موردنی استحقاق و قدامت کے لحاظ سے پر گنہ بیر کی منصب قضا سرفراز کی  
اور ۷۷ شعبان ۱۰۳۹ء جلوس کو رکن الدین کے تغیری سے اپنی دستخط اور خاص مہر  
پروانہ عطا فرمایا قاضی محمد فضل اللہ بنائے پروانہ مذکور مادام الحیات منصب قضا پر گنہ  
۱۰۳۵ قاضی فصیح الدین غزہ جمادی الاخر ۱۰۳۵ھ میں قاضی ہوئے تھے اور سوقت عالمگیر زندہ تھے من بعد فضل  
منزل سے ۲۰۴۷ ہجری الاول ۱۰۳۵ء جلوس مطابق ۱۰۳۵ھ میں پر گنہ بیر کے منصب قضا کا فرمان اون کو  
عطا کیا تھا۔ قاضی فصیح الدین ۱۰۳۵ھ میں انتقال کیا اور اندرون حصار چہار دیواری روضہ منور شاہ  
کو یک جانب شمال متصل تالاب اپنے والدہ ۱۰۳۵ھ کے غری بہلو میں دفن ہوئے ۱۲



بیکو انجام دیتے رہے۔

قاضی محمد فضل اللہ رحمہ اللہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں پرگنہ بیر کے قاضی ہوئے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ میں انتقال فرمائے اور اندرون حصار چار دیواری روضہ شاہ کوچک ولی جانب شمال متصل دیوار تالاب جانب غرب مدفون ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے نام سے ایک مسجد بنگالی سے زیادہ خوبصورت بنوائے تھے۔

## مسجد کمانی دروازہ

اس مسجد کو مولف ہذا کے جد البجد قاضی محمد فضل اللہ بن قاضی فصیح الدین نے بنوایا تھا۔ اور اپنے زندگی میں وہاں خمس الاوقات نماز پڑھا کرتے اور طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔ یہ مسجد بہت نازک اور خوبصورت بنی ہوئی تھی شکست و ریخت کی ترمیم اور نگہداشت نہ ہونیکے وجہ سے بارش میں گر گئی۔ قاضی محمد فضل اللہ کے فرزند قاضی افضل الدین خان نے نواب شرف الدولہ بہادر کو معروضہ کر کے نواب کے اعانت سے از سر نو اس مسجد کی تعمیر کروائے اور بلحاظ ادب حکومت نواب کے نام کا کتبہ نصب کرایا گیا جو حسب ذیل ہے

شرف الدولہ بہادر نواب

ساخت این مسجد عالی از سر

چونکہ جائے نظر زیان است

شدہ یا رنج بنائیش منظر

۱۲۹۰ھ

اس مسجد کا جنوبی سنگین دروازہ علی محمد خان علی یا در جنگ نائب شرف الدولہ

نے بنوایا ہے۔ یہ مسجد قصبہ بیر کے اندر رواق صفت شکن خان کے متصل جانب غرب واقع ہے۔ اور خمس الاوقات بانگ و صلوٰۃ ادا ہوتی ہے اور یہاں کی خطابت و امامت و موزنی و سائر خدمات قاضی محمد فضل اللہ کے بھائیوں کے نام مقرر و جاری ہے قاضی محمد فضل الدین خان

آصف جاہ بہادر کے تیسرے فرزند آصف الدولہ سید محمد خان بہادر ظفر جنگ نے

۱۔ شہزادہ سلسلہ جلوس م ۱۶۹۱ھ میں ایک پروانہ اپنی مہر اور دستخط خاص سے فرین فرما کر منصب قضاہ پر کتبہ بیر کے نسبت عطا فرمائے تھے آپ بروے پروانہ مذکور منصب قضاہ مذکور پر قابض و متصرف رہے۔ نواب میر نظام علی خان بہادر نے ۱۵ صفر ۱۱۳۳ھ جلوس مطابق ۱۶۹۱ھ میں آپ کو خطاب خانی اور جاہلہ صدی منصب سرفراز فرمایا تھا۔ قاضی محمد افضل الدین خان کی وفات ۲۶ جمادی الثانی ۱۱۳۳ھ کو جالندہ پور میں ہوئی۔ تیرہ دن وہاں کی زمین دفن رہے چودہویں روز نقش قبر سے نکال کر قصبہ برہمپور لائے گئی اور اندرون حصار روضہ شاہ کو چک دلی جانب شمال متصل تالاب اپنے والدہ ماجدہ کے غزلی پہلو میں تیرہویں رجب سنہ مذکور کو دفن کئے گئے۔

### مسجد روضہ شاہ پیر بالا

اس مسجد کو قصبہ بیر کے جاگیردار نواب شرف الدولہ بہادر کے بخشی علی محمد خان نے بہت ہی خوشنما بنوایا ہے اوہ اس کے محراب پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

شرف الدولہ والی این ملک	ہست از فضل حق سراپا جو د
بخشی او علی محمد خان	چون بنا کرد این مکان سجد
سال تاریخ زدر قسم صوفی	خانہ طاعت الہ و دود
	۲۹ ۱۱ ۱۱۳۳ھ

### مسجد کارینر

اس مسجد کو حضرت سید سراج الدین شہید کے معتقدین شیخ نہنوبن شیخ لغمان شیخ کلن و شیخ عبدالرحیم نے شہید موصوف کے روضہ منورہ میں کمال اعتقاد اور خلوص ادب سے بنوایا ہے (عبادت خانہ اللہ) اس کے تعمیر کی مادہ تاریخ ہے۔ یہ مسجد نچو قوتہ نمازیوں سے معمور رہتی ہے۔

## مسجد رضیہ شاہ کوچک

اس مسجد کو قصبہ بیر کے حاکم امیر نواز جنگ بہادر نے اپنا قابل قدر یادگار بنوایا ہے اسکا پایہ ایسا گھیرا کہودا گیا تھا کہ جہین ایک مقدس بزرگوار کی سالم نفس گوردکن کے ساتھ نکل آئی تھی مگر اوس وقت اون قدوہ محققان خدا کیش وزبدہ بزرگان صفا اندیش و خلاصہ خاندان شریعت و طریقت و سلالہ و دومان حقیقت و معرفت کی قبر شریف پر عود و عنبر مشک و عطر چڑکا گیا اور پھولوں کی چادر چڑھا کر مسجد کے پایہ کی تعمیر شروع کی گئی اور وہ مسجد نہایت مشین اور سنگین طیار کرانے لگی جسکے محراب میں حسب ذیل کتبہ ہے۔

جنگ دو کہ کہ دولتش دست  
این بنا گشت شکر انعامت  
اہتمامے امرا الہامت  
شاہ کوچک بفضل و کرامت  
قطب دو دے کرامت عامت  
آسمان و زمین مادامت  
بنا الصلوٰۃ قد قامت

کرو مسجد بنا امیر نواز  
پس بگفتا کہ اے خداے کریم  
کار نیکان تو نکو سازد  
اجرا این ریز بر مزار شریف  
شمس برج ولایت خاصہ  
قدس اللہ سرہ العالی  
بہر تاریخ نیشزدایما

اس مسجد کی ابتدا حاجی صدر شاہ کے بنائے مسجد پر قائم کی گئی ہے حاجی صدر شاہ کی مسجد بالکل شکستہ ہو گئی تھی اور اسکا طول ۵۲ گز اور عرض ۱۰ گز اور ارتفاع ۱۱ گز کا تھا اور روضہ منورہ سے (۱۲۰) گز کے فاصلہ پر بنی ہوئی تھی اور اوسپر حسب ذیل کتبہ نصب کیا ہوا تھا۔

مرقد اراد علیٰ خیر البشر  
نیز زین احقر العقبہ السلام

حمد یحیٰ والصلوٰۃ مفتوح  
باد برآل و صحابش صد سلام

عمدة العدا و ہم فیروز جنگ  
غازی الدین خان بہادر نیک نام  
نائب ادمتس دربار گاہ  
تا جمعیت ادا اگر دمناس  
ہمچنین یاد مرادش انتظام  
آمدہ تاریخ ہسم غازی نمود  
بادور دوران الی یوم القرار  
گو غلام درگہ حاجیت آن

بعد گویم گنج بخش بید رنگ  
رکن بیت دین و دنیا را نظام  
بہر مسجد گشت حاجی صدر شاہ  
حکم صادر شد کہ مسجد را بساز  
شکر اللہ یافت تعمیر انصرام  
کار غازی بود ہم غازی نمود  
از محمد شاہ نظم این یادگار  
گر کسے پرسد کہ ناظم کسیت آن

چنانچہ یہ کتبہ ایک بڑے مربع پتھر پر خط نستعلیق سے لکھا ہوا اور ضلع شاہ کوچک  
ولی کے بالین کے جانب ایک رواق میں رکھا ہوا موجود ہے۔ اور نیز اس روضہ  
منورہ میں حسب ذیل عمارات بنے ہوئے گذشتہ یادگار باقی ہیں اب ہم ان متبرک  
آثار کے نام اور سنہ تعمیر کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔

## قبہ شریف مع چوکنڈی

یہ وہ قبہ ہے جو خاص مزار پرانوار پر اپنا پیارہ اور منور جلوہ دکھا رہا ہے اور اس  
خوبصورتی کے ساتھ مدور بنا ہوا ہے گویا طبق لاجوردی میں قدرتی بیضہ رکھا ہوا  
ارتفاع اسکا ۱۰ گز اور چوکنڈی ہر طرف سے ۷ گز چوکنڈی اور قبہ دونوں کو ملا کر  
اوسکی بلندی دیکھی جائے تو تقریباً ۱۷ گز سے کم نہ ہوگی چوکنڈی سنگین اور نیز  
قبہ نچتہ اور مستحکم ہے اسکے جنوبی رواق پر اس طرح کتبہ ہے (ز صنفان مجاور  
مرتب شدہ صفحہ ۱۸۹)

چبوترہ اولی

یہ وہ چوترہ ہے جس پر حصار چار دیواری کھینچی ہوئی ہے اور ہر طرف میں اقلین بنی ہوئی ہیں۔ اسکا طول غرب سے شرق تک ۲۶ گز اور عرض ۱۱ گز اور ارتفاع ۹ گز کا ہے حدود اربعہ اس کے یہ ہیں جانب شرق زمین افتادہ اور بچھاڑ کے نامہوا ٹیلیان۔ جانب غرب دروازہ عالیشان بنا کردہ امیر نواز جنگ بہادر اور نر دبانہا کے قدیم۔ جانب جنوب راہ مسجد ڈونگری جو اسوقت مسجد کو دیدہ و دانستہ مجاوروں تباہ کر دیا ہے۔ جانب شمال تالاب۔ یہ چوترہ مبارز خان صوبہ دار دکن کے زمانہ میں شیخ صفیان مجاور و منہ منورہ نے بنوایا ہے۔ اس چوترے کے چاروں کونوں پر چار برج سنگین بنے ہوئے ہیں۔

(۱) برج نیرت۔ اس کا بانی راو باجی بنا لکر کا قرا تدار تھا۔ اسوقت اس برج پر نقابنا ہے اور بہت سے نقارچی متعین ہیں اوقات معینہ پر نوبت اور شہنائی کی روح افزا آواز اور صبح کا نورانی وقت اور روضہ منورہ کی ذیشان اور دل نشین فضا خصوصاً پاکبازان اہل حشیت اور نیز ہر ایک غم آلود دلون کے لئے مسرت بخش و فرحت گاہ ہے۔

(۲) برج اگنی۔ یہ بھی قدیم ہے۔ یہاں پر سکود سپانڈیہ نے باورچی خانہ بنوایا تھا مگر اس کے منہدم ہونیکے بعد کوٹے بیگ خان رسالدار نے از سر نو باورچیخانہ طیار کرادیا جس پر اس طرح کتبہ لگایا گیا ہے۔

کرد تعمیر عمارت بالتمام

نخست یارے داد مارا این پیام

کوٹے بیگ خان بہادر نیک نام

چونکہ تاریخش ز ہاتھ خواستم

(۳) برج ایسان۔ اسکا بانی نارو بورک دی سپانڈیہ تھا۔

(۴) برج بائب۔ یہ بھی قدیم ہے۔ مگر اس برج پر قبضہ بیر کے کوتوال مرزا شعیب

نے ہشت پہلو ہنگلہ بنوایا ہے۔

چوترہ ثانی

یہ وہ چبوترہ ہے جسپر حضرت شاہ کوچک دلی کا خاص روضہ بوسہ گاہ خلافت ہے اسکا طول باہر کے جانب سے مابین غرب و شرق سواے دالان سنگین ۶۲ گز اور عرض ۳۰ گز اور ارتفاع (۲۲) گز کا ہے۔ اس کے حدود اربعہ یہ ہیں۔

(۱) جانب شرق۔ دالان سنگین (۲) جانب غرب مسجد (۳) جانب شمال رانستہ اور بعدہ قبرستان بزرگان مولف ہذا (۴) جانب جنوب سیڑیاں بعدہ راستہ و قبرستان اس چبوترے کے بانی روضہ منورہ کے مجاور شیخ صنعان تھے اور وہی دکن کے صوبہ دار مبارز خان کا زمانہ تھا۔

## دالان سنگین

یہ دالان روضہ منورہ سے جانب شرق (۲۷) گز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسکو قبضہ بیر کے سپہ سالار سردار خان ترین نے ۱۹۱۷ء میں بنوایا ہے۔ درگاہ کے مجاور اسی دالان میں بیٹھا کرتے ہیں

## گنبد شریف حجرہ مبارک

یہ گنبد چبوترہ اولیٰ سے ملحق جانب شمال واقع ہے۔ قبضہ بیر کے دیسا پنڈت یہاں نے نچتہ تعمیر کرایا ہے۔ اور اس پر اس طرح کا کتبہ نصب ہے۔ (بین حجرہ شاہ کوچک دلی بنا کر داٹھل ز صدق دلی پدجو تاریخ او جستم از عقل خویش نمود از گل گلشن فادخلی) زمانہ سابق میں یہاں پر بہت بڑا عمیق غار تھا حضرت شاہ کوچک دلی قدس سرہ العزیز نے اپنی زندگی میں اسی مقام پر خام حجرہ بنا کر انزوا فرمایا تھا حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز اسی حجرہ پر رونق افروز ہوئے تھے اور اس کے چوڑے دروازے میں اندر جا کر بابا کوچک سے ملاقات کئے تھے۔

## تالاب

یہ تالاب حجرہ مبارک کے قریب جانب شرق واقع ہے۔ اسکے قدامت کا زمانہ معلوم نہیں ہو سکا مگر بابا کوچک کے زندگی میں اس تالاب سے متردین اور مسافر لوگ پانی پیتے تھے۔ عمق اوسکا بہت ہے مگر ہر سال کی بارش سے اوسمیں مٹی بھر گئی ہے۔ رام چندر پنڈت نے سنگین کٹہ بنوایا ہے۔ اور اوسکا ایک مصنوعی کان بہت ہی خوشنما پتھر کا بنا ہوا تھا حال میں کسی نے اوسکو ٹوڑ ڈالا ہے یہ تمام خرابیاں مجاوروں کی غفلت اور عدم نگہداشت کی وجہ سے سرزد ہوتی ہیں۔

## صفہ لچھی رام

یہ صفہ تقار خانہ کے متصل واقع ہے۔ بانی اسکے رائے چوٹم لعل کے برادر نسبتی لچھی رام نے بنوایا ہے اس پر اس طرح کا کتبہ نصب ہے۔ (د بانی بارگاہ چوٹم لعل) حاتم عصر و حاکم عادل چونکہ بنیاد کرد لچھی رام کرد تعمیر میں نصیحتی دل اس کے مقابلہ میں جانب شرق ڈونگری دروازے سے ملحق اور ایک صفہ بنا ہوا ہے کہتری ہیں کہ اوسکو قصبہ بیر کے باقذون نے بنوایا ہے۔

## باؤلی

یہ باؤلی چبوترہ اولی کے نیچے جانب غرب واقع ہے۔ بانی اوسکا بہت یتھیا، روضہ منورہ میں اس باؤلی سے نفع عام اور ہر ایک جنازے کے تدفین کے وقت اوسکا پانی بکار آمد ہوتا ہے ۱۳۱۴ھ میں اوسکی ترمیم لگی ہے۔

در عہد خلافت شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی والدہ انیراے بن روچند قوم کہتری عرف اٹھ متوطن خوشاب صوبہ پنجاب بحسب قسمت در قصبہ بیر قیام کر دیدر روضہ منورہ حضرت شاہ کوچک ولی دہن چاہ آب سبیل بنامود



# تقریظ ناظم الباعث ماثر فی شرح گفتا جناب مولوی محمد تحصیل دارین جناب عبدالحی صاقدانی منصبہ افضیہ

جب قدر خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہیں بے انتہا شکر کے قابل ہیں ہر عطا سے گروہ  
افراد انسانی اتنا کام لے لیتی ہے۔ جو قدرتی ضرورتوں کے۔ یہ ہر روز زمین پر  
مگر استثنائے برگزیدہ اکابران سلف کے عطائے عظیم و نعمت پر جن سے  
دل و دماغ مراد ہے ہم عصر گروہ نے وہ کام نہیں لیا اس بیش بہا عطا کا بدلہ اس لئے  
تھا کہ صفحہ ہستی پر اونکا نقش و نگار ممتاز و یادگار صورتوں میں کہنیا رہے۔ جن لوگوں  
نے ہمارے سینے عمدہ عمدہ علوم اور ہمارے آنکھیں سنگتہ مضامین اور ہمارے  
دل بے انتہا ذخیرہ اسرار و گنجینہ صواب سے مامور و روشن کر دئے ہیں۔ گو اون کا  
مرقع ہمارے نظر سے نہیں گذرا مگر جب اونکے صاحب فکر اونکا نتیجہ ہم دیکھتے ہیں اونکی  
عظمت اونکی مرتبت ہمارے قلوب پر نقش ہو جاتی ہے۔ آئندہ محبوب بنانے والا  
یادگار اگر ہے تو یہی تالیف اور تصنیف ہے اس سے بہتر مستند ذریعہ زندہ جاوید  
ہونیکے لئے پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ مرتبہ بلند پایہ گی میرے مغزز مکرم معدن اخلاق  
اتم ستودہ صفات حمیدہ خصال رونق شرح متین مولوی قاضی احمد محی الدین صاحب  
قاضی ضلع ہیر نے اس تاریخ کی تالیف سے حاصل کیا ہے چونکہ میں بھی صاحب مدوح کے  
فیضان صحبت سے مستفید ہوں باوجود اعتبار ہیچرانی تقریظ کا ارشاد ہوا حیران ہوں  
کہ اس تاریخ کو کیا کہوں آخر خدا نے بگڑی بات بنا دی اس تاریخ کے بسط مضمون  
نے فتویٰ دیا کہ اسے بکھرے ہوئے پہلوں کا کلدہ ستہ کہہ دوں یا مستند درس سالونکا عشر

یہ وہ بیانی محاورہ پسند اہل زبان سے داد چاہتی ہے۔ طالبین  
کے لئے یہ تاریخ زیبا مطلوب ہے بلکہ یوں کہئے کہ اپنی طلعت کا درق تصویر  
شایقین کے ہاتھ میں دیدیلے۔ میرے محرم شفیق نے علوی  
مدارج کا مسکہ اپنے ہنرماتہ سوسائٹی کے طون پر نہیں بٹھایا بلکہ  
اون بٹھنا مون کے جوار ہننامی میں اپنی فوجی شوکت  
کرسی لگا دی ہے کہ جن کے نام نامی تہایت بزرگی  
ہارے لڑاؤن پر جاری ہوا کرتے ہیں واقعی یہ  
تاریخ مدوح کے اعزاز کا گراں مطلق جینہ ہے  
اس میں اس تقریظ کو اس پر ختم کرتا ہوں  
شعر۔ آب حیات ہر قسم شک  
نام دوست ہزار خضر عام  
زندہ جاوید نام  
اوست

بودن لعلہ مدام

نہایت اچھا حسب

محرم

## سلسلہ جلوس مطابق اسلام

اس باؤلی کے اطراف تمام قبرستان ہے اور بڑے بڑے خوشنام مقبرے ہیں۔  
 ہوئے تھے ابریق بیگ محاسب کا مقبرہ بہت ہی شاندار تھا اکثر مقابر۔ تو زمین اور بہت  
 سے منہدم ہو گئے ہیں۔ مقابر اور اوس کے نقش و نگار کا خاک میں لجانا کچھ افسوس کے  
 قابل نہیں ہے۔ محل عبرت اگر ہے تو یہ کہ اون مقبروں کے اندر وہ نفوس جو حیات  
 مستعار کے ساتھ چند روز کے لئے سرائے فانی میں بہان اور نخلستان دہو میں گل  
 و تازہ کے طرح خندان تھے۔ نہر حیات خشک ہو جانیکے بعد پڑمروہ ہو کر ملک عدم  
 کے طرف سیدھے چلے گئے جانا بھی ایسا کہ پھر واپس آنے کی امید نہیں اگر اون کی  
 ایک بوسیدہ ہڈی اون مقبروں اور لحدوں میں جان وہ پیوند خاک ہو گئے ہیں ہونڈ  
 جاے یا تمام دنیا کی خاک غربال سے چانی جائے تب بھی اون کا اثر اور نشان تک نہیں  
 مل سکا۔ انسان دریائے وحدت کا ایک جباب ہے سنکھا جباب دریائے وحدت  
 پر چلتے نظر آئے پھر اوسی دریائے وحدت میں (لافنا) بن گئے دہر کسج بہانہ ازین درینا بہ  
 شد عازم آن سرے جاوید بقا بہ باقی نہ بود کسے بعالم ابداء غیر از احد کے کہ نیست اور ہوتا  
 یہ تو ایک گھری بات ہے مگر اپنے ظاہری مثال سے یہ ثابت کئے دیتے ہیں کہ انسان  
 مگر انسان ہو وہ ابدال آباد دنیا میں بھی زندہ رہتا ہے اور بہت سے حضرات جو حقیقت  
 حضرات ہیں باوجود امتداد موات کے آج زندہ ہیں وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے تصنیف  
 و تالیف سے دوامی حیات کا جینہ حاصل کیا ہے۔ گو اونکے تصادیر غیر ذریعہ ہیں  
 مگر وصف دوامی کے شکل سے صاف نظر آ رہے ہیں اگرچہ وہ تصادیر بظاہر تملفظ۔  
 اداسے مطلب نہیں کر سکتے لیکن اپنے مقاصد ارادے منشی خیالات اور علی سواد  
 مواد قراطسی صفات پر تبا گئے ہیں وہ خود ماطق ہیں اونکا ایک ایک حرف اپنی دیکھنے  
 والوں کو اپنے طرف مخاطب کر رہا ہے یہ نقطہ اون کے اشارے حروف اون کے

مطالب سطور اونکے انشا اور خبر کے جملے کلک اونکی زبان دوات اونکی چشمہ حیات آ  
 وہ ابد الابد بولتے جاتے ہیں مگر صرف پاس ادب سے کسی کی بات کا جواب نہیں  
 دے سکتے۔ اور نہ شرم آلود چشم سے کسی کے طرف دیکھ سکتے ہیں یہ ابد الابد زندگی  
 انسان کی خاک ریزی سے خاک میں نہیں ملتی وہ اپنے اس بقاءے حیات سے دور  
 دراز آنے والوں کے ساتھ دوا لکلام کرتے رہیں گے۔ انکی دوا می زندگی ایسی  
 نہیں ہے جنہوں نے آب حیات کے استعمال کرنے والوں کو زندہ دیکھا ہوگا  
 مائے نزدیک تو ایک بات ہی بات ہے کہ آب حیات کے استعمال سے انسان  
 دوا زندہ رہتا ہے غالباً آج تک کسی نے اونکو آنکھ پہر کے نہ دیکھا ہوگا مان مولفین  
 اور مصنفین کے ناحق تصویر کو لوگ دیکھ رہے ہیں اور اون کے باتوں کو سن رہے  
 ہیں اور اپنی عزیز جان سے زیادہ اوسکو صندوق اور الماریوں میں بادب محافظت  
 کر رہے ہیں ان کی یہ زندہ تصویر کیسی جاوید ہے۔ ہے کوئی ایسا جو ہماری اس  
 تقریر کا انکار کر سکے اب ہم اس بحث کو اس اعتراف کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ حقیقتاً  
 اس تاریخ کو لکھنا چاہئے تھا اوسکا دسوان حصہ بھی ہم سے نہیں لکھا گیا اور جو کچھ  
 لکھا گیا ہے وہ ایک مختصر سا یادگار زمانہ ہے خدا یا میرے اس مختصر یادگار کو میرے  
 حاسدون کے چشم زخم سے ابد الابد محفوظ رکھ آمین ثم آمین۔ مرقوم اربع السانی

س م س

خانہ  
 التفت و ترجمہ











